

مقلد اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ہمدانی
کے فکر انگیز خطبات کا مجموعہ

خطبات علی میاں رحمۃ اللہ علیہ

جلد ہفتم

یاد رفتگان، سیرت و سنت، متاریخ اسلام

مجمع و ترتیب

مولوی محمد رمضان میاں نیپالی

پراسر علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن، کراچی

نویسنہ: ایم ایف بی بی
کراچی پاکستان 3213740

دارالاشاعت

Copyright Regd. No.

ہندہ حقوق یا قاعدہ مطابقت کے تحت محفوظ ہیں

باہتمام
طبعات
نفاست
خلیل و شرف عثمانی دارالاشاعت کراچی
اکتوبر ۲۰۰۲ء میں کراچی پر شیشہ پریس، کراچی۔
368 صفحات

﴿..... ملنے کے پتے.....﴾

۱۔ رواقہ مطابقت با معیار مضمون نگار پٹی	بیت القرآن، روز بازار کراچی
۲۔ روزنامہ نایاب، لاہور	بیت العلوم (۲۰۲۰ء)، لاہور
۳۔ خطبہ سیدنا محمد شہید راہِ حق تارک و نور	ضمیمہ بلند پور، چیمبرٹ، لاہور
۴۔ خطبہ سیدنا محمد شہید راہِ حق تارک و نور	کتاب خانہ شہید، لاہور
۵۔ خطبہ سیدنا محمد شہید راہِ حق تارک و نور	پندرہویں باب، لاہور
۶۔ خطبہ سیدنا محمد شہید راہِ حق تارک و نور	بیت القرآن، لاہور

﴿..... نیپال میں ملنے کے پتے.....﴾

مکتبہ الحرمین، مدرستہ العلومین، لاہور (کاظمیہ، لاہور)
۷۔ ایک شاپ، نیپال جامع مسجد، لاہور (کاظمیہ، لاہور)
۸۔ علوم ہدایت، لاہور، لاہور (کاظمیہ، لاہور)

فہرست عنوانات

۱۵	انتساب
۱۶	خطبات کی اہمیت
۱۷	حرفیں مرتب
۱۹	خلیفہ کی جنگ نیا کھویا بیابان
۲۰	حکومتِ اسلامیہ
۲۲	ایک تاریخی ایہ
۲۸	اسلام اور اس کی تعلیمات کی تشریح
۳۵	یہ رہا امریکہ اور امریکہ کی ایک اہمیت
۳۹	صدیق اکبر کی مخالفت کیوں؟
۴۹	میں نے کیا کیا؟
۴۹	نہ نہ، اچھی شان سنائی
۵۰	چوتھے زلمیہ کی تاریخ
۵۱	نہ نہ، اچھی شان سنائی
۵۱	ایک تاریخی ایہ
۵۴	نہ نہ، اچھی شان سنائی
۵۴	نہ نہ، اچھی شان سنائی
۵۳	نہ نہ، اچھی شان سنائی
۵۴	نہ نہ، اچھی شان سنائی

صفحہ	عنوان
۵۳	وہ آگے کہتے ہیں:
۵۳	ڈاکٹر احمد کمال، مصر کے سرکاری مذہبی رسالہ "منبر الاسلام" میں لکھتے ہیں
۵۵	کیونکہ عربی ایڈیشن
۵۵	اشتراکیت اور نازیت کی جو سرکوشش کا نتیجہ
۵۵	اور ابراہیم بنی آذری و بہت تراشی
۵۶	۷۰۰ عربی سے میرے گھر سے روایات
۵۷	عربوں کی کمزوریوں، خامیوں اور کوتاہیوں پر آزادانہ تنقید
۵۷	"نواسری عربی رہی"
۵۸	عرب دنیا ایک فیصلہ کن دورا ہے پر
۵۹	علماء کی اکثریت سطحیت کی شکار
۵۹	اس طبقہ کی دوسری کمزوری
۶۰	اصل معیار اسلام سے وابستگی اور تاواہل
۶۰	"یہ تو آیا تھے تمہارے"
۶۱	صدر نامہ سرنا کام ترین لیڈر
۶۱	امید کی ایک کرن بھی مگر.....
۶۲	شرمنگ ہزیریت
۶۳	اندوہنا کا کھانا
۶۳	بدترین خود پرستی اور بے وفائی
۶۴	احسابِ قہر کی زندگی کی علامت
۶۷	ترکی کی مجاہد ملت اسلامی
۶۷	ترکی کی تاریخی حیثیت

صفحہ	عنوان
۷۵	کامل ایمان مطلوب ہے
۷۶	آنندہ نسل کی فکر کیجئے
۷۹	مسلمانانِ ترقی کی ہمدردی
۸۱	امویہ فلسفین سے تعینِ سبق
۸۱	دنیوی خیرِ فردی
۸۲	مردمت سے جہتِ پروری
۸۲	مومن ہمارے نیت کا اصل ہوا
۸۳	سناٹوں کی تفسیر
۸۳	فہرست طبرستانِ خلافت و رزائی
۸۴	نہایتِ باقعات کا روشن پہلو
۸۴	ادبی اور طبعی ترقیوں کا کام
۸۵	عرب قوم اور مسلمانوں کے راسخ پر ہمارے
۸۶	مردوں کی فہرست کے خلاف بغاوت
۸۶	رسول اللہ کے مریضوں کا غیر متناہی انجام
۸۷	دوسرا سبق: خود غرض اور غایہ پرست رہنا
۸۹	بقائیں ترقی نقصان
۹۱	تیسرا سبق
۹۱	شمسِ دہائیں اور حاضریں و ریاضتِ آخر
۹۲	تاریخ کا ایک ورق
۹۲	مفلوں کا زوال
۹۳	دینی غلطی کا اثر کیجئے

صفحہ	عنوان
۹۳	حرب نو جوان کاہ فنی اور حال
۹۶	تفریح سے اور دیوبند کی طبعی خصوصیات
۹۵	عالم عربی، اہل مغرب کی آماجگاہ کیوں؟
۹۷	عالم عربی کی اہمیت
۹۸	محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا
۱۰۱	ایمان، عالم عربی کی طاقت ہے
۹۹	شہسواروں اور فتنہ زدگی کی اہمیت
۱۰۰	طہارتی فتاویٰ اور اسلام کا مقابلہ
۱۰۲	تہذیب اور ملی احساسات و جذبات
۱۰۳	افسانہ نگاری، عادت کے لئے عربوں کی اتنی قربانی
۱۰۹	عالم اسلامی کی توقع عالم عربی سے
	جہاد افغانستان کا تاریخی پس منظر فتح و شکست کے اسباب
۱۱۱	اور قوت کا سرچشمہ
۱۳۱	مسلمان کی اصل طاقت و قیمت، ایمان و سیرت ہے
۱۳۲	مسلمان کے دو وجود
۱۳۳	ہر حق کی قیمت اس سے سب سے زیادہ ہے
۱۳۳	مسلمان پر بھی فطری و اخلاقی قانون نافذ ہے
۱۳۵	پوربائس سے نکاشین ضروری ہے
۱۳۵	میاں امتیاز صفت
۱۳۶	مسلمانوں کی اصل طاقت

صفحہ	عنوان
۱۷۰	مولوی خواجہ
۱۷۸	ایمان و سیرت کی کرامت
۱۸۸	ہندوستان پر ہر رات اور اس کی ذمہ داری
۱۹۲	مسجد کے اقتدار
۱۹۷	ملک کے حالات میں تبدیلی
۱۹۸	ملک تہذیب کے گھر اور مسلمان اس کو چاہتے ہیں
۱۹۹	محسن عالم رحمۃ اللعالمین علیہ السلام
۱۹۱	سیرت نبویؐ اور عصر حاضر میں اس کی معنویت و فائدیت
۱۷۵	خانہ کے راشدین رضوان اللہ علیہم
۱۷۵	سیدنا علی مرتضیٰؑ اور عیساؑ
۱۷۶	سیدنا ابراہیمؑ و یوسفؑ کے بارے میں نیا علم
۱۷۷	اور نقہ قرنیہ میں سیدنا محمدؐ
۱۷۸	سیدنا عیسیٰؑ کے بارے میں
۱۷۹	سیرت میں سیدنا محمدؐ
۱۸۰	خانہ کی راہِ راستہ سیرت اور خانہ کی سیرت میں سیدنا محمدؐ
۱۸۱	سیرت اور کلمہ اور سیرت اور کلمہ
۱۸۲	سیرت اور کلمہ اور سیرت اور کلمہ
۱۸۳	سیرت اور کلمہ اور سیرت اور کلمہ
۱۸۴	سیرت اور کلمہ اور سیرت اور کلمہ
۱۸۵	سیرت اور کلمہ اور سیرت اور کلمہ
۱۸۶	سیرت اور کلمہ اور سیرت اور کلمہ
۱۸۷	سیرت اور کلمہ اور سیرت اور کلمہ
۱۸۸	سیرت اور کلمہ اور سیرت اور کلمہ
۱۸۹	سیرت اور کلمہ اور سیرت اور کلمہ
۱۹۰	سیرت اور کلمہ اور سیرت اور کلمہ
۱۹۱	سیرت اور کلمہ اور سیرت اور کلمہ

صفحہ	عنوان
۱۹۳	انسانیت کے محسن اعظم اور شریف و متقدم دنیا کا اخلاقی فرض
۲۱۱	حضرت محمد ﷺ کی کامل بیرونی طبیعت پر شریعت و راہم و روانی اور خواہشات پر اسوہ و نبوی اور تعلیمات نبوی ﷺ کی ترجیح اس دنیا کی فلاح، معاونت اور تباہی و بلاء است
۲۱۹	انسانیت کے ساتھ وابستہ ہے
۲۲۹	ایک نیتی کو نئے کا قلم
۲۴۰	اس دنیا کی فلاح، معاونت اور تباہی و بلاء است
۲۴۳	صور زندی
۲۴۴	بہشت سے پہلے دنیا کے ملامت
۲۴۶	مصور بنی بہشت
۲۴۵	مصور بنی کامت کو پیغمبر
۲۴۵	واللہ اعلم کے پیغام کو مطالبہ
۲۴۶	کفار کی مصور بنی نوریہ
۲۴۷	دنیا میں، دنیوی ضرورتوں کے علاوہ ایک دوسری روشنی حقیقت بھی ہے
۲۴۹	تو میدانِ اہل و راجح سنت کی دعوت
۲۵۷	مسئلہ صرف دین و دنیا کا ہے
۲۵۱	ایمان کی سادہ سنی
۲۵۷	رسالت محمدیؐ کی عظمت

صفحہ	عنوان
۲۵۷	عصر جاہلی کا ہلیہ
۲۵۷	علم صحیح کا فقدان
۲۵۸	قوی اور وہ خیر کی کمی
۲۵۸	حق کی حمایت و تصدیق جماعت کا فقدان
۲۵۸	ایک آفتاب تار کی ضرورت
۲۵۹	فلسفہ اور شراب کی ایمان کا سرور اور اراشہ کو گمراہ کرنے کے لئے سازش
۲۶۰	جاہلی، حولی میں تبدیلی کی آئی ہوئی عالمی برکت ای، فی، سی سے نہیں ہے
۲۶۳	واجبی اصلاح و جدوجہد ملی قوم کی ضرورت
۲۶۳	بعثت محمدی کی انقلابی تاثیر
۲۶۳	ایک نئی دنیا کا ظہور
۲۶۵	عصر جاہلی کی تصویر
۲۶۶	نیا عالمی رجحان
۲۶۷	امت محمدی محمد رسول اللہ ﷺ کا مجر و عظیم ہے
۲۶۹	نبوت محمدی کا کارنامہ
۲۶۹	انسان کی اہمیت
۲۷۰	انسان فطرت کے اسرار و تقاضات
۲۷۱	انسان پر چیلنے سے بلند ہے
۲۷۱	نبوت محمدیہ کا کارنامہ
۲۷۲	واقعہ یونیس و تصور سے زیادہ دلکش ہے
۲۷۳	فراصل مختلف مہیلوں اور زندگی کے میدانوں میں
۲۷۳	بنیادین، جن پر اسلامی معاشرہ قائم ہوا

صفحہ	عنوان
۲۷۴	آزاد نعوں اور تجر پہ ہے اکتے قرصِ صبح کی ڈالی
۲۷۵	نعر انہوں کا زہرا و رمان کی سادی
۲۷۶	اسانیت نہ مٹتی کہ نہ
۲۷۶	پہنا اسلافی کا شہ
۲۷۷	ہم اسے بھر یہ کا اثرِ جد کی نسلوں پر
	سائنس اور مہدی اور محمدی نے لفظِ خداوند
۲۷۸	وہاں کے اذی بقیہ نہ تھی کے چلنے کو
۲۷۹	سائنسی ایمپاکت اور سائنسی مہم نے اور یہ قوم میں کارڈاری
	ہدایت کے نام اور انسانیت کے قائدِ خورشید زانماؤں کا
۲۸۰	انسانیت کے ساتھ اقی
۲۸۱	ظاہروں نے پائ انیسا ساید امام بنی نہ روت
۲۸۱	اہانت اور اخلاص
۲۹۱	میت نے سے تھوڑ اور نہ ت
۲۹۱	جسمیت انہی کی حقیقت
۲۹۳	انیسا ان میت کے حلقہ اور مے تیں
۲۹۳	الطف و حقارت نے مر اور
۲۹۵	بہش و رت و اطوار کی فضیلت کا راز اور شعرا ابدی حقیقت
۳۰۶	انیسا ایک خاص تہذیب و طرزِ زیارت کے ہیں
۳۹۷	اور ان کی محرق تہذیب
۳۹۷	ان تہذیب کی خصوصیات و تمایزات
۳۹۹	انیسا کی اطاعت و تقلید پر قرآن کا زور

صفحہ	مضمون
۳۰۰	انبیاء کا جبر اور ان سے محبت
۳۰۲	جہنم کی محبت کی تاثیر اور طاعت رسول اللہ کی اہمیت کا اثر
۳۰۴	عالم و ملائی میں محبت کے فقدان کا نتیجہ اور زندگی پر اس کا اثر
۳۰۶	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طاعت و محبت ہی میں قوم کی فلاح ہے
۳۰۷	عالم اسلام اور ممالک عربیہ کے حوادث اور اسباب
۳۰۷	مثالی رہنمائی کی ضرورت
۳۰۷	مکتبہ و ماسور امت
۳۰۹	تہذیب و معاشرہ کی سطح پر صالح و فساد کی ضرورت!
۳۱۰	احسان کا نکتہ!
۳۱۲	امت کی مسلسل و سرکاری و غیر فانی!
۳۱۵	ایک بامقصد اجتماع
۳۱۹	سرزمین ہند کے دو عظیم کردار
۳۲۰	دارالعلوم کی بنیاد اور اس کی علمی و فکری ترقی کا معیار کیا ہے
۳۲۰	دوبند میں سچائی کے اصول کا تعین
۳۲۲	یہ سب بچہ و صاحب کا فہم ہے
۳۲۳	اتحادی و خصوصیات
۳۲۳	(۱) عقیدہ اسلام
۳۲۳	شاہ ولی اللہ کی خصوصیات اور ان کے کارنامے
۳۲۷	نئے دور کے فتنوں کے مقابلہ میں ندوۃ العلماء کا کارنامہ
۳۲۸	عربی زبان کی تدریس ایک زندہ زبان کی حیثیت سے!
۳۲۹	اپنی استعداد آپ سے مضبوط بنائیں

صفحہ	عنوان
۳۳۰	آخری بات
۳۳۱	اسلام کے مردان با وفا
۳۳۳	عورت اقبال کے کلام میں
۳۵۵	ایک مشائی شخصیت شیخ حسن ابن عبدہ
۳۶۴	دقت کی سب سے زیادہ جہش مردان کا راہبر مخلص عارفین

انتساب

میں اپنی اس کاوش کا انتساب اپنے والدین و امت پر کا تھا کی
بانپ کرتا ہوں۔ یقیناً یہ میرے لئے انتہائی سعادت مند کی
کا باعث ہے۔
جی ہاں! والدین کا وجود باسعود ہر اولاد کی ہر خوشی ملجھائے
مقصود ہے!

محمد رمضان نیپالی

خطبات کی اہمیت

قل رسول اللہ ﷺ

عليكم سعة لمة العلماء واستماع كلام الحكماء فان الله
تعالي يضي القلوب الممت بنور الحكمة كما يضي الارض الممت
بمضاء المطر . (الحديث)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اگر عوامی ہم نشینی اور اہل خدمت کا حکم سننے وغور پر زور نہ کرنا اور اس لئے کہ
حق تعالیٰ جس شے پر قلم بردہ کو نور نصرت سے ایسے رعد فرماتے ہیں جیسے مردہ
زمین کو بارش نے پانی سے۔

بحوالہ منہیات ابن حجر عسقلانی

عرض مرتب

اللہ رب العالمین کا صدمہ شکر ہے کہ ہندو خطبات علی میاں کی آٹھویں جلد بھی آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے، یہ جہد انشاء اللہ تاریخ و سیرت و سنت اور یاد و نیکان سے متعلق تھوڑے پر مشتمل ہوئی۔

اس سے پہلے کی تمام جلدوں میں آپ نے حضرت سی میاں کی تقاریر پر چاہو گا۔ یقیناً آپ اندازہ لگا چکے ہونگے کہ حضرت کس پایہ کے عالم دین تھے اور ان کی تقاریر میں سنت و کثرت در چمکا ہوا تھا، اسی درد کو لے کر آپ نے یہ کہ گوشتے گوشتے میں شے اور انسانیت کو صراطِ مستقیم کا راستہ دکھایا، آج حضرت علی میاں رحمہ اللہ اپنی قوم و ملت، اپنے چاہنے والوں اور اپنے قدر دانوں سے جدا ہو گئے ہیں لیکن اپنے پیچھے آنے والی نسوں کے لئے اپنی خصوصیات و صفات کے روشن نقش چھوڑ گئے ہیں، جن کو قائم رکھنا اور ان کے بڑھانا ان کے تدریس و ترویج کی ذمہ داری ہے اور اس ذمہ داری کو پورا کرنے میں ہماری اجتماعی ذمہ داری بھلائی ضرور ہے۔

آخر میں اپنے ان تمام احباب کا ترجمہ دل سے شکر یہ ادا کرنا چاہوں گا جنہوں نے اللہ اسے لکھا کہ خیر بنی بھر پر معاونت کی، اللہ تعالیٰ ان تمام دوست و امیب و ہر اسے خیر عطا فرمائے اور ان کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے۔

علاوہ ازیں حمد و ثناء میں سے انعام ہے کہ اپنی اماؤں میں اس نا فادہ اور ان کے والدین اساتذہ اور تمام معاونین کو یاد رکھیں۔

اور آپ کی تحریروں سے کوئی غلطی نہ رہے تو برائے شفقت اس نا کارہ کو صلیق کر دیں تاکہ آئندہ واقعہ پیش میں اس کی تصحیح کی جاسکے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت علی میاں رحمہ اللہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

خلج کی جنگ..... کیا کھویا کیا پایا

وہ اہم مقام جہاں پر مصر میں منعقد ہونے والی اس کانفرنس کے لئے لکھا گیا جو حق بن اسلام کی مجلس اعلیٰ اور وزیر خارجہ و کفایت حکومت مصر نے اپریل ۱۹۹۱ء کی ۳۶-۳۷ دسمبر تاریخوں میں یمن کی قومی اور جس میں خلج کی جنگ اور اس سے پیدا شدہ حالات و نتائج کا حقیقت پسندانہ اور متعصبانہ جائزہ لیا گیا ہے اور مسلم تباہیوں اور دوسرا ہوں کو بڑا اندازہ اور جرأت منہ نہ مشورہ دیا گیا ہے

الحمد لله نعمده ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن
سبائات اعدائنا من بعد الله فلا مضل له ومن يضلل الله فلا هادي له ونشهد
ان لا اله الا الله ونشهد ان محمدا عبده ورسوله الذي ارسله الله تعالى
بالحقی بشیرا ونذیرا وداعیا الى الله باذنه وسراجا منیرا O

چند سبقی جن سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے، چند خامیاں جن کا دور کرنا ضروری ہے۔

حضرات! ”خلجی جنگ کے بعد امت اسلامیہ کا مستقبل“ کے موضوع پر منعقد ہونے والا یہ اجتماع بروقت بھی ہے اور بر محل بھی، بروقت اس لئے کہ یہ ہے سبب اور لاحقہ جنگ ابھی ختم ہوئی ہے، اس کے اسرار کھل رہے ہیں اور نتائج سامنے آ رہے ہیں نہ تو اس کا کوئی جائزہ اور معقول سیب تھا نہ اس کے ممکنہ نتائج و عواقب کو سامنے لکھا گیا تھا اس کو ایک مجنوناں جست حصول قیادت و عظمت کا جنون یا جنگی دماغی دورہ (Hysteria) ہی قرار دیا جاسکتا ہے، اور شخص و انفرادی، قیادتوں، سطوت و اقتدار کے جذبے، بڑے ہوئے شوق اور نفوت و غرور کے مظاہروں کی تالیف میں ایسے مثالوں کی کمی نہیں، اس طرح کے قائدین کی غیر مست پیش کر کے اور ان کے زہن و امکان کی تخصیصات جن کو اس کے اس محترم و موثر مجلس پر چھائی ہوئی سنجیدگی اور شائستگی کو نہ بجز روح کرنا چاہتا ہوں اور نہ معزز حاضرین کی کبیدگی خاطر کا سبب بننا چاہتا ہوں اور

جن میں عالم عربی و اسلامی کے کامل احقر ام علماء اور اصحاب فکر و نظر، سیاست و اقتصاد، تہذیب و تمدن شامل ہیں بڑے فنکاروں اور معجزات کے ساتھ یہ کہہ چاہئے کہ اسلام کی شاندار اور مکمل تاریخ بھی اس طرح کے مہم ہوا افراد سے جلتی یا وہی الفاظ میں اس طرح کے سیاسی قیام پازوں سے خالی نہیں رہی۔ لاکھ اسلام کے پائیز پیمانہ، اس کی خیمہ نشین مہمات اور کے عظیم مقاصد اور بلند معیار کی روشنی میں یہ خود پر توقع کی جا سکتی تھی کہ اسلامی تاریخ اس طرح کی مہمات سب مشنوں اور فائدہ مندوں سے خالی ہو، لیکن اسلامی فطرت اپنا کام کرتی ہے، وہ ظاہر و باطنی ہے، خاص طور سے ایسی صورت میں جہاں صحیح طاقتور اور مؤثر تربیت کا فقدان ہو، یا اجتماعی و دینی احساب کا شعور و انسان نہ ہو، یا "رب العالمین" "اے اے مہم ہوا انسان" کا غایت پر ایمان نہ کھنڈہ الاقلب و ضمیر سو جائے ہو اور "خبر" کا خوف نہ ہو، جہاں ہر انسان سے اس کے اعمال کا حساب لیا جائے گا خواہ اس کا مرتبہ کتنا ہی پائیدار نہ ہو اور اس کا دائرہ اثر و نفوذ کتنا ہی وسیع کیوں نہ ہو۔

اسلام سب سے عظیم نمایاں مینا

بہر حال اب جنگ کے ہاں نہت گئے ہیں اور بھڑائی و ہنگامہ خیز مرحلے شروع ہو چکا ہے جس میں زیادہ دن تک جاتی رہنے کی صلاحیت بھی نہیں ملے گی۔ دینی اعتبار سے یہ اصولی حیثیت سے درست ہے، مگر اس وقت پرستی کی رو سے دراصل اگرچہ حالات اپنی وجہاً اُسے جوں کا توں کوئی فرمایا ہے لیکن دعوت اسلامی و ترجمان "پیام انسانیت" کے ایک کارکن فی حیثیت سے وہ بھی چند دستان جیسے مسافری ملک اور مذاہب و جمہودِ عالمات میں جہاں انٹر فوڈ دار نہ آسکتے ہوتے رہتے ہیں اور انسانی جانیں ضائع ہوتی رہتی ہیں وہ یہ کہتے ہوئے یہ اول مرتبہ فرماتے پھر یہ کہے اور غصہ بھٹ جا رہا ہے کہ کس جنگ نے اسلام کی شہرت و سخت نقصان پہنچایا ہے؟ سلام علیکم و تمناویں فرماؤں ہے جو انسانیت کے احترام اور جان و مال و عزت و توبہ دانی حفاظت کی دعوت دیتا ہے، ایسے معبود پر یمن رکھتا ہے، جو "رب العالمین" ہے اور ایسے نبی کا پیرو اور امتھی ہے جو "رمضہ للعالمین" ہیں، ایسے دین کی شہرت و عظمت کو اس جنگ نے اتنا نقصان پہنچایا ہے کہ تاریخ میں ایک مدت سے اس کی مثال نہیں ملتی، تاریخ کے ایک طالب علم

اور مصنف کی حیثیت سے اور ہندوستان میں "تحریک پیام انسانیت" کے ایک وامی کی حیثیت سے یہ بات میں پورے اعتماد کے ساتھ کہہ رہا ہوں۔ پیام انسانیت کی تحریک کو اللہ کا شکر ہے۔ ہندوستان میں تو قس سے زیادہ کامیابی ہے، وہ غیر مسلم اکثریت کے تعلیم یافتہ اور صاحبِ قلم و فہم رہنماؤں کی تائید اور ان کا اعتراف کرنے میں کامیاب رہی ہے اس تحریک کے رہنماؤں نے غیر مسلم دانشوروں اور قائدین کے تعاون کے ساتھ جواہر لال نہرو جیسے بڑے شخصیات کو بہت کامیاب رہے ہیں اور ملک کے مختلف طبقات کے ممتاز ترین لوگ ان میں شریک ہوئے اور متاثر ہوئے ہیں اور انہیں عراق کے خاندانِ اقدام نے اس تحریک کی راہ میں مشکلات پیدا کرویں، گویت پر عراق کا حملہ عراق کے علاوہ کچھ نہیں تھا، اس میں دینی وحدت و اشتراک و ہمدردی بھی خیال نہیں رکھا گیا، ماں و دولت نے ملاوہ بے شمار جانیں ضائع جوئیں، عزتیں پامان کی گئیں، انسانیت کی ناشکری ہوئی اور دولت و بدر واری کی آخری حدیں پار کر گئیں، جس نے برصغیر کے مسلمانوں کے سرِ شرم سے جھکائے، پیشانی عرق آلود، دنگلی اور بار بار ان وطن کو اس واقعہ کی بدولت کے لئے اب زبان کھولنی مشکل ہے، اگر ہمارے فیہ مضمہ بار بار ان وطنِ ظلمی جگہ اور گزرت جیسے اسلامی اور امن پسند ملک کے ساتھ عراق کے طرزِ عمل کی طرف اشارہ کریں یہ مسلمان کر دیوں کے ساتھ عراقی حکام کے رویہ کا تذکرہ کریں، جنہوں نے کسی زمانہ میں سلطانِ سناٹ العین اپنی جیسے اہل جلیل کو پیدا کیا اور وہ کہیں کہ جناب ہمیں اتنا ام نہ نیت کی دعوت دینے سے پہلے ذرا اپنے گھر کی دلچسپی ہم ذہب لوگوں کی خبر میں اور مسلمانوں کی "مثالی قوم" کو دیکھیں تو ہمارے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔

مختتم حضرت! جنگ کے بادلی اگرچہ چھٹ چکے ہیں اور یہ منہوں سرِ حلا اثر چہ فترتہ چکا ہے، پھر بھی امتِ اسلامیہ کے حال و مستقبل کی فکر رکھنے والے مسلمانوں کو یہ جنگ اور اس کے دوران پیش آنے والے واقعات و حالات، چند حقائق کی طرف پوری قوت کے ساتھ توجہ کر رہے ہیں، جو اس مدت میں واضح ہو کر سامنے آئے ہیں بلکہ ان حوال و کوائف نے ہر سنجیدہ و باشعور اس امت کی فکر رکھنے والے اور تجربات سے فائدہ اٹھانے والے مسلمانوں کی نگاہیں اس امت میں موجود کمزوریوں اور اس کی صفوں میں موجود دراڑوں (Gaps) پر رکھی ہیں، بلکہ اس جنگ نے اس سے بھی زیادہ خطرناک اور دیر اور امت کے مستقبل پر لوش انداز

ہوئے ان غلاموں کو خیر کر دیا ہے۔ یوں جو انوں مسکافت اور شہر ذرا کچ بلاغ اور بہت ہی اسلامی تحریکات کے طرز فکر اور ان کے ذہن و شعور میں گھر کر گئی ہیں، ان کو خاص طور سے اس سوشل جگہ میں انقلابی تحریکات کے ساتھ جائزہ لینا، قوت و وضاحت کے ساتھ بیان کرنا اور مکمل غیر جانبداری کے ساتھ پتا دہانہ یوں کا محاسبہ کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ياايهاالدين امنوكونواقواميس بالحقظشهداءللذوالعسىانصكمالواللهموالاقربين (رواہ: ۱۳۵۰)

اے ایمان والو! تمہاری قومیں بالحق شہداء بنے ہو اور اللہ کے لئے کواہی دینے والے بنے ہو چاہے وہ تمہارے یا تمہارے والدین اور عزیزوں کے خلاف ہی ہو۔

میں نے ہمیں غیر خوش کن حقائق اور امت اسلامیہ کی (جس میں عرب مسلمان بھی شامل ہیں) موجودہ زندگی میں موجود قابل تشویش خط پر گفتگو سے پہلے اس امر پر توجہ دے رکھی کہ چاہئے ہیں کہ یہ کونفرس اس طرح بدولت ہو رہی ہے اس طرح اور مناسب ترین ہند میں منعقد ہو رہی ہے، اللہ کے مصلحت سے یہ مفاد پر یہ ہے اور اس کو یہ شرف بخش ہے کہ انتہائی نازک اور خطرناک سیاسی میں اور جیسے کہ قرآن میں آیا ہے۔

ذابلعت الشراقی وقبیل من راقی

اور جب جہن خلق میں جائے اور جہاز چوں کہ گئے والوں کی تشریف دے گئے۔

ایسے وقت میں اسلام کی عزت و شرف اور قدس و اسلامیہ کی حفاظت کے لئے فیصلہ کن اور قائم نہ کرنا اور اس کے کمر تمام کارکن میں دوبار ضرور لینا ہوتا ہے جن کی طرف سے خطرہ آگاہ رہ کرنا ضروری ہے۔

پیر موصوفی خود ہے کہ عرب کے حلیہ کی عیسائی اپنے بادشاہوں، افغانی سربراہوں اور پرجوش اور صوفیوں، پانچویں کے ساتھ اور بے تعلق عزم و ارادہ کے ساتھ نہ کم سام پر ٹوٹ پڑے، ان کے عزائم یہ تھے کہ جزیرہ عرب اور زمین شریفین پر قبضہ کر لیں، وہاں سے اسلام کے آئینہ و شہادت منوریں، اور ان مقدسات کی توحید کے مرتقب ہوں جن پر مسلمان اپنی جات اپنا مال، بچی عزت اور اپنے خون کا تحریق نظر نہ تک قربان کرے، پرچہ درج ہے جس

مصر اور سینا حجہ سے عالم اسلام کو لاحق خطرات کے حلسہ میں ہم ایک سبب انحصار میں مقرر فی صنف اسیتے میں یوں، (STANLEY LANEPPOOLE) کی شہادت پیش کرتا ہائی کہتے ہیں، "وواقی مشہر کتاب "معان الدین" (SALADIN) میں لکھتے ہے۔"

”میں اس طرح سمجھے، جیسے کوئی پرانی لکڑی میں چھپو کئے تھوڑی دیر نہ ہو
مسطح ہونے کا کارورثہ تمام کے لئے کوئی نئی تعمیریاں نہ بنیں۔“

اس موقع پر علامہ اقبال کا ردِ مذہب یہ فیصلہ دیا کہ مسلمانوں کو قبلہ اولیٰ بیت المقدس کی طرف منسوب ہونے کے جتنی بھی ارادے ہوں، ان کو عمل میں نہ لانا چاہیے۔ ان کے لئے صرف مسجد نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونا چاہیے۔

صدائے اعراب الملک العادل نور الدین زنجی کے سپہ سالار نور الدین کی طرف سے مصر کے حاکم تھے اس طرح سے مظہر کا نام اور شاندار فتح کے ساتھ مصر کا نام ہمیشہ کے لئے وابستہ ہو گیا۔ یہ قضیت صلاح الدین کی صورت میں مصر کی قیادت کے لئے پیش آئی تاہم یہ کہ اس نے اللہ کی مدد سے راجہ مصر کے بہادر مسلمان سپاہیوں کے ذریعہ یہ کارنامہ انجام دیا، انہیں پولیٹکس

فقہ امام ابن سلطان نے کہنے سے پہلے ہمارا غسان وندین کا وہ نیک و قویٰ شخص ہو گا یا یہ ممکن رہا تھا کہ یہ اہم حق ممکن ساحت نیک چہنی ہوئی نکلی ہوگی۔ نئے نئے محکمہ کی بھی وہ دونوں صرف سے دب رہی تھی مابعدہ دونوں صرفہ جو چیز اسے پہنچ رہی تھی وہ دایم حق کا وقت کے وقت ملتا تھا۔ ذمہ دار ہر ایک اندیشہ کی بندرگاہوں پر کاٹا نہیں ہو جانے سے مسلمانوں کا ایضاً ایک عجیب و غریب پر بھی ہوشیار انسانوں نے عصر کے صدیوں کا تقاضا یورپ سے متعلق روایا۔

سلطان سلامت ابدین خود اس کا اعتناق فرماتے تھے اسے کارۂ مہر میں مسر کا بحر حضرت،
ایک مرتبہ انہوں نے کہا:-

”جس خدا نے مجھے ضروری تو میں سمجھا کہ علمِ طہین بھی التاؤ مجھے دینا ضروری ہے۔“

ایک مار بخئی الہیہ

”وہ واقعہ ساتویں صدی ہجری میں عالم اسلام پر تاریخی یوڈیٹ بن گیا ہے یہ یوڈیٹ عالم اسلام

کئے لئے ایک نئے عظیم قلعے میں۔ یہ نئے اسلام کی چوٹیں بن گئیں۔ مسلمان مہموت و
مشہور تھے، ایک سرے سے دوسرے سرے تک یکے بڑے اور بڑے کا حکم دے رہے تھے،
تاتاریوں کو ایک بلا کے سبب دریاں سمجھا جاتا تھا اور ان کا مقابلہ ناممکن اور ان کی شکست ناقص
قیاس سمجھی جاتی تھی، یہاں تک کہ ضرب و قتل کے طور پر یہ فقرہ مشہور تھا "اذا قیل شک ان
لنقو امهر مو افلا تصدق" (اگر تم سے کہا جائے کہ تاتاریاں کو شکست دینی ہے تو یقین نہ
کرنا۔)

میرے بھائیوں، دوستوں، اس نازک موقع پر جو سیلابی حلوں سے بھی زیادہ عمدہ پائے
تھے، مسلمان بادشاہ، حکمران، اور قیادتیں، تاتاریوں کا مقابلہ کرنے کے لئے سامنے نہیں آئیں،
انہوں نے تاتاریوں غلبہ و استیلا کو قہر میں کا فیصلہ اور عذاب الہی سمجھ کر کھاتھ اس موقع پر ایک بار
پھر مصر سامنے آیا اور تاتاریوں کے مقابلہ اور شکست دینے میں سبقت حاصل کی، مصر کے حاکم
الملک المنظر سیف الدین قطز اور اس کی بہادر معمری مسلمان فوجوں کو یہ شرف حاصل ہوا کہ
تاتاریوں کے شکست کھانے کا عقول نہ ہوا بہت کریم اور ہمیں آتے ہیں۔

"شاء کے قبضہ کے بعد تاتاریوں کا رخ قدرتی طور پر مصر کی طرف تھا۔ اور یہی خواہاں اسحاق
ملک تھا جو ان کی غارتگری سے بچا ہو تھا، عجمان مصر الملک المنظر سیف الدین قطز کو معلوم تھا۔
اب مصر کی بری ہے اور تاتاریوں کی چڑھائی کے بعد ملک کی حفاظت مشکل ہے۔ اس لئے
مناسب سمجھا کہ وہ مصر میں داخلہ نہ کرنے کے بجائے آگے بڑھ کر شام میں تاتاریوں پر خود حملہ
کرے۔ چنانچہ ۷۵۵ھ رمضان المبارک ۷۵۵ھ کو یوں جاؤ کہ مقام پر تاتاریوں اور مصر کی اسلامی
فوج میں مقابلہ ہوا اور سابق تجربوں کے بالکل خلاف تاتاریوں کو شکست فاش ہوئی وہ بری طرح
بھاگے، مصر میں نے ان کا تعاقب کیا اور بڑی تعداد میں گرفتار کیا۔
علامہ سیوطی "تاریخ الخلفاء" میں لکھتے ہیں:-

"تاتاریوں کو شرمناک ہزیمت ہوئی اور خدا کے فضل و کرم سے مسلمانوں نے ان پر فتح پائی۔
تاتاریوں کا قلع عام ۷۵۵ھ اور وہ اس طرح ہراسہ ہو کر بھاگے کہ لوگوں کی ہمیشہ بڑھ گئیں اور
آسانی سے ان کو پکڑ لیتے تھے اور لوٹے تھے

عین جاؤ کہ کے معرکہ کے بعد سلطان الملک الغامر بھروسے نے متعدد ہزیمت تاتاریوں کو شکست

دی، اور سارے ملک شام سے ان کو بے دخل کر دیا اور اس طرح وہ کہلوت غلط ثابت ہوئی کہ
تاریخوں کی شکست ممکن نہیں۔

الہ، غیر معمولی مثالوں کی روشنی میں مصر کو اسلامی تاریخ میں اپنے کارناموں اور خدمات پر
فخر کا حق حاصل ہے اس کو اشد کی تائید و نصرت اور مقدس و نازک فریضہ کے لئے انقلاب پر بارگاہ
انسی میں شکر گزار ہوتا چاہئے، اسلام اور مقدسات اسلام کے تحفظ میں مصر کی شاندار اور قابل
فخر تاریخ کا تقاضا ہے کہ اس دور میں بھی اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے سامنے آئے، قائدانہ
کردار ادا کرے۔ اور اپنے ترکش کے تیروں۔ شہادت اور تعمیر کی تیروں کو سامنے لائے مصر کو قدیم
زمانہ سے ”کنز الاسلام“ اسلام کا ترکش کہا گیا ہے، اور اسلام کے ترکش کے تیر نہ کبھی خستہ
ہوتے ہیں نہ نشانہ خط کرتے ہیں، آج کے نازک دور میں ”کنز الاسلام“ سے جو تیر مطلوب
ہے، اور اس ملک سے جس کردار و عمل کا انتظار ہے وہ ہے نئے حقائق کا شعور و ادراک اور ان کا
اعتراف و اظہار کوئی پر عراق کے ظالمانہ حملہ، صدر حسین کے فیض عافیت اور مغرورانہ طرز عمل
اور عرب اور دیگر مسلمان اقوام کے رد عمل کے نتیجہ میں بہت سے نئے حقائق سامنے آئے ہیں۔
امت اسلامیہ، اسلامی تنظیموں اور مسلم برادری کے ذہن اور طرز فکر میں بہت سی خامیوں اور
دراڑوں سے پرہز ہٹ گیا ہے۔

محترم حضرات! یہاں میں عام مسلمانوں کے طرز فکر، ملک کی مصیقت و ذرائع ابلاغ یا
زیادہ وسیع طور پر، شیخ الفیظ میں ان کی زندگی میں موجود خامیوں، دوران کے علان، امت کی مصیبتوں
میں پڑنے والی دراڑ اور ان کے پر کرنے اور قرآن وحدیث اور تاریخ انسانی کی شہادتوں کی
روشنی میں امت کے مستقبل پر مرتب ہونے والے خراب و خطرناک نتائج و عواقب سے محفوظ
رکھنے کے اصولوں کی طرف امت کا ذہن بنانے والے تعمیم و تربیت کے ذمہ داروں صحافیوں
دعوت اسلامی اور ”صحفہ اسلامیہ“ کی خدمت انجام دینے والوں کی توجہ مبذول کراؤ چاہتا
ہوں۔

۱۔ عام مسلمانوں، خاص طور سے نوجوانوں کی ایک اہم کمزوری جو اس جنگ کے دوران
بہت نمایاں ہو کر سامنے آئی ہے وہ ہے پر جوش نفروں، بلند بانگ دعووں اور سرگمیز و بعدوں
سے فریب کھانے کا مزاج یا مستقل صلاحیت ہے، اس سلسلہ میں عام مسلمان نہ تو غرور کھانے

والوں کے افکار و عقائد دیکھتے ہیں، نہ ان کے ماضی کا جائزہ لیتے ہیں، نہ ان سے سیاسی و فکری تحریکات اور ان کے فکر و فلسفہ اور مقاصد و اہمال کو دیکھتے ہیں۔ جن سے یہ نعرہ لگاتے والے پوری طرح مربوط و ہم آہنگ ہوتے ہیں خاص طور سے اگر یہ نعرے اور انگلیں کسی بڑی طاقت کو چیلنج کرتی ہوں اور انگلیں مارنے والے جرأت و حوصلہ مندی کا مظاہرہ کریں تو عام مسلمان اور خاص طور سے نوجوان شدید متاثر، جذباتی ابال اور ایک طرح کے دماغی دورہ (HYSTERIA) کا شکار ہو جاتے ہیں جس کو کسی طرح قابو میں نہیں لایا جاسکتا ایسی صورت میں نہ دینی ادیکام و مصالح کا پاس و لحاظ ہوتا ہے، نہ علمی تنقید و تحلیل اور نہ عادات و تقاضا کی کار بند حالات و حقائق کا دیا شدہ ارادہ اور غیر ہائیدہ ارادہ تجزیہ ہی کچھ مفید ثابت ہوتا ہے، بلکہ کھوٹی ہوئی پانڈی کی طرح جذبات میں ابال آ جاتا ہے جو اکثر دین، عقائد اور شعائر اسلام سے اعراض بلکہ ان کی اہانت تک پہنچا دیتا ہے اور دین کے نمائندہ علماء اور اصحاب اختصاص تو سب سے پہلے زدِ مس آتے ہیں۔ اس طرح کے جذبات کی مد میں بے سوچے سمجھے بہ جانے والوں کی تبلیغ ترین صفت سیدنا علی بن ابی طالبؑ نے ایک جملہ میں بیان فرمائی ہے جن کو اس صورت حال کا بار بار سامنا کرنا پڑا تھا اور جنہیں دوسرے ائمہ اسلام کے مقابلہ میں اس طرح کے حالات سے زیادہ سابقہ پڑا تھا، آپؑ نے اہل عراق کے بارے میں فرمایا تھا۔ ”انبیاء علی ماعقب“ (ہر زور سے بولنے والے کے پیچھے بھاگنے والے ہیں۔)

لہذا امت کے مختلف طبقوں میں یہاں تک کہ دیندار اور تعلیم یافتہ طبقہ میں بھی ضرورت اس بات کی ہے صحیح دینی، اسلامی اور سیاسی شعور پیدا کیا جائے، نیک و بد کو سمجھنے کی صلاحیت کو تقویت دینا چھائی جائے، نئے مسائل پر غور کرنے، ان کی گہرائیوں تک اترنے اور ان کے نتائج و عواقب کا صحیح اندازہ لگانے کی قوت میں جلا پیدا کرنے کی کوشش کی جائے اور ان کو صفائی اور صراحت کے ساتھ بتلایا جائے کہ عقائد و افکار کے اصل اور صحیح ماخذ کون سے ہیں اور قوت و نشاط کے حقیقی چشمے کہاں ہیں۔

مسلم عوام اس بات کی طرف دعوت دینے کی ضرورت ہے کہ وہ اپنے زمانہ کو سمجھیں، زمانہ کے مشکلات و مسائل اس میں جاری و ساری رہ، تقاضات، تحریکوں، اسلام کے بارے میں ان کے دینہ زندگی پر مرتب ہونے والے ان کے اثرات، دین کے مستقبل کے لئے ان سے لاحق

فطرت اور نئی مسلم فطرت کے ذہن پر پڑنے والے سربوں کو ذہن میں رکھنا سیکھیں، ان قیادتوں کے متبع نظر اور ان کے اغراض و مقاصد سے ناواقف نہ رہیں، جو ٹکوں پر اور سانچ پر اپنا قسط قائم کرنے کے لئے کوشاں ہیں جو سوچ کو اپنے عقائد اپنے افکار، نظریات اور اپنے آدرشوں کے سانچے میں ڈھالنا چاہتے ہیں، جو زندگی کوئی راہ اور نیارٹھ بنا چاہتے ہیں۔ ان طاقتوں، رجحانات، افکار اور قیادتوں کو نظر انداز کرنے اور اپنی جماعتوں کا اپنے قول میں بندہ ہونا خود ان تحریکوں کے لئے خطرہ بن سکتا ہے، ان تحریکوں کی دینی دعوت ان کی سرگرمیاں اور فرائض و واجبات، طہارت و عفت کی زندگی اور فرائض کے انتہائی سنگین محدد ہیں تو خطرہ اس بات کا ہے کہ مجھوت گذرنے کے بعد، این پر عمل اور شرعی احکام کے نفاذ کی آزادی سلب کر لی جائے اور حالات ان کے لئے اس قدر دشوار ہو جائیں جس کی تصویر کسی قرآن نے اپنے بیخ کوہ ہجرانہ اسلوب میں کی ہے کہ۔

صافقت علیہم الارض بعباد حیت و صافقت علیہم انفسہم

زمین ان پر باد جو داپنی فراخی کے تنگ ہوئی اور، خود اپنی جانوں سے تنگ آ گئے۔

جذبائی غروں، دعوؤں، وعدوں اور کھوکھلی شجاعت کے مظاہرین سے فریب کھانے سے لئے جمہوریت تیار رہنا زبردست خطرہ ہے (خاص طور پر اس امت کے لئے اپنے عقیدہ پر اور اپنے پیغام پر قائم رہنے کے لئے اور نوع انسانی کی ہدایت و رہنمائی کا فریضہ کی انجام دہی کے لئے جتنا اس سے بھی بڑا کڑا آسانی شریعت اور اس آخری دین پر قائم رہنے کیلئے اس طرح مسلمانوں کا یہ رویہ قرن اول سے لے کر اس وقت تک کے ان کے مصلحتین و محذاتین، مجاہدین اور حکومت اسلامی کی راہ میں اپنی جان قربان کرنے والے شہداء کی تمام کوششوں پر پانی بھیج سکتا ہے، اس سے خطرہ اس بات کا پیدا ہو گیا ہے کہ اس امت میں اور قدیم ترین اسلامی ممالک میں بھی مغربی بیسیائیوں کا یہ تصور کا رقبہ نظر آنے لگے کہ "دین ایک ذاتی معاملہ ہے، جو اللہ اور بندہ کے درمیان محدود ہے، قانون سازی، سیاست اور زندگی کے دوسرے میدانوں میں اس کا عمل دخل نہیں۔"

امتِ اسلامیہ کو صحیح قیادت کی ضرورت

اس امت میں عرصہ سے ایسی طاقتور اور جرأت مند قیادت کا فقدان ہے جس سے اندر پنجابی روئ کا رخ ہو، جسے اپنے عقیدہ پر فخر ہو، اپنے کی رہنمائی کندہ منصب اور اس کی ذمہ داریوں کا شعور ہو اور بڑی حد تک مغربی یا مشرقی بڑی طاقتوں کے ہمارے سے بے نیاز ہو، یہ بڑی حقائق ہیں اسلامی کوششیں اور وسیع تر حلقہ و اثر رکھنے والی اسلامی تحریکیں کو ناکام بنانے اور اسلامی ملک کو ایسی عقیدہ پرستی اور فوجی غنائیتوں سے جن پر اپنی فکر غالب ہو، جو اپنے ملک میں شریعتِ اسلامی کا نفاذ چاہتی ہیں، جو اسلامی فطرت اور مسلمانوں کی قوت و شوکت کے اعتراف رکھتی ہوں، محروم کرنے کی ہر طرح کی سازشیں کرتی رہتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پورا سامع اسلام ماضی قریب میں بہترین رہنماؤں سے محروم رہا۔

پھر بھی یہ لحاظ رہے کہ قوت و شوکت اور بھی کبھی فطر پندگی سے متاثر اور محبوب ہونا فطری بات ہے جن صفات سے انسان خود محروم ہوتا ہے ان سے متاثر ہوتا ہے اور اسلام کی تاریخ شجاعت و شہادت اور جہاد سے بڑے خطرہ کو خاطر میں نہ لاتے کے واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ لیکن اس دور کے باضمیر اور غیر متعصب مسلمان کمزور مضبوط اور آراء و مصلحت طلب قیادتوں سے تنگ آ گئے ہیں، یہ بھی حقیقت ہے کہ اکثر مسلمانوں اور خاص طور سے نوجوان بڑی طاقتوں کی سرپرستیوں اور ان کی سازشوں سے واقف ہیں اور ان سے نفرت کرتے ہیں۔

ابھی ضرورت اس بات کی ہے کہ ایسی قیادت کو سامنے لانے پر توجہ دی جائے جو طاقتور ہو، جرأت مند ہو، صاحبِ ایمان اور ہوش مند ہو، اللہ نے ان کے ملک کو جو طاقت و ثروت عطا فرمائی ہے، ان پر اعتماد رکھے، ان میں انسانیت کی کوششیں نہ، نیکنائوتی صنعتوں اور فوجی قوت پر توجہ دے ممکن حد تک غیروں سے بے نیاز ہو، ایمانی قوت، قوم و ملت کے اخلاص و ایمان و عقیدت کے دفاع کے لئے قربانی کے جذبہ پر اعتماد کرتے ہوئے اسلامی مصلحت اور صحیح عقل و قیادت کے خلاف کسی بھی سازش کے مقابلہ میں یا اسلامی مسائل و مسائل میں کسی بھی دخل اندازی کے سامنے جم کر کھڑی ہو جائے۔

۴۔ اسلامی ممالک میں مثبت اقوال اور متحرک اور طاقتور اپنی تحریک سے قوم و استحکام پر توجہ

ہو گیا بھی ضروری ہے، ہمارا رجحانی نہیں ہے کہ ہم اس سے خطرہ محسوس کرے اور اس کو مستحکم
کمزور کرنے کی کوشش نہ کرے، اس کی قدر اور بہت افزائی کرنی چاہیے، اسلامی معاشرہ کی
تکلیفیں و تکلیفیں، اس نے استحکام و بقا کے لئے ایک ایسی اسلامی دعوتی تحریک پر مبنی بنائی ہے
جو ملتی ہے جو امرِ الٰہی و حرامات و ہمت، بلند مقام اور پیش پائی کی سنت سے متصف ہو، جو ایسی
طاقتوں اور قیادتوں کا ساتھ دے کر ان کی طاقت و صلاحیت کو بڑھاتی ہو، جنہوں نے پوری امت کو
دیوار کے کونے کونے کی تمام قیادت اپنے ہاتھ میں لے رکھی ہے اور انہوں نے مل کر ایک ایسا
نئی قوموں کی مانند بن چکی ہیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قومِ مسلمانی
جس کی طرف ابھی اشارہ کیا گیا، مغربی تمام اقوام کے مقابلہ میں بعض صفات کے
تور بہت ممتاز ہے۔

اپنی امت کو قیاس قومِ مغرب پر نہ

خاص ہے تائید میں قومِ مسلمانی

یہ صفات ہیں اللہ و آخرت پر ایمان، زندگی، بے شکئی کا شعور، ہر دینی تشریح اللہ کے لئے
زندگی کی لذتوں اور سائنسوں کی قربانی، شہادت کا شوق، جنت اور دہشت کی
امید، اللہ کے دے دے کے لئے اجر و ثواب کا یقین اور اس کے لئے جان و مال سب قربان کر دینے
کی ترقی، سبہ مثال صدیقوں کی یہ چٹکاروں، فتنوں میں اسی طاقتور شخصیت، باقی کی، جو ان کے
اسلامی جوش و خروش، دے، اثر و کارکردگی کو شعاع ہواں بنائے اور ابھی باقی قریب تک بعض
مخلص اندہ اس نے یہ کارنامے کرنا چاہیے، قرآن کریم کے انی مسلمانوں کی اس خصوصیت،
کی صرف اشارہ کیا ہے، جو ان کے، شہادتی اقامہ و مس کے سوا ان اور بہادران سے ان کا
راجہ آسمانی یقین اور ایمانی رہنمائی سے متعلق ہوا ہے، کے مقابلہ میں ممتاز کرتی ہے۔
تمی فاما ہے۔

و لا تہتوا فی ابتغاء القوم • ان تکتو بوائتالمون فہم مانعون کما تالمون

و نہ توجھو من اللہ حال ہرجون

اور مخالف قوم کے متعلق میں ہمت نہ ہارو، تمہیں (مسلمان) کو روکنا ہے تو ان کو بھی روکو

یہ سچ ہے (لیکن) ہم اللہ سے (جو وہاب کی لہو امید میں رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھتے۔
یہ وہی دولت ہے جس کی کوئی مثال نہیں، ایسی طاقت ہے جس کا کوئی جواب نہیں اور
مسلمان ملکوں اور قوموں پر زیادتی ہوئی بلکہ ان ملکوں اور قوموں میں قائم حکومتوں اور قیادتوں
کے حق میں بھی یہ زیادتی ہوئی کہ وہ اس سے گھبرائیں اور اپنی قیادت و حکومت کے لئے ان سے
ذخیرہ محسوس کریں، ان کو اپنا حریف سمجھیں اور بات یہاں تک پہنچ جائے کہ ان کو ختم کرنے اور
ان کے اثر و نفوذ سے نجات حاصل کرنے کے لئے ساری طاقتیں اور سارے وسائل جن میں
سماعت، دیگر ذرائع ابلاغ اور نظام تعلیم و تربیت وغیرہ بھی شامل ہیں، وقف کر دی جائیں، یہ
ایک بے عمل جدوجہد ہے اور قوم و ملک کے عزیز ترین فرزندانوں کے خلاف جنگ کی ایک
شکل ہے، جو نازک گھڑی میں ان کے کام آ سکیں۔

ان مسلمان اقوام کا ایک نمایاں اور معروف وصف اللہ اور اللہ کے دین کے ساتھ اخلاص بھی
ہے، شرط یہ ہے کہ اس کے اظہار کا صحیح موقعہ محل فراہم ہو، کوئی اللہ کے نام پر اور اسلام کے نام
پر آواز دگاتا ہے تو مسلمان اس کی طرف ایسے جوش اور جذبہ کے ساتھ چلتے ہیں جس کی اس
زمانہ میں نظیر نہیں ملتی۔ مسلمان حکومتوں اور قیادتوں کی کمزوری ہے کہ وہ حقائق کو نظر اندازی کرتی
ہیں اور اس حقیقتی سرمایہ اور زیر دست طاقت سے فائدہ اٹھانے کے بجائے اس کو دبانے اور
پھانسنے کے لئے ساری طاقت، مذہب و وسائل صرف کرتی ہیں۔

اسلام علی حرب قومیت کی اساس و بنیاد ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم عالم عربی کی روح ہیں۔
اس کے قائد اور امام ہیں اور ایمان کی طاقت علی عربوں کی اصل طاقت ہے، عربوں نے جب
اس طاقت سے فائدہ اٹھایا تو پوری دنیا پر چھا گئے، آج بھی اس کے اندر وہی قوت و صلاحیت
موجود ہے عرب اقوام آج بھی اس کی مدد سے اپنے دشمنوں کو شکست دے سکتی ہیں اور اپنا تختہ
کرسکتی ہیں۔ اسلام اور ایمانی قوت کے بغیر عربوں کا نہ کوئی امتیاز ہے نہ وقار و اعتبار، نہ کوئی
تشفیع اور جیسا کہ علامہ ذہبی نے کہا ہے۔۔۔

نہیں وجود حدود و مہجور سے اس کا

محمد عربی سے ہے عالم عربی

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے علی عربوں کو دنیا کے سامنے ایک حقیقت اور ایک مستند شخص قوم

کی حیثیت سے پیش کیا، یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے اور قومیت اور وطنیت کے مقابلہ میں اس حقیقت کو تسلیم کرنا، اس کو اپنانا اور اس کا پر جوش و آہنگ بنانا چاہئے۔ عالم عربی کو پورے عالم اسلامی سے مربوط کرنے کا یہی سب سے مضبوط و مستحکم ذریعہ ہے اور اسی وجہ سے پوری دنیا کا مسلمان عالم عرب سے محبت و ہمدردی رکھتا ہے، اس کی حد اعتدال اور اس کے لئے قربانیوں کو تقرب الی اللہ کا ذریعہ سمجھتا ہے یہ سب سے بڑی حقیقت ہے جو عام عربی و مغربی اور غیر اسلامی قوموں کی نظر میں بھی ممتاز مقام رکھتی ہے۔

لیکن حد تک ناز و غصہ اور عیش و عشرت کی زندگی سے دور رہنا چاہئے، ترقی و تمدن کے مظاہر میں مبالغہ نہ ضرورت کے اخراجات، لذت و شہوت اور شان و شوکت کے ظہار کے لئے اللہ کی نعمتوں کی ناقدری کوئی پسندیدہ بات نہیں، ایسے اعمال و اخلاق سے پرہیز لازم ہے جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند نہ ہو اور تہذیب و تمدن کے نام سے مانع بن سکتے ہوں۔

چھٹی صدی قبل مسیح کی روٹی اور ایرانی تمدن جو زینت، دولت و ثروت، نہ پر تکلف زندگی کی آخری حدوں تک پہنچ رہا تھا اس کے مقابلہ میں قدیم عرب مسلمانوں نے اپنے اسلامی اخلاق، سادگی، فضول خیزی سے احتیاط، محبت و مشقت کی زندگی اور شہسواری کی خصوصیات کو باقی رکھ رکھا تھا آج بھی اس زندگی کو اپنانے کی ضرورت ہے اور اگر تمدن و تہذیب کو کبھی حد تک ضروری ہو تو اسے ان قیامات کے سانچہ میں ڈھال دینا ان اخلاق و آداب کے رنگ میں رنگ دینا اور ان مقاصد اور نشانوں کے تابع بنا دینا چاہئے۔ جن سے اسلام کے ذریعہ اللہ نے اس امت کو نوازا ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ جو قوم بھی عیش و عشرت، آسائش و راحت کی کثرت اور ناز و غصہ میں ڈوب گئی، اس میں جاہلیت کی عادتیں پھیل گئیں اور اخلاقی خرابیاں پیدا ہو گئیں، وہ دوسروں کے خالص حیلوں کا نشان بن گئیں۔

سنة الله في الدين علوا من قبله و كان امر الله لعمرو مقصودا

یعنی اللہ کا معمول رہا ہے ان لوگوں کے بارے میں جو پیچھے گزر چکے ہیں اور اللہ کا حکم خوب سمجھ کر نہ سمجھا ہے۔

حضرات! اساتذہ ہدی ہجری میں اسلامی معاشرہ میں، مہم طور سے یہی اخلاقی خرابیاں پیدا

ہو گئی تھیں جب تاریخوں کا سیلاب عام سماج پر سرازیر ہوا جس نے نسلی ورونی آئین عام کی شکل اختیار کر لی، تاریخی حصے سے پہلے خود کے مسلم معاشرہ کے حالات کا اندازہ رکھنے کے لئے ہم یہاں "صرف ایک بڑے مورخ کی شبہات پر گفتگو کرتے ہیں، اس زمانہ میں دوسرے مسلمانوں کے اور شبہات کے حالات اس سے زیادہ مختلف نہیں تھے، مفتی قسب الدین امروہوی اپنی کتاب "الاعداد ہا حاکم، بیت القدر الحرام" میں لکھتے ہیں۔

مر لہوہوں نہیں لمعاہد، سناکوں علمی شیط معاذ فی ظل تحجین وماء معین،
وفا کچھ و شراب واجتماع احباب واصحاب، ما کفایتو احزاب ولا دافعو
ضعفا ولا صمد۔

میں خوش قسمت کے لئے لوٹ رہے تھے، بعد میں (درجہ کے) اس شخص پر آزاد تھے، یہاں
تھنا سارے تھا، باوجود انصاف پائی تھا جس سے اور مشروبات کی کثرت تھی، دوست احباب کی
مجلسیں تھیں، جنگ کی مصائب سے رہے نہیں تھے، تہذیب اور تہذیب اور تہذیب کی تہذیب
- فی حق -

مسلمانوں کی طویل تاریخ کے اندر بہت سے مسلم معاشرہوں مسلمانوں قوموں اور وسیع اور
ترقی یافتہ قوموں میں خوش چینی اور فخر و غرور کی سبب یہاں دہرائی گئی اور اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے
کہ بعد ازاں یہاں ہوا شدت و دوست میں کڑھائی رہا ہو تو ان معاشرہوں کے قدر و قیمت یا
ان نعمتوں کی قیمت (حیثیت اس کا سبب بنی ہے۔

اس مرحلہ پر اس امر کی ضرورت واضح ہو کر رہ گئی ہے کہ عرب اور اسلامی قوموں اور
قوموں کی اپنی ایک سوڑ ہو رہا تھا تنظیم ہونی چاہئے جو اسلامی ممالک اور ان کے عرب
ممالک سرگرمی ہیں کی بین الاقوامی سیاسی و فوجی ضرورتوں کی دیکھ کر کچھ میں اقوام
متحدہ (UNITED NATIONS) کی جڑ لے گئے، آزادی اور عزت و قدر کے تحفظ میں ان
کی بہت افزائی کرے، اگر کوئی بڑا ملک کسی چھوٹے ملک پر حملہ آور ہو تو اس کی مدافعت کا
فریضہ انجام دے، اس طرح کے معاملات میں اقوام متحدہ یا کسی باہمی طاقت کی جہد اس کی
حرف رواج لیا جائے اور اس سے عدلیہ دیکھے، ایسی کسی تنظیم کو تہذیب و احترام اور وقار اور ان کی
حکومت حاصل عدلیہ چاہئے کہ وہ ان کی اپنی اسلامی ملک پر چارہایت کا مناسب جواب دے سکے۔

اور انسانییت پسند استبدادی قیادتیں اور ان کی بڑی طاقتیں اسے نظر انداز نہیں
اس طرح کی کسی تنظیم کی سب سے پہلی ذمہ داری یہ ہوتی جا۔ پنے کہ وہ نماز، مقدس اور حرمین
شریطین کی خاص طور پر اور چور۔ جزیرۃ العرب کے نقطہ و دفعہ کی عام طور پر ذمہ داری
سنیہ لے کر لگدنگی، اسلام کا اصل مرکز اور حوت، اسلامی کا حصہ ہے۔ یہ مسلمان کسی زمانہ میں
نہیں، ہوا، اور کسی جذبہ کی ہوں، ان کا عام و شرف، جواز، تقدس کی عزت و عظمت کے ساتھ وہ۔
ب۔ مذمت کی فہم ہے۔

جعل اند الکعبة فیت لحم ام قبیعا فساس والشیہ المحرم انما۔ ۱۹۷
انہ نے محمد نے مقدس گھر کو اسے توڑ دیا ہے۔ باقی۔ ہے، انہیں لیا ہے یہ حرمت۔ اے لے لے لے لے
یہ بات اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ نظام عام اور حقیقت، بیت اللہ الحرام کے
ساتھ وابستہ ہے، بالکل اسی طرح جیسے کہ عقائد اور اعمال و اخلاق کا نظام اس دعوت سے وابستہ
ہے جس کے لئے اس گھر کی تعمیر ہوئی ہے۔ مسلمان دنیا کے کسی کئی حصہ میں ہوں، ان کے لئے
مرکز اسلام۔ جہاں مقدس آخری وحی، نازل ہوئی اور جہاں نوع انسانی کے لئے نئی صیغہ صادق
ظاہر ہوئی۔ کے بارے میں انتہائی حساس اور غیر متزلزل مولانا املائی فرمیتے ہیں اور جیسا
کہ اساتذہ نے کہا ہے۔

فیہ ذلہ سلم کرم کی پاسپالی کے لئے

نیل کے ساحل۔ ہے، لے کر تہنیک و شہر

آخر میں اسلامی ممالک نے مذہبوں اور۔ ہر انہوں کی مذمت میں بھی ایک بات عرض کرنا
چاہتا ہوں۔

مکرم حضرات! قرآن، وحی، دعوت، اور ان کی تجدیدوں، اور انکے بات کی تاریخ کی روایت
میں سب سے بہتر اور مفید چیز ہے اللہ کے ساتھ صدق و اخلاق، اس کی طرف رجوع و تائب،
ساتھ ہی فرد و جماعت کی زندگی میں ہر ممکن اصلاح، انسانیت کے فرائض، اللہ کی تاکید و نصرت سے
نکھر نہ مرنے، اسے اخلاقی و فاضل کا ازال اور مانتی، سیاسی اور اجتماعی اور ان کی زندگی سے سستی
و کاہلی اور فسادات سے اجتناب، قرآن و حدیث اس پر شاہد ہیں، میرے مبارک اختلافات
راشدین اور صالح بادشاہوں کی زندگی میں اس کے بے شمار سونے سوہو، جن ان کی تفصیل اور

واقعات و امور کے تذکرہ و تبصیر کی یہاں ضرورت نہیں، خلاصہ یہ کہ انہی کی فتنہ اور فحشاں
اور ازلہ منمرات کی جدوجہد میں اللہ کی رحمت و مہربانی نے انہیں نصیبیتوں اور بدشاہیوں سے
وقت و قوموں اور مباحثوں کو برے زمانے سے محفوظ رکھنے کی وہ قدرتی قوت پیدا کر رکھی ہے۔ ان
سبب یہ تو انکی طاقت یا بڑی طاقتوں کی تہ تیغ و ممانعت یہ ساری چیزیں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

وما علیہ الا الفلاح والنسب

و السلام علیکم

موجودہ دور میں کیا ایسے معیوم کردہ گے کہ یہاں "عبد اللہ عوف" کے نام سے دعوت دینی کی دعوت
 شریعت دین اور اعتقاد و بدین کے سے قبیلہ قبیلہ کا نثر یا جا رہا ہے اس کے مستفیدین نہ وہیں
 مخلصین ہیں ان کو براہی ۱۰ ہمارا مصلیٰ اور وہ وہاں کو بھی "مخلصین" کہیں جو اس وقت کا ملک و
 اور اس ملک کا تعلق ہے اس کو سمجھیں اور اس وقت کسی جو سازش ہے تو اس کو مرنے و مرنے ہے
 اس کو سمجھیں "مخلصین" افغان میں سر یہ اور اہل کل - وہ اس قبیلہ پر تھوڑے تھوڑے ہیں کہ ان کے
 حکام سے است و ان کے لئے "مخلصین" کے نامی استیاء کے امر کو کوئی چیز نہیں کہتی
 وہ "مخلصین" کے تھوڑے تھوڑے اس وقت اس قبیلہ کا قاتلہ و قاتلہ اور اس کے ہٹاوی
 مقصد میں ہے اس لئے کہ اس کے باقی میں "وہاں" سید محمد علی صاحب مولوی رحمت اللہ علیہ کو
 جیسائی شہریوں کے واسطے پڑتا تھا وہ ان کے منظر سے گرتے تھے ان کو اس سے متاثر و
 کر کے میں یہ محسوس ہوا کہ اب ہمارے قتل کے مد میں کو اور ملک و وجود یہ خطرات سے واقف
 ہونا چاہیے اور ان میں تقابلی مطالعہ (COMPARATIVE STUDY) ہونا چاہیے ان کے
 اندر اس جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے اندر (جو عام طور پر فکری علمی اور سیاسی قیادت پر قادر ہا
 کرتا ہے) اسلئے کہ بارے میں احساس استری کو دور کرنے کی صلاحیت ہوتی چاہیے اور

عسکری میں پیش آیا اور مراد علی بن قاسم جو سولہویں صدی ہجری اور تیرہویں صدی عری میں
پاکستان میں اور پاکستانی قیامت میں رہا۔

سید علی کا شمار چاروں سو اور دہائی میں مقدس پر تو بغیر جہان کے لئے زمین اور ان کے
مستعمل میں حرمین شریفین میں شام کے سلطان محمد علی نے سید علی بن ابی طالب کو لیا۔ جس
کی قبر ان کے سلطان شریفین میں جہاد قریشی میں تھی۔ اور ان کے سلطان محمد علی نے شام میں
نہیں جہاد کی تھی۔ اس کی قبر ان کے سلطان محمد علی نے شام میں جہاد کی تھی۔ اور ان کے سلطان
محمد علی نے شام میں جہاد کی تھی۔ اور ان کے سلطان محمد علی نے شام میں جہاد کی تھی۔

پہلی بار میں رہے کہ اس وقت تک اور سید علی نے شام میں جہاد کی تھی۔ اور ان کے سلطان
محمد علی نے شام میں جہاد کی تھی۔ اور ان کے سلطان محمد علی نے شام میں جہاد کی تھی۔
اور ان کے سلطان محمد علی نے شام میں جہاد کی تھی۔ اور ان کے سلطان محمد علی نے شام میں
جہاد کی تھی۔ اور ان کے سلطان محمد علی نے شام میں جہاد کی تھی۔ اور ان کے سلطان
محمد علی نے شام میں جہاد کی تھی۔ اور ان کے سلطان محمد علی نے شام میں جہاد کی تھی۔

سید علی نے شام میں جہاد کی تھی۔ اور ان کے سلطان محمد علی نے شام میں جہاد کی تھی۔
اور ان کے سلطان محمد علی نے شام میں جہاد کی تھی۔ اور ان کے سلطان محمد علی نے شام میں
جہاد کی تھی۔ اور ان کے سلطان محمد علی نے شام میں جہاد کی تھی۔ اور ان کے سلطان
محمد علی نے شام میں جہاد کی تھی۔ اور ان کے سلطان محمد علی نے شام میں جہاد کی تھی۔

۱۰۰۰ھ میں سید علی نے شام میں جہاد کی تھی۔ اور ان کے سلطان محمد علی نے شام میں جہاد کی تھی۔
اور ان کے سلطان محمد علی نے شام میں جہاد کی تھی۔ اور ان کے سلطان محمد علی نے شام میں
جہاد کی تھی۔ اور ان کے سلطان محمد علی نے شام میں جہاد کی تھی۔ اور ان کے سلطان
محمد علی نے شام میں جہاد کی تھی۔ اور ان کے سلطان محمد علی نے شام میں جہاد کی تھی۔
اور ان کے سلطان محمد علی نے شام میں جہاد کی تھی۔ اور ان کے سلطان محمد علی نے شام میں
جہاد کی تھی۔ اور ان کے سلطان محمد علی نے شام میں جہاد کی تھی۔ اور ان کے سلطان
محمد علی نے شام میں جہاد کی تھی۔ اور ان کے سلطان محمد علی نے شام میں جہاد کی تھی۔

اس کے باشندوں سے متعلق خبر سے واقفیل قہ کو ایرانی محبوس ہوتے ہیں (اور انہیں سر قہ میں کے بارے میں ہمیشہ اس طرح کے تاثرات و روایت رہی ہیں) مطلق قہ کے نام سے اس کا پورا انتظام کیا گئی ایرانی خدائے بڑے کا جانا بجا ہے۔ اس کے لئے کو باطنی محبوس قہ میں اور جو عقل تھے ان سب پر آدمی دفعہ دینے تاکہ کوئی ایرانی نہ آئے یہ کہ رطلین اذقانی کو تہہ اور ہی سحر تھا۔ اللہ تعالیٰ اتنا ہر یوں بھی دیکھ کر اس کا قہ راتہ راتہ حلالہ و سلاوہ راتہ راتہ چاہا (مگر) اور اس سے زمین کی طاقت کا کام لیتا تھا یہ دیکھ کر انی انتظام تھا جس میں اللہ تعالیٰ ایران سے یہ صاحبہ نے نہ کہ تھے ان محبوس چاہا تھا اور اس کے بعد دیکھنے کو تھا۔ اس میں وہی پہرہ اور سر نہیں تھا۔ یہ سب نہیں انتظامات ہوتے ہیں وہاں سے جو کہنے کی یہ وہاں سے اچھے یا اس نے ان کے چلنے اور قفل اور شور سے پانی پھر کر لے کر یہ وہی کچھ کر آتے کچھ نہ روایا اور اس نے سمجھ لیا کہ نبیوں نے حکمران کے بارے انتظامات پر چلی پیچھا کرنا اب انکار نہیں ملے کہ اس نے مس میں آ کر کیا کچھ کوئی اذقانی تھے کہ یہ کہ تہہ چاہے وہ انہیں ہے آؤ دھنے کے تو یہ ہیں یہ کہ انہوں نے کیا کرنا اللہ تعالیٰ نے ان دوران کی قوم وہاں میں اس کے سب سے کہی دینی تو یہ نہ افضل تھا رطلین اللہ تعالیٰ نے ہم ایرانوں کو اسلام نہیں سب پہنچا ہم افضل ہیں اس نے کہا اسلام نہیں ہوتا ہے اور وہ سب مل بھی تھے اور وہ سب ہم بھی تھے انہوں نے اسلام کا کچھ غر بیغ ہو کر تھوڑے راتہ راتہ و مہر شر ہوا اور اس کے بعد وہ شیعہ پر شیعہ اور اس نے کہا کہ اس میں اپنے اسلام لانے کا۔ ان کے راتہ راتہ کوئی ناکہ نہ ہو گا نہ یہ میں ترقی پیش ہو جائے تو ہم سے آ کر ملیں میں اسلام کا علم میں لے کر اس کا۔

یہ تو آئندہ کی بات میں ہے لیکن قہی مغاری و غہہ (URIGIN) میں ان میں زیادہ موثر قہہ اور میں اس واقعہ کو پیش کیا کہ میں نے اس میں نے پچھ کر آپ افضل میں کہ یہ میں افضل ہے انہوں نے کہ انہیں اس کو فیصل نہیں ہو سکتا یہ قہ کہ یہ کہ افضل ہے یہاں کہ میں افضل دون انہیں نے کہا کہ اس میں دنیا سے کلمہ پڑھتے ہوئے شخصیت ہو ایمان پر میرا اختار ہو تو میں افضل دون وہ نہ یہ کہ افضل اس سے کہ کلمہ مانا و راتہ کے دس پر پڑتے پڑی اس نے کہا کہ سب آپ میں کہ یہ کہی تھان پوٹی دینی ہے تو کلمہ سے ملیں یہ ہر ہر دون کہتے رہے اور کان ان کے کلمہ بک کر آئے لیکن ان کا وقت آخر آ گیا انہیں نے اپنے اپنے و

وہ بہر حال ہرگز نہیں مٹتی۔ مٹی کی ڈھلوانے کے لئے صرف ایک ہی اصول اپنایا جاتا ہے۔ ڈھلوانے کے لئے مٹی کو آگ سے

[illegible]

ایسی طرح سب فقہ کی تہذیبیں شروع ہوئی تو خدا نے اسے اسرارِ جبروت میں کے بلند مقام پر لانا شروع کیا۔ مخالفین و مخالفہوں نے مجاہدین کی مثال میں اپنے افراد پر پھرا کر ان کو تو فقیہی ہی جہنم کی مثال بنا دیا۔ تو غلوں و سرکشی اور ستم کی حیات کے خطر لرزے کی پوشیدگیوں میں نہیں ملتی۔

ی طریقہ دسپہ یونانی فلسفہ اسلامی حکمت و مخصوص حقوق و درجہ اخلاقی بعد میں سامنے آیا اور اس نے اپنی اہمیت حسب فکر طبقہ پر اثر ڈالا۔ چنانچہ برقی و برہمہ ایک جی کا تصور بھی یہ اس سے ایک نئی نظر طبقہ کے عالمی مد میں پھیلنے پر ہو تو اللہ تعالیٰ نے امام ابو الحسن اشعری اور ابو منصور ماتریدی کی اس غور و جلی بوشیۃ اسلام میں فطرتاً ہی پیدا کیا۔ انہوں نے ان کے اثرات اور مروجہ حیرت کو زائل کر دیا۔

وہی صحت کا عقائد عامی علی رسوم و عادات شرک و بدعت مراد جو ہم قریب کو دور کرنے کیلئے اور بریں صحیح اور عقائد صحیح اور رسالت و شریعت کے لئے ایسا جڑوتنی کے لئے اعتدال قابل نے ہو اور اور یہ مطلب یہ کہ مسلمانین و نجد دین اور ایسے انشور دین اور اس میں شخصیں ہیں ان کے دلوں سے گواہی الی الجاہلیہ

حادثہ اخیر انظار اس امر سے ہمیں یہ دھوکہ دینا چاہیے کہ اگر یہ آرمی کی قیادت میں ہو،
 تو ان کی آج یہ معاملہ سب سے زیادہ غلط ہو، میں نے دیکھا ہے اور اعلیٰ ترین افسران کیوں
 نہیں چلے؟ اس میں قطعاً کچھ نہیں، لیکن ان کو خبر ہے جو کیا اور وہ غریبوں کے حیدر ان کے کارنامہ یاد دہان
 آگاہ کو قہریدہ کیا۔ اور کئی چائیں شہید ہو گئیں، مصر و انداز میں جو تیس چاروں طور پر دین میں
 بندہ کے یہ مذہب کے کوئی نیست نام یہ کہتے ہیں کہ یہ سب کی تریت کے خلاف ہے۔ یہ
 حکومت ہے جس کو دیکھ کر اس کے اپنے لئے سب سے زیادہ کچھ ہے اس میں ہر ایک کو سب سے
 داخل سے ہے اور نہ ہی اور فیہ مصممہاقت سے باب اور نہ ہے اس کے فانی منہ۔
 ہے یہ بڑا الیہ سے یہاں لپ چھاں جاساں الزمر ہے زبان انہی کے چار پر رہا انہی اور اسلامی
 معاملہ کے تحت جگر بڑا رہا کی تعدد میں پانچتے ہیں اور عام اسلام میں پانچ ازہر و سب سے
 ہزار تھی، مٹی اور اور چار معہ سمجھا جاتا ہے۔

میں وقت کا جو فیصلہ ہے اور تشریف شاکہ حقیقت ہے کہ وہ ہے۔ سب مائیک، سرمای
 حکومت سے مخالف ہیں کوئی حق و قوت پر یہ نہیں ہے اور کشش رکھنے والی نہ خست اور اسیوں سے
 یہ سب لکھ کر ہم ہیں۔

حرب مائیک جن سے ہم کو ایمان کی دولت ملی اور انسانیت کی حقیقت میں اور جو ہر رے
 لقمہ ہر ایت کا سبب بنے جن کا ساری دنیا پر دوا مان ہے جو کی ہے۔ سے بڑے سرمایہ و اقوام
 کشا جاتی ہے بڑی مالی مرہبہ قہر و سب کی بڑے سے بڑے گجر و طاقت کا وہ مسلمان نہیں جو
 عربوں کا انسان ہے اس کی مد سے ہم صاحب زمین ہیں انسان و فطرت میں انسان
 ہیں۔ ان عربوں میں اس وقت دعوت کی آواز صرف یہ کہ وہ کئی ہے پست ہو گئی ہے بلکہ کم ہو
 گئی ہے اور کچھ ایک انھوں نے اس میں۔ بعد سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا یہاں یہاں ہے۔
 نظام ہوتے اس کی، یہ وہاں جو لوگ ان کے اہل تھے وہ لوگ ملک چھوڑ چکے۔ چلے گئے ان
 کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود مصر میں ایک ایسا دور نظر آ رہا ہے کہ ان کے ان میں یہ نہیں آج ان کے مسلمان
 دنیا میں اثر انداز ہو سکتے ہیں چنانچہ سب ہماری سبب "ماذا الأسریاء لہذا" "ماذا الأسریاء لہذا" "ماذا الأسریاء لہذا"
 قہر سے شائع ہوئی (اس پر ان کے احمد امین نے ایک کتاب مقدمہ بھی لکھی تھی تھا چہرہ دور و قوت
 مقدمہ سید قطب نے لکھا تھا اور ان کے مقدمہ کا مقدمہ بھی تھا کہ سب امر مصر کے تو ایک

دنیاء نے لکھا کہ کیا مسلمانوں کے عروج و زوال سے دنیا پر اثر چڑھ سکتا ہے؟ کیا باہر سے آئے ہوئے مسلمانوں نے اپنی اٹھائی ہوئی تعجب کیا یا انکے میں نے قبائل کے شعراء کا کام لیا ہے اور بالکل یہ شعراء کا جواب ہے جو انہیں۔ نہ انہیں کی طرف سے نقل لیا ہے۔

بہت دور دوروں میں امت کی بیدار سے
ہے حقیقت ہمیں سے دین کی اقتاب کا نثار

مسلمان اس پوزیشن میں کہیں ہیں کہ ان تعداد میں کہیں ہیں کہ دنیا پر اثر انداز ہو سکیں یہ ہے ممالک عرب کا اس وقت سب سے بڑا امر، بڑا خطرہ، بڑا کام، مستقبل سے وہ مایوسی ہو رہے ہیں ان کی کچھ میں یہ نہیں آتا کہ اسلامی دنیا کے لئے ذریعہ نجات ہے نہ یہی طور پر اخلاقی طور پر انہی طور پر بھی معاشرتی طور پر بھی اور سیاسی صورت پر بھی یہ وہ کام ہے جو اس وقت قدر و قیمت کے لحاظ سے اور اہمیت کے لحاظ سے بہترین اور موثر ترین کام ہے۔

آپ اپنے اندر وہ قابلیت دیکھ لیں کہ آپ عربوں کو متاثر کر سکیں اس کے لئے ضرورت ہے کہ آپ کی زبان و تحریر میں وہ اثر اور وہ شفق جیسا ذرا دیریت اور دیریت ہو کہ عرب نہیں کہ کیا خوب لکھا ہے چڑچڑانہ انداز میں اس سے خدا کا علم لیا، ”مجلس تحقیقات و نشریات اسلام“ سے اہل بیچ عرب ممالک میں جاتا ہے جت عرب میں جمہوریتیں گر پڑتی ہیں اور مٹاتے ہیں۔ ہم نے یہ بھی دیکھا کہ مولوی عبداللہ عباس ندوی صاحب کے کان پر کچھ عقلمند میں ہم بیٹھے ہوئے تھے استاد حمید و حکیم عابدین ایک رسالہ پڑھتے تھے ہم کو ضرورت پڑی ہم نے کہا کہ ہم ابھی آتے ہیں واپس آئے تو دیکھا کہ وہ پڑھ رہے ہیں اور رو رہے ہیں۔ یہ امام حسن الہمام کے بیٹے تھے اور بڑے خطیب و تعلیم یافتہ صاحب ہم آئے تو ہمارا نام لے کر کہا کہ یہ کس کی نگاہ ہوئی کتاب ہے؟ ہم نے کہا کہ ہمارے برادر زادہ محمد الحسنی کی قوتوں نے کہا کہ ان کو میرا اسلام کہنا یہ کتاب ”الاسلام بین لا و نعم“ تھی۔

آخرت میں بھی اور دنیا میں بھی یہاں کے وسائل کے اعتبار سے یہ عظیم کارنامہ ہو گا کہ آپ عربوں میں دین کی دعوت کو پہنچانے کی صلاحیت پیدا کریں اللہ تعالیٰ نے اس کے واسطے ہمیں فرمائے ہیں۔ ایک ہدف و نشان بنا کر ہم اپنے اندر ذرا قابلیت و صلاحیت پیدا کریں جس سے ہم عربوں کو دین پر بازو دھنے کی دعوت دے سکیں۔ ہماری کتابوں میں ہے ”الہی الاسلام

میں جنہیں "اجاہلیہ بعد الاسلام" النفا العربی" النبی الزبیدی معجمہ فی النفا العربی" ۱۱۱
 یہ سب وہ تہذیبیں ہیں جو عربوں کو چھوڑ گئے تھے اور ان کے لئے اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی تہذیب
 ایک ہندوئی تہذیب تھی جس سے ان کے لئے رابطہ کا ایک وسیع ذریعہ تھا۔ اور یہ
 اندازہ نہیں رہا کہ اللہ تعالیٰ ان کی تہذیب کے لئے اس سے زیادہ نفع دے گا۔ ان کی تہذیب کی تہذیب
 نکلتا کرتا ہے کہ وہ جو کہ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔
 نعمت اور یہ وہ ہے کہ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔
 ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔
 ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔
 ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔
 ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔
 ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔

اپنے اس عہد میں اپنے ملک میں اپنے مائوں میں آپ یہ لکھتے تھے کہ تعلیم یافتہ ہندو کو
 خاص طور پر اور مسلمانوں کو ہندو کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔
 ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔
 ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔
 ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔
 ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔
 ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔
 ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔

یہ تو کام آپ کا ہے کہ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔
 ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔
 ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔
 ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔
 ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔
 ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔
 ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔
 ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔

ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔ ان کے لئے ایک نیا دنیا ہے۔

صدر ناصر کی مخالفت کیوں؟

۵ جون ۱۹۷۷ء کی جنگ عوامی بوں کی شکست نے طے ہوئی۔ صلیب نے پیغمبر جو تقید کی مخالفت میں تھے، وہ سارے عربی کے مخالف شیعہوں میں جو تقریباً بیس برس تک صدر ناصر کی قیادت میں تھے، یہ ہے اور کوسریہ بھی تقید تھی، اس نے ہندوستان کے بعض اعلیٰ حلقوں اور مسلمانوں کے ساتھ ساتھ دیکھ لیا تھا۔ صدر ناصر نے اپنی مخالفت کیوں کی؟ یہ تقریباً اس کے جواب میں تھی۔

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين
ومن تبعهم باحسان و دعاني بدعوتهم الى يوم الدين اما بعد.

مجھے اس کا اقرار ہے

میں ہندوستان میں صدر ناصر کا بہت بڑا مخالف سمجھا جاتا ہوں، اور تعجب نہیں اگر بہت سے لوگ مجھے اس ملک میں ان کا سب سے بڑا مخالف سمجھتے ہوں، مجھے بھی اس کا اقرار ہے کہ میں دس بارہ برس سے ان کا شدید مخالف اور ناقہ دربا ہوں، اور عربی، اردو دونوں زبانوں میں، نیز تقریر و تحریر کے ذریعہ ان پر شدید تنقید کرتا رہا ہوں، میں اپنے اس طرز عمل کے بارے میں کسی معذرت اور تاویل کی ضرورت نہیں سمجھتا، البتہ بعض غلط فہمیوں کے ازالہ کے لئے کسی قدرت و ضاحت و تفصیل کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، اس سلسلہ میں اگر اپنی حقیر ذات سے متعلق بھی کچھ عرض کرنا پڑے اور "جگ جٹی" میں تھوڑی سی "آپ جٹی" بھی آجائے تو امید ہے کہ اس کو ایک ضرورت و مجبور سمجھ کر گوارا کیا جائے گا۔

تذلل غلط فہمی نہ خام خیالی

صدر ناصر سے میری مخالفت کی بنیاد عام طور پر یہ سمجھی جاتی ہے کہ وہ قومیت عربیہ کے اس وقت سب سے بڑے علمبردار ہیں، اور میں اس کا شدید مخالف، اس کا کوئی شہید نہیں کہ میں قومیت عربیہ کو اس کے اعتقادی اور فلسفیانہ تصور کے ساتھ، جو مغربی "ایشیالزم" کا حقیقی

مضمینہ اور حقائق ہے، یہ ضمیمہ انجمن کے صدر کی اور ہمارا مضمون یہ کہ قریب اور دور میں مسلمانوں اور ان کے بارے میں تاریخی وسیع دست کے ایک مناسب علم کے لیے ایک تحریر ہے، وہ اہم مقامات سے متعلق ہیں۔
وہ اپنے اپنے اوقات میں انجمن کے لیے ایک نیا اور نیا خیالی میں جتنا انجمن کے لیے وہ اپنے انجمن کے تاریخی
توسیع اور تقریباً تین سو سال کے عرصہ میں انجمن کے لیے ایک مناسب قیاس ہے۔ یہ قیاس اس وقت کے
نئی قوموں، اقواموں، اور ان کے اوقات سے ملتا ہے، یہ قیاس اس وقت کے قیاس ہے، یہ قیاس اس وقت کے
قے ہے اس لیے اس میں بھی نقص یا بے جا ہے، یہ قیاس اس وقت کے قیاس ہے، یہ قیاس اس وقت کے قیاس ہے
یوں کہ اس وقت کے قیاس میں شائع ہوا اس وقت کے قیاس میں شائع ہوا اس وقت کے قیاس میں شائع ہوا
تھوڑی سی اصل علم اور معجزہ اور حب کے پاس آتا ہے، اس قیاس میں شائع ہوا اس وقت کے قیاس میں شائع ہوا
بلاتے آفرینی، اس کی اہمیت ہے، یہ قیاس اس وقت کے قیاس میں شائع ہوا اس وقت کے قیاس میں شائع ہوا
میں ان کے قیاس میں شائع ہوا اس وقت کے قیاس میں شائع ہوا اس وقت کے قیاس میں شائع ہوا
تیس سال بعد سے پہلے ہی، اور اس وقت کے قیاس میں شائع ہوا اس وقت کے قیاس میں شائع ہوا
نہیں کہ یہ قیاس اس وقت کے قیاس میں شائع ہوا اس وقت کے قیاس میں شائع ہوا

یہ فرطیں نے کچھ ایسا ہی کوٹا اور خصوصیات کے ساتھ پیش کیا ہے۔ موسم کے مطابق دروازے میں بھی قیامت کا غرور ملنے کیا ہے تو، وہ اس کے بعد اور مزید بگاڑ دھوکے داس۔ ان میں تو نہ یں نے جنس کو اس وقت سے اب تک کی قیامت کے بعد اور مزید بگاڑ دھوکے داس۔ ان میں تو نہ یں نے جنس کو اس وقت سے اب تک کی قیامت کے بعد اور مزید بگاڑ دھوکے داس۔

پیشتر از کتب عربی و فارسی

انہیں یہ غور و وجہ سے سہرا میں — ہاتھ لایا جاتا ہے، جہاں ان کے نقشوں کے چوڑے
تھمبوں کو بٹائی ہوئے ہمارے اس مٹے انگوت و بیغہ ہمارے لپٹے و آغریوں و سب کے منظر پر
سجھ کر دیا یا تر تو یہ اپنے نقش کے لئے جس کا اس کو یقین ہے کہ اس طرح کا آٹھویں
اور چھٹے کے منظر ہیں، یہ بات نہ واقعتاً سے باہر ہو جاتی ہے کہ وہ اس کو کسی پر
ستہ پر ہے۔ یہ کسی پرہیزگار کی نظر نظر انداز کرے، اور وہ ایک دفعہ بدو جانی عرب کے
ساحل پر آتا مارا جاتا ہے کہ

چونکہ کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی؟

اخوت اسلامی کی حریف نبوت محمدیؐ کی رقیب

اس قوم پرستی میں جب قدیم تہذیب کے احیاء کی سرمستی، اور آباء پرستی کا عنصر بھی شامل ہو جاتا ہے تو وہ نہ صرف اخوت اسلامی کی حریف، بلکہ نبوت محمدیؐ کی رقیب بھی بنتی نظر آتی ہے، وہ جس رفتار سے ترقی کرتی ہے، اس رفتار سے محمد رسول اللہؐ کی سیادت و امامت کا عقیدہ، اور ان کے ”داناے سبیل“ اور ”مولاے کل“ ہونے کا اعتقاد بھی کمزور ہوتا چلا جاتا ہے، یہ سب اندیشہ ہائے دور دراز اور تخیل پروردہ ذات کے کرشمے نہیں ہیں، وہ حقائق ہیں، جن کا خالی عرب قوم پرستوں کے مضامین پر جوش عرب نوجوانوں کی مجلسوں اور مصر و شام کی ادبی اور سیاسی مجلسوں میں ہر وقت مشاہدہ کیا جاسکتا ہے، اور ہمارے محد و وطنی ذخیرے میں اس کا خاصہ حصہ محفوظ ہے۔ صدر ناصری ذات سے اس عرب قوم پرستی کو جو قوت و تازگی اور جو بین الاقوامی اہمیت حاصل ہوئی اس سے کوئی انصاف پسند انکار نہیں کر سکتا، اس بنا پر اگر کوئی ایسا شخص جو عربوں کو اسلام کا راس المال، اور ان کی مقدس سر زمین کو دنیا کے اسلام کا روحانی دار السلطنت، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلعہ سمجھتا ہے، بے چینی محسوس کرے، اور اس کے قلب و قلم سے کچھ آدھرخان نکل جائے تو تعجب کی کوئی بات نہیں کہ۔

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت، دور سے بھر نہ آئے کیوں؟

ایک بڑی دینی سعادت

میرے لئے اس عرب قوم پرستی کی بنیاد پر صدر ناصری مخالفت ایک بڑی دینی سعادت تھی اور ہے، اور میں اس پر کوئی شرمندگی محسوس نہیں کرتا، لیکن میری مخالفت کی بنیاد تنہا یہ بات نہیں، انصاف کی بات یہ ہے کہ شام کے ہاشمی لیڈر اور عراق کے متعدد قوم پرست مفکر اور صاحبِ قلم، اس بارے میں صدر ناصری سے زیادہ ظہور رکھتے ہیں، انھوں نے اس کو ایک فلسفہ کے طور پر اور اسلام کے متوازی ایک نظام کی حیثیت سے پیش کیا، اس کے متعدد نمونے میری کتاب، ”مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش میں“ آچکے ہیں لیکن میں ان میں سے

کسی کو نہ لم عربی کی روح اور دنیا کے عرب کی سندھ نسلوں کے لئے خطرہ تک نہیں سمجھ کر ان کو اپنی مخالفت و تنقید کا مستقل موضوع بنادیں، اور ان پر بار بار توجہ نہ کریں۔

مانند ہیئت، ویت اور کیونز صم کا نقیب اور داعی

صدر ناصر سے میری مخالفت کی بنیاد اس سے کہیں زیادہ گہری، وسیع اور معنی خیز ہے۔ وہ تقابلی قومیت عربیہ کے علمبرداروں کی، وہ حاضر عربی میں اقیق بنیادی، ہمہ گیر اور نہایت دور رس تبدیلی کے داعی اور علمبردار ہیں، وہ عالم عربی کا رخ اس مرکز کی نقطہ سے ہٹا کر، جو اس کے فکر، عمل، بشوق، آتما اور جذبہ و جوش کا قہر ہے، ہمہ گیر مابیت اور مانند ہیئت کی طرف بھیجنا چاہتے ہیں، اور اس مقصد کے حصول کے لئے وہ اپنے دور رس اور وسیع انتظامات اور تہذیبیات کو زبردستی ہیں، جن کا اثر (اگر کوئی عظیم انقلاب اور غیر معمولی واقعہ پیش نہ آ یا تو) نسلوں اور صدیوں تک قائم رہے گا، ان کو اس مقصد کے حصول کے لئے دو سرانگی و سواتج اور دو اثر و رسوخ بھی حاصل ہو گئی ہے، جو اس وقت تک کمال اس اثر کی ترقی میں قیادت کے مختصر دور کو مستثنیٰ کر کے ابھی تک کسی اسلامی ملک کے قائم یا سربراہ کو حاصل نہیں ہوا تھا، اور وہ پورے عرصہ و تنظیم اور ایک سو بھی کبھی اسکیم کے ساتھ اس منزل کی طرف رواں دواں ہیں، اور نہ صرف مصر بلکہ پورے مشرق وسطیٰ میں کیونز صم کے سب سے بڑے نقیب اور سب سے موثر داعی ہیں۔ وہ سرچہ ہمیشہ "اشتر اکیت عربیہ" اور اب ترجمہ سے "اشتر اکیت جدید" کا نام لیتے ہیں، ان میں اشتر اکیت عربیہ ان کی منزل مقصود اور ان کا منصوبہ نے انکے اشتہائیت یا کیونز صم ہے۔

ہندوستان کے طبقہ علماء سے گلہ

افسوس ہے کہ ہمارے ہندوستان کے بہت سے اہل علم و ہماک عربیہ کے جدید تغیرات اور تازہ واقعات سے پورے طور پر واقف نہیں، ان کو انداز نہیں کہ اس مدت میں وہاں کیا فہرہ اور جتنی انقلاب رہا، اور، قابل کہاں سے کہاں پہنچ گیا ہے، ان کا ذریعہ معلومات نہ وہ سے زیادہ مصر و شام کے چند نمائندہ رسالے اور بعض فقہی تصنیفات، زیادہ معلومات ہیں، جن کی ان ملکوں کے عقائد خانے اثر عت کرتے رہتے ہیں، وہ سمجھ رہے ہیں کہ وہاں جو کچھ ہو رہا

ہے۔ وہ وصف سرہ پایہ دار طبقے کی چند نا انصافیوں کا خاتمہ، مصری معاشرہ کی اصلاح اور معاشرتی زندگی کی ترقی کا بہت سے لوگ اب بھی اس طرز عمل کے لئے قرآن مجید کی آیات سے استفادہ الال اور حضرت ابوذر غفاریؓ کی زندگی سے مشابہتیں کرتے ہیں۔

مصر کی اشتراکیت کو روس کی سند قبولیت

حالانکہ ابھی مصر کی "اشتراکیت" کو خود سوویت روس نے بذمہ دار اور سربراہ سوویتوں کے چیلے ہیں، اور وہ اس کی پیش رفت و ترقی اور حکومت عملی سے بالکل مطمئن ہیں، جس یہاں پر روسی ذمہ داروں اور کمیونزم کے سرکاری نمائندوں کے چند بیانات پیش کرتا ہوں۔

"مصرہ عرب جمہوریہ نے اپنے نیشنلزم اور بنیادی منصوبوں کا اعلان کیا ہے، اور جن میں سوشلسٹ سماج کی تعمیر بھی شامل ہے، ان کو سوویت عوام کی مکمل غیور حمایت حاصل ہے اور وہ اس کی چری طرح تہہ نثر کرتے ہیں۔"

قلم لکھتا ہے:

"اتحاد یہ ہے کہ مصر، عرب جمہوریہ اور سوویت یونین کے تعلقات عام اتحاد کے دائرے سے بلند ہیں، دو سیاست خادہ میں نیشنلزم کے اصولوں کی بنیاد پر قائم ہیں۔"

مصر کے قومی منشور "السیاق الوطنی" پر تبصرہ کرتے ہوئے وہی گمنام نے اپنی جورائے ظاہر کی تھی، اس کو مصر کے مشہور اخبار "الاعلام" (یاور ہے کہ مصر میں تمام انصاف تو میاں سے جا چلے ہیں) نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

"سیاق وطنی کی ایک اہم اور مولدہ ستارہ کی حیثیت سے ہماری نظر میں بڑی اہمیت کے۔"

(۱۸ مارچ ۱۹۶۶ء)

"سوویت یونین نے بھی شائع ہو چکا ہے کہ انقلاب مصر کے چودہویں جشن کے موقع پر صدر بزرگ نے اور وزیر اعظم کوئی گمنام نے جو تشریفاتی پیغام بھیجے ان میں کہا گیا ہے کہ

"روسی، مصری قوم اور حکومت مصر کی ان کامیابیوں پر بڑی مسرت کا اظہار کرتے ہیں، جو انہوں نے ایک اشتراکی اور جمہوری سماج کی تعمیر میں اپنی انتھک اور جہم کوششوں کے ذریعہ حاصل کی ہیں۔"

مساجد اور مدارس دینیہ اشتراکی سانچ کی معرر

ان کوششوں کی تفصیل کے لئے۔ جو خالص مذہبی اداروں (مساجد اور دینیہ) سے لے کر، لایب، صحافت، سیاست کے حلقوں اور میڈیوں تک پہنچی ہوئی ہیں، اور یہ معلوم کرنے کے لئے موجودہ نسل کو نئے قاسب میں ڈھالنے اور آنے والی نسلوں کو اسی سلیار سے مطابق پیدا کرنے کے لئے کسی پر عوام اور منظم کوشش ہو رہی ہے۔ اس کی ضرورت تھی کہ ہم سے کم، اس ذہن پر جس کے عرصہ کے معمری اخبارات و رسائل کے خالقوں اور سرکاری منشورات و مطبوعات پر نظر ڈالی جائے لیکن یہ بات چونکہ ہندوستان میں آسانی سے ممکن نہیں اس سے یہاں صرف چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔

مصر کے سرکاری اخبار ”الجمہوریہ“ میں ۱۵ جولائی ۶۶ء کے شمارہ کے مذہبی غمیمہ (المنطق اندیشی) میں وزارت اوقاف کے ترجمان کا حسب ذیل بیان شائع ہوا:

”وزارت اوقاف قدرتی طور پر آپ ایسی یونہی روشنی میں تبدیلی ہو گئی ہے جس کا مقصد اور جس کا مشن، عرب سانچ میں سوشلسٹ اصولوں کا نفاذ ہے“

وہ آگے کہتے ہیں:

”جدید اقتصاد کا مقصد یہ ہے کہ مساجد کو اپنا کردار چھوڑ کر دینی امور میں اپنا کردار ادا کر سکیں، اور ایسا فرد صالح بن کر سکیں جو جدید ترقی پسندانہ اور اشتراکی سانچ میں حصہ لے سکے۔“

ڈاکٹر احمد کمال، مصر کے سرکاری مذہبی رسالہ ”مغرب الاسلام“ میں لکھتے ہیں:

”ہر مسجد ادارے سے ماتحت ہوگی، اور اس ادارے کی نگرانی عرب سوشلسٹ یونین کی مقامی شاخ کے سپرد ہوگی، اور یہ شاخیں ایک عمومی تنظیم کے ساتھ مربوط ہوں گی، جن کا کام یہ ہوگا کہ وہ اپنے حلقوں میں سوشلسٹ ثقافت کے پروگراموں اور منصوبوں کو روشناس کرائیں۔“

کیونترزم کا عربی ایڈیشن

ان انتہا رسات میں اگرچہ چند اشخاص کی اصطلاح آنی سے اور بلکہ برکیہ نزم سے ایک مختلف نظر آتا ہے، جس میں کیونترزم کی وجہ پسندی اور نحو میں ہے۔ لیکن یہ دو حقیقت اشتراکات اور کیونترزم کی پہلی منزل اور اس کا عربی ایڈیشن ہے، جس حالات کی تبدیلی کی بنا پر اختیار کیا گیا ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو اس کے ذریعہ اور رائج المیہ و رہنما بھی اس پر الحکام اطمینان بخوشنودی نہ کرتے۔

اشتراکیت اور نادرہیت کی ہمہ گیر کوشش، نتیجہ

اشتراکیت، نادرہیت کی اس بحر پر بعد تیرہ روز منظر کوشش کا نتیجہ یہ ہے کہ اس (اب) عامہ برس کے عرصہ میں مصر اور شام اور عراق میں خصوصیت کے ساتھ دوسرے عرب ممالک میں عودیت کے ساتھ نوجوان اور عظیم یافتہ طبقہ، عذر سے التبادل چکا ہے اور اس تجزی کے ساتھ بدلتا ہے، بارہا ہے کہ اس کا اندازہ یہاں بیٹھ کر کرنا مشکل ہے اگرچہ ہم نے علماء دین ان کی ہے مختلف مجلسوں میں شریک ہو کر ان سے اسلی خیالات اور اندرونی جذبات سے تشریح و تفسیر کر کے بیان کر دیا ہے کہ اس عرصہ میں اسلام کے فرائض و عبادتوں میں اتنا عظیم انقلاب رونما ہو چکا ہے وہ انقلاب جس کو بعض اوقات صرف ذاتی و قبیہ ہی ارتداد نہیں بلکہ (محنت تعمی لایت کے ساتھ) ارتداد ہی ارتداد بھی کہنا پڑے گا۔

اولاد ابراہیم کی آذری ویت تراشی

یہ انقلاب جہاں بھی رہا ہو، اور جہاں بھی اس کے رونق ہونے کا خطرہ محسوس ہو، افسوسناک دشواریں آئیں گے، لیکن جب یہ انقلاب ایک ایسے میدان میں رونما ہونے لگتا ہے، جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسیح پروردگار کی اولین و بہترین کوششیں صرف ہوئیں، اور جو ان کی تمام تر اور قیامت تک آنے والی مسلمان نسلوں کی امید گاہ ہے، تو معافی کی شکلیں اور تشویش کا پہلو بہت بڑھ جاتا ہے، جب ایک مسلمان، اولاد ابراہیم کو آذری ویت تراشی کرتے ہوئے دیکھتا ہے، اور جن کو خدا نے دنیا کا مرکز اور جن کے شہر کو عالم اسلام کا قہر

انسانی ادارہات سے سوائے کوئی شے تھی کہ انھوں نے مجھے ایک فزونی عدالت کی طرح پسندھا۔ اس پر مجھ کو تہقیر کرنے والے اپنے مسائل پر بات کرتے اور ان کا مص ڈھیلے کرنے کی اجازت دی اور اس کا نام نہ لے لہذا یہ پیشانی اور پشیمت نے ساتھ لکھا۔ یہاں دنیا کی اشتاعت اور وسیعیت کی محبت نہ شیشیں ہیں۔

عربوں کی کمزوریوں، خامیوں اور کوتاہیوں پر آزادانہ تنقید

۱۹۳۳ء تا ۱۹۵۱ء میں نے انٹرنیشنل یونیورسٹی کے بائیس برس ان پورٹنٹ، اہمیت دار، جامد، ملایا، اور عالمی شہر کے صدر میں انیس کی صدارت کی۔ یونیورسٹی کے حیسانی و اس پر تھوڑے شہور عربی مسائل پر انھیں ہر پتہ پر ہے۔ مجھے فلسفین نے ملے اور اس کے میں پر اپنا مقالہ لکھا اور فلسفین نے اس کے لیے قیادی "سہا" کے نام سے مشق، بیروت اور بغداد میں ہر بار تھوپے جاتے ہیں۔ اس مقالہ میں سورج و عربوں کی بنیادی کمزوریوں، ان کے دشمن کی خامیوں اور کوتاہیوں پر آزادانہ تنقید کرتے ہوئے فلسفین کو حال پیش کیا تھا، عربوں نے اس مشورے کو جو ایک مسافر اور غیر ملکی کی زبان سے پیش کیا تھا، ان میں میں تنقید کی تھی بھی تھی نہ یہ بہت زیادہ زور دیا۔ یہ وہ ہے کہ کلام خدا ہے، وہم نے کسی کوئی دشمن و دشمن کو اپنے کا نیا حق ہے۔ اور نہ وہ اس حد تک نفی اور احتساب پر چلتے ہیں کہ ان میں نہ ہونے، ان میں ۵۶ میں سورج، اسلامی و ملحق نے جہت میں "منطقہ فلسفین کا ملحق اسلام کے برقی شعور کی بیداری سے اس کے مخالفانے میں نے کچھ ایک کتاب پر ساما، اس کی اسی طرح پڑھائی، اس میں اس کا ملحق، بیروت، اور نہ بعد اور کما، مغرب میں عرب و مشرق کے ماسے سے اپنے عقائد ان خیالات اپنے تمامانہ مشورے اور اپنے تاثرات و جذبات کی پیش کرنے کا بہرہ دار اتفاق ہوا اور انھوں نے ہمیشہ قرآن ولی اور نہ لی عمر کی دیتے ہوئے ان کا ہر جہت فیہ مقدم کیا۔

"انوار کی عربی رہتی"

یہ ذہنی داستان انیس کا ستائیسواں حصہ ہے جو یونیورسٹی اور کونسل میں ہے، اس میں پیش کی گئی کہ: ظہریں کو معلوم ہو جائے کہ میں نے عربی میں سے لکھا اور انٹرنیٹوں میں یہی

تہ، یادہ انکی سوچ پر کسی مغربی طاقت یا شخص پر حاویہ کو ذک ہو چکا تھا ہے، تو پھر وہ اس کارنامہ کو اس کی عظمت کے لئے کافی سمجھ لیتا ہے، اور پھر وہ یہ صرف اس کی دینی کوتاہیوں اور باغیہوں سے خوشمرچشی غور کی بجائے ہے۔ بناء بعض اوقات اس کی اسلام دشمنی بھی اس کی نظر میں نہ ہونے یا دور کا تھیں لگاوا انکی طرف سے نہیں ٹھہرتی، اور وہ اس پر انکی کی تحقیر بھی دیا انھیں کرتا، بلکہ بعض اوقات تحقیر کرنے والے کو پوری ہر خدا ترنی کے ساتھ حمید و ثناء اور ہر حائمیہ کو از یا مینہ سے زبردیہ کا خطاب دینے لگتا ہے۔

اصل معیار اسلام سے وابستگی اور نا وابستگی

کسی حقیقت پسند و متوازن انسان کے لئے بھی یہ وہی معیار سب اور درست نہیں یہ یا ہے کہ ان باتوں کے لئے جس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغمبر اور ان کے دین و شریعت کے وارث و امین ہونے کا دعویٰ ہے، جو چاہتے ہیں کہ دنیا ان کو اس نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ اس عقیدے سے امتساب اور تعلق ہے، جس کی پسندیدگی و نا پسندیدگی حمایت و مخالفت کا اصل معیار، ایمان و عقیدہ کا مسئلہ اور اسلام سے وابستگی و نا وابستگی کا سوال تھا، ان کے سامنے تو حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ کی اسوہ ہونا چاہئے جس کے نزدیک حد و شریعت کی حفاظت کے لئے ایک قسم سے قیمتی شخص کا ضائع کروینا اور قادی ہونی سلطنت کو کھو دینا یا ناز اور مقبول تھا۔

”یہ تو آباء تھے تمہارے“

اور صحابہ اور ائمہ اسلام کے اس عمومی نمونے کے علاوہ خود ان کے اکابر کا اسوہ ان کے سامنے ہونا چاہئے، انھوں نے اپنی زندگی کے آخری لمحے تک، اصول و عقائد تو اللہ ربہ، بدعات و رسوم کے ساتھ بھی روزگار کی نہیں بڑی، اور بہت سے اصلاحی و تنقیدی فوائد کے باوجود، جو ان کے اختیار میں متوقع تھے، ان سے اختلاف ہی کرتے رہے، اور عوام کی ایک بڑی تعداد کی ملامت و اعتراض کا نشانہ بننا گوارا کیا، انھوں نے کسی شخص کی ظاہری ترقی یا مادی کامیابی اور اس کی سیاسی فتوحات کی بنا پر اس کے دینی اخلاق یا عمل تحریف کو معاف نہیں کیا، اور اس کا پوری اخلاقی جرأت کے ساتھ امتساب کیا اور بعض اوقات ان کو یہ فرض، عوام کے جذبات اور زمانے

نے سلطہ کے خلاف اعلان کیا، اور وہ ”کنفہ حق عند سلطان حاکم“ کے قلاب کے تحت ہوئے۔

صدرنا صرنا کا بہترین لیڈر

جہاں شب صدرنا صرنا کی ذات اور قیادت کا تعلق ہے، ان کو تاریخ کی ایک نئی مہم کی ایک نئی شکل دینی چاہیے۔ ان کی شخصیت میں ایک ایسی ہیئت تھی جو جس کی وجہ سے کسی شخص کی سرانجام دہی کا مشکل ہو جاتا، بلکہ علامہ ہانکل نے لکھا ہے اس پندرہ سالہ بزرگ کی مسلسل قیادت کی وجہ سے ”جسٹس اور خلاصہ“ کو ”کندہ و کاہر“ اور ”نئے سوا“ کو ”جسٹس نظام“ یہ ممالک جو ان کی قیادتوں کے اقتدار میں ہیں، اپنے بہترین نوازندوں اور منتخب مردوں کا، سے محروم ہو گئے ہیں۔ ان کی اخلاقی، جسمی اور عقلی زندگی، یاق اور معاشی حیثیت سے بھی بے حس و حال ہو کر رہ گئی ہیں۔ عام زندگی پر سے طور پر مفلوج ہو کر رہ گئی ہے، جمہوری زندگی کی کوئی نشان و علامت اور اظہار خیال کی کوئی آزادی پائی نہیں جاتی، معاشی حیثیت سے سخت تباہ حال، ذات میں، ملک کی آمدنی کے تمام وسائل و ذخائر ایک ذات کے پروپیٹل سے اور اس کی پاداشی کی تشکیک و مخالفت میں صرف ہو رہے ہیں۔ ایک عام شہر کی اس سے زیادہ تباہ حال ہے، جتنا، مقررہ کے مقررہ دور یا شخصیت کے مستحب عہد میں تھا، زندگی، تعمیر، بروٹ کسی کو بھی کوئی آسودگی اور لذت سے محروم نہیں، جو شہر کے دیواروں کا بیان ہے۔ کہ ایک فلولق کے لیے اب ہر روز کوئی افسر اور پاداشی کا پندرہ روٹی بنا رہا ہے۔ یہ دو سب حقائق ہیں جو سب دنیا کے سامنے آچکے ہیں، ان پر پردہ نہیں، لایا جاتا۔

امید کی ایک سرائی مگر.....

امید کی صرف ایک سرائی تھی، جو ان ساری تاریکیوں پر حاوی و غالب ہو چکی تھی، وہ یہ کہ قسطنطنیہ آزاد کرالیا جائے گا، اسرائیلی کو اگر پورے طور پر تباہ کر دیا جائے گا تو کم سے کم اس کو اس سے جو دشمنی تھی مزاحمتی جائے گی کہ وہ ہر قوم، ملک عربوں کی طرف نظر اٹھا کر، کچھ نکلے گا، اس پندرہ برس کے عرصہ میں سب سے زیادہ ہی کی امید والی جاتی تھی، ان کی نام پر عربوں کو اتحادی و دوست اور قومیت عربیہ کے جھنڈے کے نیچے اپنے کچھ پیام دیا گیا، اسی کی خاطر ماسکو اور

کیونست مخالف سے روابط پیدا کئے گئے اور عربی خواہاری، اسلامی غیرت، اور کمیونسٹ مخالف سے تعلقات کے نتائج کو نظر انداز کرتے اسلئے داخلی مسائل و عربی طائفہ کی دروز و باری میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھی رکھ گیا۔ مصر کی قیادت میں اخیر دونوں میں یہ تبدیلیاں اعلان کرنا شروع کر دیا کہ ہم اسرائیل کو ہستی بخشتی ہے۔ مگر دیکھ دیجئے کہ اسی زمانہ میں اتحادیوں نے کیمینش کھدوران اتحادیوں اور ملان کی روشنی میں جتنی سے جتنی وقت تان خبر کے تحفظ میں قیاس کیا تھا، اس میں تو کسی کو بھی شبہ نہ تھا کہ اسرائیل اس اتحاد سے اس کی ذات الٹی بنا سکتی کہ وہ وہاں جب تک خواب بھی نہ دیکھ سکے کہ بات صرف یہیں تک محدود نہیں رہی بلکہ مصر کے آگے بڑھنے اور غلطی قدرتی ناکہ بندی کر دی اور اسرائیل کے جہازوں کو نہ صرف کئی ہزارت طائفوں کو مرنے، اقوام متحدہ کے فوجی حفاظتی دستہ کا یہ کام نہ ہوا۔

شہر منہا ک ہر میت

مصر میں جبکہ فاطمہ نے اپنے وقت کو گزاریا اور عربی دنیا کی کامیابی اس کی افق پر کی ہوئی تھی کہ اس وقت کے حملہ کر دیا، فوج، ان دنوں کی تیاری کے پیچھے دیکھنے کے لئے صرف اپنا اشتہار ہی تھے کہ اچانک مصری فوجوں کی پسپائی کی خبر آئے لگیں، اسرائیلی کے فوجی ہلے گئے چند گناہوں میں مصر کی فضائی طاقت کا قاتلہ کر دیا۔ یہودی زمین کی بیرونی قمر کے تمام اسلام تانہ برباط مل گئی ایذا کرتے ہوئے چلتے آئے اور ان کو نہیں بھی روکا نہ پراہ، نہ جزیہ نہ مانے نہ پانچویں کا قتلہ ہو گیا، تیہ ان واقعہ۔ یہ مصری فوجیں برباط ہو گئیں، شہر سوئے کی بندرگاہ پر چڑھ اور ان پر بیڑہ دیوں نے اپنے حق کا دعویٰ کرنا شروع کر دیا، اس طرح صدر ناصر نے اس سب سے بڑے کارنامہ پر بھی پٹی پھرنی، اردنی طاقت میں تبدیل کا محبوب راہی شہر جس کو مدفن فیصل ہونے کا شرف حاصل ہے، اور اس میں کاغذ زدہ پر مبنی شہر زدہ یوں کے قبضے میں چلے گئے، سوئے کے پورے شہر کی سڑکیں پر سڑاگل فاس طرح قبضہ ہو گیا کہ سوئے کا مغربی ساحل اور اس کے مصری شہر پر وقت اسرائیل کی نذر میں آ گئے جس اور پور ملک خطرہ میں۔

و ان شہر و قلعہ نہیں۔ اس وقت سے مسلمانوں نے قلاب و دغا اور ان سے بچنا چکیا۔ یہ دور
تجربہ و مصلحت پر چلنا تھا۔ ان کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا ان کے اعتبار بھی انھیں برا سمجھا جاتا ہے۔
جس پر بعد میں کار اور عزم و ہمت کا انحصار ہے۔ اس وقت سے جو چوٹ پڑی اس نے بہت
نہلنے سے لئے اظہار نہیں دیکھیں اس سے جو اس شخص کی احساس و برتری اور اطراف میں پیدا ہوتی
ہو اس طرح مصریوں کے قدم محکمہ نکلا وہاں سے اٹھنے لگے۔ انھیں یہ مشہور شہر کی
آوردہ جس طرح مضبوطی میں تھک کر رہتی تھی۔ اس زمانہ کی پرمائیوں کی بدولت رہی پھر ہی اس
کا اندازہ اور مشاہدہ کیا نہیں۔ یقین سے سچ کہا جاتا ہے کہ یہ دور سے عالم اسلامی میں کسی
ایک شخص کی خودی رہتی رہے۔ ان کے لئے انھیں نہیں پہنچا ہوا اس سے ان کا یہ اقدار میں اور اتنا
و سب سے زیادہ جانتا کہ صدیوں کی خودی رہتی ہو۔ یہ آئی ہے۔

احساس قوم کی زندگی کی خلاصہ

قومیں اپنے اور اپنے قائدین نے احساس سے زندہ اور باقی رہتی ہیں۔ بعض جمہوری
مراقبہ قومیوں نے تو جنگ کے ہتھیاروں اور اپنے ملک کی عزت پر اپنے دلوں تک کا
احساس کیا ہے اور ان کو بچانا ہم سمجھ کر لینے کے بعد رہتا ہے کہ یہ قومیں بڑی بڑی شہر
نکھانے کے بعد تھک گئی ہیں۔ جس کی قوم ایک ہی دہشتہ ملک کے وہ کے چھپے سے زندہ و قوت
نمودار رہتی، جاپان نے یہ سمجھا اور کامیابی کے لئے اس کے بعد اپنی زندگی کا نیا سفر شروع کیا۔
یہ سب ہے۔ اس احساس اب اس طرح اور قیادت کی صلاح تبدیل سے مل میں یہ نام کو
میدان ہے۔ اس احساس کا یہ بعض ناموں اور حرفت کے ساتھ آئینا جائے گا، ایک تجربہ کار تھا
اور ایک ہے۔ اگرچہ اس کی طرح ان خطیوں اور کتبوں کی بنیاد ہی کی جائے گی، جن کی
بہت سے سنت و مذاہب کے مطابق یہ فلسفہ ہے۔ ان کی پڑتی اور پھر زندگی کی تبدیلی، اور اپنی
قوم کی حقیقت پر اندازہ اس کی پابندی کے ساتھ جو قوموں اور جماعتوں کی فتح اور
رجحان کی کے لئے خدا کی طرف سے مقرر ہوا ہے، اور جس کا خلق و تعلق سے بھی ہے، اور
نہ ان احساس سے بھی زندگی کا نیا سفر شروع کیا جائے گا، اور پھر یہ سب واقعات داستان پارینہ
اور کتب میں نمودار ہو جائیں گے۔

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزِنُوا إِنَّكُمْ مَوْعِدٌ إِنْ يَمْسِكُمْ
فَرَحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ فَرَحٌ مِثْلُهُ وَتِلْكَ الْآيَاتُ لِقَوْمٍ يُعْلَمُونَ
اللَّهُ الْعَبَسُ غَمًّا وَبَخِذًا مِنْكُمْ شِدْدَةً إِنَّهُ لَا يَحِبُّ الظَّالِمِينَ

برای عضوان $\alpha, \beta \in \mathbb{R}$ داریم

اس انگشت ہو محمدؐ کی ہر طرفی عبادت ہو کہ دائرہ مومن ہو اس وقت انہیں پوٹ جی ہے تو اس سے پہلے کسی ہی چوٹ تو ہمارے خوف فریق کا بھی فک نہ تھی ہے، یہ تو زمانہ کے نشیب و فراز ہیں انھیں ہم جو کونے دور مومن گوشہ دے رہے ہیں تمہارے یہ وقت اس لئے آیا ہے کہ اللہ دیکھنا چاہتا تھا کہ تم میں بچے مومن وہ ہیں وہ ان لوگوں کو چھانٹ لیا ہے بتا تھا جو اسی (راستی کے) گواہ ہیں، ابو ثلحہ عالم لو کہ اللہ کا پسند نہیں ہے۔

ہوئے اور یہ روح جہاد مہر تھے ہم تک باقی رہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب قسطنطینیہ فتح کرنے کے لئے بھیجی گئی تھی تو آپ اس مہم میں شریک ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر شریف پچھتر برس کے قریب تھی۔ اس وقت قسطنطینیہ نے فتح کی نوبت نہیں آئی۔ آپ ہی حالت دہشت میں بیمار ہوئے مسلمانوں نے لشکر کی فرادگدگیں جب آپ کے انتقال کا وقت قریب آیا، تو امیر جمش (جیریہ) میرات نے لئے آئے، اور آپ سے دریافت کیا کہ ماہاجرتک؟ (آپ کی کیا خواہش ہے؟) آپ نے جواب میں فرمایا:

سأجتي إذا ماتت فارتكب ثم أسع في لوج العدو، وما وجدت مسدداً فادفني ثم ارجع۔ میرے دل کا مقصد اور خواہش یہ ہے کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو مجھے کھوڑے پر سوار کر کے لے جایا جائے اور تھن کی مرہ بین میں مقبضی دور سے جویا ہو سکے۔ لے جایا جائے، پھر اگر اس کے آگے جانے کا موقع نہ ہو تو مجھے ویسے دفن کر دیا جائے، اور واپس آجایا جائے۔

پتا چلے آپ کو موجودہ شہر قسطنطینیہ کی لمبیل کے سارے فتن گرد یا کیا۔ یہ بات پورے ملک کی آہنی سے لئے عزت و القادری بات ہے۔ اس کو میزبان رسول بھٹکے ہی آرا سگاہ ہونے کا ثریف حاصل ہے، لیکن اسی نے ساتھ ہی ذرا داری اور سخاوت کی بھی وجہ شہر کے دروازہ پر میزبان رسول کی قبر مبارک ہونا شہر کے لئے نفع و فائدہ اور فخر و تجر و دلائل ہونے کی وجہ تھی نہیں دینی چاہئے۔

اس شہر قسطنطینیہ (اور موجودہ عربیہ درویش کے محل اقل) انتہائی اہم تھے دوسرے شہر و اہمیاں بات یہ ہے کہ تہا اس شہر و واسطہ میں آگے آگے سے لڑنے والے تھے۔ لڑنے والی جوش توئی فرمایا اور اس کی بشارت دی اور اس کے امیر القہر کی امرت کی۔ حدیث ہے۔ لستحق القسطنطینیہ، لعن الامم امیر ہا ولعن العیش ذالک العیش۔ تم ضرور قسطنطینیہ فتح کرو گے، اس مہم کا امیر بہترین امیر ہے اور یہ لشکر بہترین لشکر۔

قسطنطینیہ مہذبہ یونانی میں اور اس کے عرس بعد تک قیصر و کی عظیم الشان سلطنت روم الکمبری (THE GREAT ROMAN EMPIRE) کی جانشین مشرقی شاہان ہارطینیہ (BYZANTINE EMPIRE) کا دارالسلطنت تھا، جس کی مملکت اور نوآبادیات (تحت صوبوں) میں شاہان

میں لیوا رہ موبس سے تین خداؤں کی پرستش، کوئی تھی، خدا نے واحد کی تشبیہ میں نے لئے مر رہا۔
 عہد ہو، اس نے ایک عہد کو جو اس وقت اس کی ولایت میں تھے، نظم و ضبط کو بدلتا ہوا تھا اور اسے
 ان دنوں میں، جنہاں مصر پر چڑھی گئی اور اعلان ہوا کہ جو اس کی جگہ نماز چاہے یا صوفیائیں چاہیں جانے
 لگا۔

حافظ ابن ابی ترک بن ابی یونس نے یہ حالات کی ضرورت نہیں کہ محمد الفلاح مرحوم کا تختہ خلیفہ میں
 فاتحانہ و انتہائی طریقہ دو مہینوں میں لپچر یا دورانیہ ضرور ہے کہ فتح کو نوجوہ اس سے ناقابل
 مہور نہ کیا گیا تھا، اب جو اس کا تختہ خلیفہ ہے، اس پر اہل بیت کا تختہ تھا، تختہ خلیفہ پر بیٹ
 تھیں ان کی کو اوپر دھندلے تھے، محمد الفلاح کا تختہ خلیفہ اس کی طرف سے یہ دھندلہ
 (MARMARA) سے آ رہا تھا، شیخ القرن الدینی نے بیان کیا ہے مہینوں نے اس سے اوپر
 کی نہ تھیں سے ہذا کہ یہ تھا کہ ان کو بیٹہ دھندلہ کی طرف سے محمد الفلاح کی فوجوں کے آنے کا
 ارتقا، محمد الفلاح نے غلطی کی تھی کہ پچھلے انتہائی کو چھوڑ کر کامیابی صرف سے پہلی اہل قرن
 الدینی، GOLDEN FURN میں آ رہا ہے۔ اور اس میں ایک ناممکن عمل کو ممکن کر کے تھا دیا، شیخ
 بن خطیب کو چاہئے معلوم ہوا کہ محمد الفلاح کی انتہائی فتح میں موجود ہیں ان میں یہ بات آج کل کی
 فتح کے سبب کافی تھی، محمد الفلاح تختہ خلیفہ کے تختہ خلیفہ ایک ہی وقت میں اپنی فوجوں کے ذریعہ
 میدان ابویہ کی طرف سے تختہ خلیفہ میں داخل ہوئے میں کامیاب ہو گیا، شہنشاہ قسطنطنیہ خود
 معرکہ کی قیادت کر رہا تھا، اس نے اپنی طرف موبیہ صوفی اقامت کی پیش کی تھی، ان دنوں پہنچا
 دی، اور ترقی یافتہ کے یہ جیتے ہوئے حوالوں میں نہیں کر رہا، مابعد آیا۔

حضرت ابی جحیم بنی فوشی ہے کہ ابھی آج میں محمد الفلاح کا نام نہ دے رہے اور شاید کسی ترکی
 سلطان اور ترک شخصیت کا وہ اثر نہ اور اس سے وہ محبت نہیں جو سلطان محمد الفلاح سے ہے، میں
 جب بیجا کا کامیاب پہنچا تو انہوں نے "محمد الفلاح" کہتے ہیں کیا، میں آپ کا مشکور ہوتا ہوں کہ آپ اس
 نام کو زندہ کر رہے ہیں، اور اپنے بچوں کا نام آپ کا کرتا رہا کہ اس کا رکھا کریں، شاید کسی عہد پر اور نو جوان
 کے دل میں وہ بیٹہ یا بچہ افراتی لے اور فوجی و سیاسی حیثیت سے نہ اتنی اور دینی و عوامی اور فکری
 اور اسلامی راستہ سے پھر وہ اس ملک کا محمد الفلاح ثابت ہو، ایک فرانسیسی مؤرخ صیہ
 GIYAH نے سلطان محمد الفلاح کے دو سال بعد اس کی خلیفہ کی تاریخ پر کتاب لکھی ہے اس

میں لکھا ہے کہ "وہی کی تمام سبھی اقوام کو یہ تو کہا اور اسے کہنے کے بعد وہ نے فرماتے ہیں
 سلطان محمد فارغ ہو گیا تھا اور اس نے یہ کہہ کر "محمد الفاتح" کتاب کے مصنف کے قریب پہنچا
 کہ "میرے دوست ہو کے کہتے ہیں کہ" اس سے متاثرہ ہیں یہ مسلمانوں پر کشتہ آ رہا ہے مرنے پر ہے
 کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اور یہ سلطان محمد فارغ ہو گیا ہے تو اور فریق کی شخصیں اسے کہتے ہیں۔"

وہ مقتول اور بزرگوار!

محمد فتح کی اس تاریخ میں از محمد الفاتح کی تاریخ میں فتح کے بعد ۵۰۰ سال پہلے اس ملک نے
 پہلے عالم اسلام کی قوت کی آمد اور اس کی فتح کی تاریخ میں محمد (۳۰) قریب صدی پہلے
 تیسریں صدی میں مملکت کے عالم اسلام پہلے پہل پہنچا اور اس وقت کا مرنے والا سلطان ہوئے
 وہاں ایشیائی تہذیب کی اصل قوم کی ایک شاخ نے ترقی میں اس کی خدمت کے خاص طور پر
 ایک زمانے پر پہلے آل عثمان کے قبضہ میں سلطان سیم عالم (۹۱۸ء - ۹۴۲ء) ۱۵۱۳ء
 ۱۵۱۷ء کے زمانے میں مصر کی فتح کے بعد ترکوں کو یہ بھی قبضہ کیا اور اس نے خادم الحرمین
 الشریفین کا لقب حاصل کیا۔ یہ شرف سلیم نے بعد اس کے چالیسویں سو چار سو پچیس تک حاصل
 رہا۔ مین شاہین کی خدمت کے شرف سلیم نے حاصل کیا یہ تہذیبی مہم کی بنیاد پر اس نے
 ہر قابو میں مملکت کے اعلیٰ نے دوسرے حکمرانی میں اس نے اس کے ساتھ ہر مہم کی اس کی اختیار
 اقتدار کے لئے لڑائی لڑ کر ہاتھ خلافت کے تمام حقوق و امتیازات میں اسے تقویٰ میں لایا۔ یہ
 مقامات و قدس و حرمین شریفین کی تہذیبی و تمدنی و علمی و ادبی و تاریخی و جغرافیہ کی تمام خلافت
 اس کے ہاتھ میں لایا۔ اس نے سلطان عثمانی "خلیفہ" کے لقب سے دنیا میں مشہور ہوئے
 وراثتوں میں اسے قانون نے ہمیشہ امتیاز و امتیاز کے لئے ہمارے

۱۰۰۰ سال پہلے "مصلحت" اور "مصلحت" کے تحت میں "اس" میں شہر میں اس وقت
 دنیا نے اسلامی خلافت کا حق بھی ترکوں کو دے دیا تھا۔ کوئی دوسری اسلامی سلطنت طاقت
 اس سے میں دولت شہر نے ہزاروں قریبی مملکت تمام اسلامی مملکتوں سے زیادہ شرف
 میں ان خلافت کی طاقت اٹھتی تھی۔ ہر تہذیبی و تمدنی و علمی سے جہاد کا فریضہ اور اس کی تہذیبی
 پہنچانے کی مہم تھی کہ اس سلطان سلیم کی خلافت کا زمانہ دنیا کی تمام مہم کے لئے

سے اس کی مخالفت نہیں ہوئی۔

اس وقت سے مصر و شام، فلسطین، حجاز، ولیمین اور عراق سب خلافت عثمانیہ کے دائرہ میں داخل ہو گئے، اس چار سو پانچ سو برس میں ساری دنیا میں اس کی دھاک بٹھتی ہوئی تھی، سلطان عبدالحمید ثانی کے وقت تک کوئی مقامات و قدر پر نظر اٹھانے کی جرأت نہ کر سکتا تھا، ترکوں نے حجاز مقدس کی بھی خدمت اور تہذیب کا قرض انجام دیا، مکہ مکرمہ میں بیت اللہ شریف کی موجودہ عمارات سلطان مراد کی بنائی ہوئی، اور مسجد نبوی کی تعمیر و تزئین سلطان عبدالحمید اول کا کارنامہ ہے جو ۱۲۹۵ھ - ۱۳۰۷ھ میں انجام پایا۔

حرمین شریفین کے ساتھ ترکوں نے مسجد اقصیٰ اور بیت المقدس کی بھی حفاظت کا فرض نبھایا، میں نے الحاج سید امین الحسین مفتی اعظم فلسطین سے خود مناسبہ کہ ایک مرتبہ یہودیوں کا ایک وفد سلطان عبدالحمید خان سے ملا، اور اس نے کہا کہ اگر آپ قدس اور فلسطین میں نہیں اپنا مرکز وطن بنانے کی اجازت دے دیں تو ہم ترکی سلطنت کا سارا قرضہ ادا کر دیں گے۔ سلطان عبدالحمید خان نے زمین سے ٹہکی کی ایک کھنی اٹھالی اور کہا ہم فلسطین کی خاک میں سے اتنا بھی تم کو دینے کے لئے تیار نہیں، پھر اپنے عہدۂ افسر پر نقاب آمیز نظر ڈالی اور کہا اس کتے کو کس نے میرے پاس آنے کی اجازت دی؟

آپ یاد رکھیں کہ یورپ نے ترکی کو کبھی قبول نہیں کیا، یہ وجہ الہ ہے جو اس سے نہ ٹکھائی، نہ اگاؤ لیا۔ پہلے اس نے بلقان کی ریاستوں کو بغاوت اور اس سے جنگ پر آمادہ کیا، اور ترکی کے بہت سے علاقے یورپ کے قبضہ میں چلے گئے، پھر جنگ عظیم اولیٰ (۱۹۱۴ء - ۱۹۱۸ء) میں اتحادیوں نے ترکی کو اپنے ساتھ شامل نہیں ہونے دیا، وہ مجبوراً جرمنی کے ساتھ شامل ہوا، اتحادیوں نے اس کے حصے بخرے کر لیے اور اس کے بیرونی مقروضات پر قبضہ کر لینے کا پورا منصوبہ بنایا، جس کے نتیجے میں شام، فلسطین، لبنان، اردن (جو سب شام کا جزو تھے) اور عراق پر اس کا اقتدار قائم ہو گیا، لیکن ترکی کا مرکز براہ راست یورپ کے قبضہ میں کبھی نہیں گیا۔

تیسری اپ یورپ نے اپنا نقشہ جنگ بدل دیا ہے اب اس نے حملہ مسلح جنگ اور فوجی طاقت کے ذریعہ سے نہیں، کلچر، ذرائع ابلاغ (PUBLIC MEDIA)، نظام تعلیم اور افکار و نظریات کے ذریعہ شروع کیا ہے یورپ، ترکی کو مسلمان نہیں دیکھنا چاہتا، اس نے تہذیب

[illegible]

وہیے مولائی یہ ہے یہ میں علامت و علامت کے ذریعہ شکر علیٰ ربیب یہ ہاں
نے سے محبت، سعادت کے تجرہ آئے ان کے عزیز اور اس کے فوج و مخلص نے اویں رہائیں
باجیس جس لڑتا ہوں مان بظہور نے ملنے۔

فرمانی کے مندرجہ ذیل ایرے واقعہ دس حالتوں کا بیان ہے: (پس فی یہ زبانی اس کے خاتمہ میں بہر حال موقوف ہیں) ان کے زنی شوق و بیدار اور تحریف کرنے کی ضرورت ہے۔ ان مندرجہ ذیل اسام کے ساتھ، دانش اور اس کے لئے ذرا پیشی تک ایسی بند اور ختم نہیں

اور اس کا معنی حصار ہے جس کی بدولت بہت سی مسلم (یا دعویٰ اسلام) قبیلوں اور حکومتوں کو کھل کر کفر کا راستہ اختیار کرنے اور اپنے ملکوں اور ماعت مسلم قوموں کو فکر و الحاد کے آغوش میں لانے کی ہمت نہیں ہو سکتی۔ خدا انہو سے اُس کیس دن یہ حصار نوٹ گیا اور ہمسع قوم پر رشتہ اور ان کی دینی و دنیوی اسلامی حق سے جو کئی تو پھر ان ملکوں میں اسلام کے بت اور تحفظ کی کوئی ضمانت نہیں، اور ان ملکوں کو انہیں اور دینی ترستان بد دینے سے کوئی چیز روک نہیں سکتی، یہ عام ہال ہے جس سے بہترین انسانی مصنوعات تیار کی جاسکتی ہیں (RAW MATERIAL) ہے جس سے بہترین انسانی تعمیری کام لیا جاسکتا ہے، حصہ خاصوں اور قابل اصلاح پہلوؤں کے باوجود یہ وہ انسانی مجموعہ ہے جس پر بغیر اندوہ جہات اور اہل قلوب اور اہل خصوص کی خلعتیں صرف ہوئیں ہیں، اور وہ آج بھی اپنے خلوص قلب، اپنی محبت، نرم جوشی اور ایشہ و قربانی کے جذبہ اور صداقت میں، دوسری انسانی جماعتوں پر مذہبی قوموں سے فائق و ممتاز ہے۔

اسی کے ساتھ ضروری ہے کہ ان عوام کی زندگی میں اسلام پورے طور پر کارفرما اور صہران ہو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يا ايها الذين امنوا ادخلوا في السلم كافة ولا تصولوا خطرات الشيطان

اِنَّه لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ (۱۰۰: ۱۰۱)

مومنو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو، جو کفر، شیطان کے چبوتے نہ چھو، اور تمہارا سربراہ دشمن ہے۔

کامل ایمان مطلوب ہے

اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو اپنی زندگی میں ۱۰۰ فیصد مسلمان ہونا چاہئے، دس فیصدی میں بی بی صدی اسلام پر عمل کرنے سے کام نہیں چلے گا، یہ نسبت تقسیم میں ملازمتوں میں اور زندگی کے دوسرے شعبوں میں چل سکتی ہے، مگر اگر یہ منہ بلی سے قائم نہ ہو، نہ افریقہ، نہ مہادت کا پابند ہو، اور بعض اسلامی شیعہ و علماؤں کا حامل ہونا کافی نہیں، ضروری ہے کہ معاشرت بھی اسلامی و تمدن بھی اسلامی ہو، نئی قانون (PERSONAL LAW) میں بھی شریعت کے احکام پر عمل ہو، حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد بھی ادا کئے جائیں، پھر اسکے ساتھ دین کی ہمت کے

تھوڑی سی قیمت بھی بولی ہو گئی ہے۔

ایمان محمد کو برا سمجھا اور ٹھیکر لیا۔ یہ وہ واقعہ ہے جو آسانی سے سمجھ نہیں ہو سکتا۔ اس نے پہلا دم یہ ہے کہ یہ بچی تو مولوی کی بیوی کے مسلمان بنانے کی کوشش کیجئے اور کہنے سے اجابت عام کا اس پر اختیار نہ تھی۔ نقل و حرکت خطاب و عموں کے درمیان کی معصومیت و ادا شدگی تھی۔ اور حضرت ابراہیمؑ کے عموں سے ملنے گئے کہ انہوں نے (جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے) آئندہ سے بھڑائی میں بانی کا شرف حاصل کرنے اور ہمہ وقت صحبت اور پیادگی میں رہنا (جو ان کی حد سے ان کا حق و حق دینی) کا اعلان کیا اور دین کی شرافت کے لئے اپنی بیوی کو جس بھی چیز کا حاضر دینی سمجھا اور مرد سے پہلے (اس میں یہ مسلمان اور مرد کے اور اس کی خفاک پاک میں نہ ہو پانے کی ضرورت نہ تھی) کہ یہ جو پرانے کے قتل تھے جیسے وہ مرد اور مقررہ مقام پر تشریف لے گئے اور اس کا پانا آفرینی مرقد بنایا۔

اسکندریہ کی قبر کیسے

اور اس میں ہے کہ اپنی آمد میں دو مسلمان رشتہ کی کوشش کیجئے۔ پہلا یہ کہ آپ کی آنکھوں میں صرف ترقی زوہت جائے۔ صرف مرقد کی انگوٹوں میں اس نے تعلیم پائی۔ وہ دین کے بارے میں اس کی کچھ معلوم نہ تھی۔ وہ آپ کے سید کے سب سے بڑے اور تہذیب و تمدن کا ایک (وہ خدا کا ہے کہ) انھیں اور آپ نے اپنے بچوں کی دینی تعلیم سے نفرت دینی تو خدا کا اور وہ آپ نے بعد میں وہ لوگوں آجائے۔ کچھ اہمیت کے یہ مسئلہ جو لوگوں کا سب سے بڑا اور تھوڑی دانیوں اور سببوں کے ساتھ۔ بالآخر اس نے فرما دیا کہ میں خود تو نہیں کہہ سکتا کہ وہ اصل دانی ہے قائم رہے کہ آپ نے مجھے نہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے خود انبیاء کی تعلیم کی پشت میں تھے۔ ان کے بعد مابعد حضرت اسماعیلؑ وغیرہ ان کے مہتمم اور حضرت اسماعیلؑ وغیرہ اور ان کے بعد بزرگوں حضرت ابن تیمیہ (علیہ رحمۃ اللہ) مابعد حضرت ابن تیمیہ اور ابو القاسم رشتہ۔ ان کے گھر میں وہاں تو سید کی انھیں اور چاہت انکی کے اور کسی چیز کی فضا پر ہوا تھی۔ شرف اور

بت پرستی کا سہیہ بھی اس گھر پر ایک صدی سے نہ چڑھا ہوا لیکن یہاں شاعر

مثنوی است ا ب ج ہ ز ہ ی ک

انہوں نے اس کو کافی سمجھا دینے پر فرزندوں کو اس میں اور پوتوں کو جمع کیا اور ان سے کہا،

ماتعبدوں میں بعدی

(تم میرے بعد کسی عبادت نہ کرو گے)

کو یہ زبانِ حانی سے کہا، میرے پیراؤں! میری پیچھے قبر سے نہ لگے گی، جب ملک میں یہاں سے یہ وطنیہ مان لے کر نہ چاؤں کہ تم میرے بعد کسی کی بندگی نہ کرو گے؟

مجھے یقین ہے کہ ان کے ہاں سب فرزندوں اور فرزندوں نے فرزندوں نے یہی کہا ہو گا کہ
ولدنا عبد! اور اچان! انا جان! یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ آپ نے میرے تعلیم عبادت کی؟
اور ہم نے ساری عمر نیا اور نیا اور کیا کیا؟

بعد الہک و اللہ امانک ابراہیم و اسماعیل و اسحاق الہا واحد

وہیں لہ مسلمون

(ہم آپ کے مہمور، آپ کے بچے اور واد اسماعیل و اسحاق اور آپ کے دادا اچان حضرت ابراہیم کے مہمور کی پرستش کریں گے، جو اکیلا پرستش کے قابل ہے اور ہم اس کے آگے نہ جھکا سکتے ہیں اور نہ اس پر راہیں ہوں گے۔)

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اپنی اولاد سے اس بات کو وقت میں کوئی ایسی بات نہیں کہی جو عام طور پر بزرگ خاندان اپنے وارثوں سے سکرات کے ایسے راز وقت میں کہا کرتے ہیں، نہ شاہد و شہادت کی بات نہ کسی، لیکن اور قرآن کی خبر، یہ قرآن وسط بات کے بارے میں ہدایت دے۔ شریعت زکوٰۃ کی ہدایت دے۔ نئے متقین، اس ایک بات ماتعبدوں میں بعدی؟ "نہیں! عرب ایک بات کی فکر تھی کہ ان کے بعد ان کی اولاد و ایمان اور دین صحیح پر قائم رہے۔ اور خدا نے واحد کی بندگی کر کے اور انہیں اس وقت تک اطمینان نہیں ہوا جب تک کہ انہوں نے اپنی اولاد سے اس پر قائم رہنے کا اقرار نہیں کر لیا۔ ہر ملک کی موجود مسلمان نسل کے لئے یہی اسوۂ الہیہ حالت انبیاء و رسل و ایمان کا تقاضا ہے۔

نہیں بات جو مجھے نہیں ہے۔ یہ ہے کہ آپ کا ایمان پر عمل نہ کرنا مبارک، یہ نقل و حرکت، دعوت تبلیغ مبارک، انسانی مدارس میں فتوح و حدیث اور عربی کی تعلیم پران اور قرآن مجید کا حفظ و تجوید مبارک اور اپنے بچوں کے ایمان و ایمان کی حفاظت کی فکر کرنا بھی مبارک لیکن ایک بات اور ہے

جو کہ کم از کم نہیں، اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ جو طبقہ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تعلیم پاتا رہا ہے، (اور وہی تعداد میں مذہب اور اثر و رسوخ میں بڑھا ہوا ہے) اور جو نوجوان یورپ سے اپنی تعلیم حاصل کر کے واپس آ رہے ہیں۔ یہی طبقہ ہر ملک میں ملک پر حاوی اور پائڈ ہو رہا ہے وہی قیادت کرتا ہے وہی پلاننگ (منصوبہ بندی) کرتا ہے۔ وہی ملک کا رخ متعین کرتا ہے اسی کا طرز زندگی ملک کا عوامی فیشن بنتا ہے ملک کا نظام تعلیم ذرائع ابلاغ اسی کے قبضہ میں ہوتا ہے وہی خوب ہو یا خوب اور "نا خوب" کو خوب بنا دیتا ہے اور آخر میں ملک کے نظم و نسق پر حاوی ہو کر تو بحین سازی اور یقین LEGISLATION منصب پر فائز ہو کر وہ جس چیز کو چاہتا ہے اس کو اجازت دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے اس کو ممنوع اور خلاف قانون قرار دے دیتا ہے اس طرح پوری قوم اور اس کی معاشرت و تمدن اس کی نسل کا مستقبل، یہاں تک کہ (اللہ محفوظ رکھے) وہی فرائض کی ادائیگی، شہر اسلامی اور مدائن، مساجد اور اس کا عالمی قانون (PERSONAL LAW) اس کے رحم و کرم پر رہ جاتا ہے۔ یہ بہت سے آزاد مسلم ممالک کا تجربہ ہے جن کی اکثریت مسلمان ہے، بلکہ وہ ملک تقریباً کلیہً مسلمان ہے اور کبھی وہ ممالک علم و دین اور دعوت و اسلامی کا تنظیم ترین مرکز رہ چکے ہیں، اور اب بھی وہاں بڑی بڑی جامعات قائم ہیں، ان کے نام لینے کی ضرورت نہیں آپ خود ان کو سمجھ سکتے ہیں۔

مسلمانان ترکی کی اہم ذمہ داری

اس لئے آخر میں یہ عرض کرتا ہوں کہ آپ اس طبقہ کو ہرگز ہرگز نظر انداز نہ کیجئے ملٹی و کٹری نڈ وک ڈیویڈ سوشل لوجی اور ان کی نفسیات اور مضمی، رجب کے مطابق اسلام کی تعلیم اور انکی ضرورت و غفلت تو ان کے ذہن نشین کرنے کی کوشش کیجئے۔ اور ان کے دلوں اور دماغوں کو ایمانی و شعوری طریقہ پر اسلام کی اہمیت اور اس کی اہمیت کی صداقت اور اس کے ہر زمانہ میں قیادت کی صلاحیت پر مطمئن کیجئے، یہ دور گھٹنے نہ مارنے والی بات، انکار اور چین و اقوامی تعقبات کا زمانہ ہے۔ اس لئے ملٹی و کٹری نڈ پر کام کرنے اور یہ طبقہ کو (جو ہر سر قیادت ہونے کو ہے) اس بات پر مطمئن اور اس کا قائل کرنے کی ضرورت ہے کہ اسلام ہی دنیا کا نجات دہندہ اسلام ہے صحیح زندگی گزارنے کا واحد راستہ ہے اور نہ یہ دنیا خدا فراموشی کے راستہ پر چل کر خود فراموشی اور بالآخر

خودکشی کی منزل کی طرف جا رہی ہے۔

و صدق اللہ العظیم

و لا تکونوا کالذین نسوا، لله فانهم انفسهم و اولئک هم الفاسقون“
اور ان لوگوں جیسے نہ ہوتا، جنہوں نے خدا کو بھلا دیا تو خدا نے ایسا کر دیا کہ خدا اپنے تئیں
بھول گئے یہ یہ کردار لوگ ہیں۔ اسی پر اکتفا کرتے ہوئے ایازت چاہتا ہوں

و آخر دعوانا انہ الحمد لله رب العالمین

المیہ فلسطین سے تین سبق

یہ تقریر شعبان ۱۴۲۹ھ (نومبر ۱۹۶۹ء) کو عربیہ منورہ میں مدرسہ ثانویہ حیدر کے ہال میں کی گئی، اس جلسے میں رابطہ عالم اسلامی کے بعض مقتدر ارکان، جامعہ اسلامیہ کے اساتذہ و دانشور شیعہ کے تعلیم یافتہ اصحاب تھے، ہال حاضرین سے پھر اٹھا۔

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى، اما بعد۔

حقیقی خیر خواہی

میں چاہتا ہوں کہ اس مجلس میں آپ سے کچھ صاف باتیں کروں جو بات بھی کہوں پوری قوت، پورے یقین اور پورے اعتماد سے کہوں، آپ حضرات نے مجھ سے جس حسن ظن اور مجھ پر جس اعتماد کا مظاہرہ کیا ہے، آپ کا یہ اعتماد میری طرف اُسی ہوئی آپ کی نگاہیں، میری آواز پر لگے ہوئے آپ کے کان اس کے متقاضی ہیں کہ میں صاف گوئی سے کام لوں، ”محامست“ اور مدہشت نہ کروں بلکہ کچھ کھری کھری باتیں کروں اور اپنے گھر اور خاندان کے افراد کے ساتھ ”محامست“ کرنا بھی بڑا ہے؟ ہر انسان اپنے بھائی بندوں اور اپنے خاندان والوں سے کچی محبت رکھتا ہے یہ محبت اسی صاف گوئی پر مجبور کرتی ہے، خاندان کا سربراہ افراد خاندان سے غلط بیانی نہیں کر سکتا۔

مجھے اجازت دیجئے کہ آپ سے کچھ صاف صاف باتیں کروں اور اپنا درد دل آپ حضرات کے سامنے کھول کر رکھ دوں۔

حادثات سے عبرت پذیری

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو جن اوصاف اور صلاحیتوں سے آراستہ فرمایا ہے، ان میں سے سب سے اہم حادثات سے عبرت پذیری اور زندگی کے تجربات سے نفع حاصل کرنا ہے، یہ

صلوات اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی بہت بڑی اور بہت اہم دولت ہے، اس نے تہذیب و تمدن، علوم و فنون اور صنعت و تجارت تمام میدانوں میں آگے بڑھنے کا راستہ کھولا ہے، اسی نے حفاظت اور دفاع کی راہیں دکھائی ہیں اور عزت و حرمت کی حفاظت کے طریقے سکھائے ہیں اور انسان کو روزمرہ کے معمولی واقعات سے سبق حاصل کرتا ہے، اور نتائج اخذ کرتا ہے، اور چرے طور پر اپنے فرائض کو ادا کرتی اور اپنے عزت و شرف اور اپنے دین و ایمان کی مناسبت اور عمل حفاظت بھی وہی انسان بچہ بچہ طریقے پر کر سکتا ہے، جو زندگی کے حادثات و واقعات سے صحیح نتیجہ اخذ کرنے، ان سے سبق حاصل کرنے، اور زندگی کے میدان میں ان سے فائدہ اٹھانے، یہ وصف تو انسان کی فطرت اور اس کے خیر میں شامل ہے، ایک بچہ عمر زندگی کا بالکل ابتدائی مرحلہ طے کر چکا ہے اور عقل و شعور کی ابتدا ہو چکی ہے، وہ بھی اگر آگے کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے، اور اس کی انگلی بھل جاتی ہے تو وہ ہمیشہ کے لئے سبق حاصل کرتا ہے، اس کے اس دماغ میں یہ بات چبھ جاتی ہے کہ اگر کبھی آگ کی طرف ہاتھ لیا تو تھکی ضرور جل جائے گی اور اس کو خطرہ پیش آئے گا، اسی کو علم و استقرا کہہ جاتا ہے، جزایات سے کثرت کی طرف انتقال اس کا نام ہے، اور یہی علم ہے جس نے انسانیت پر بے شمار احسانات کئے ہیں، اور علم و حکمت اور ایجاد و اختراع کے میدانوں میں بہت فائدہ پہنچایا ہے، آپ حضرات تاریخ کا علمی اور تحقیقی مطالعہ کرنے والے ہیں، آپ ابھی طرح جانتے ہیں کہ یورپ نے صنعت و حرفت اور علوم و فنون میں جو طویل مسافت طے کی ہے، وہ فہم و تحقیق اور اندازوں سے نہیں بلکہ اسی علم و استقرا کی بدولت کی ہے۔

مومن، انسانیت کا اعلیٰ معیار

ایک مومن تو انسانیت کا اعلیٰ معیار اور مثالی نمونہ ہے، اس کے لئے ضروری ہے کہ عقل سلیم میں سب سے فائق ہو اور زندگی میں فحش آنے والے اور اپنے جھیلے ہوئے یا ہانپے ہوئے واقعات و حوادث سے دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ سرعت کے ساتھ اس کا ذہن صحیح نتائج اخذ کرے اور اپنے آپ بار بار، ایک ہی خطریہ کی زد پر نہ آئے، اسی وجہ سے حدیث شریف میں آیا ہے "لا یلدغ المؤمن من جحرٍ موتین" (مومن ایک سوراخ سے دو بار

اور بنی حوعلہ کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ بلکہ وہ اس کو جوہرِ عمریٰ جتنا کہی پر یقین و اعتماد نہ تھے۔ ان کو اس کو موقع ملنے پر پہنچ کر وہ درویشوں و مسکینوں اور عرب قوم کی قیادت کے میدان میں اپنے گروہ اور ان کے پیچھے پیچھے گئے۔ ان کا یہ ان میں آنے اور اپنی صلاحیتوں و آرزوئے کا پر پور ادا نہ ہوا۔ یہ ان اور ان کے دروازہ دہی اس میں بھی ایک حکمت ہے کہ یہ قیادہ تمیں اپنے ترکش کا آخری بہترین، تیرے ترین اور قوی ترین تیر بھی استعمال کر کے دیکھیں کہ وہ کتنے کتنے زمانہ میں بھی ملتا ہے۔ یہ ان کے فکرِ انسانی کی رسائی و مطلق ہے، اور ان کو جوہرِ عمریٰ میں پس منظر ہے اور ان تمام اعلیٰ کے سطح پر ان سے دہے زمین کی کوئی بھی طاقت ہر دور میں ہے۔ قدرت نے ہی چیز میں نقل نہیں کیا۔ ان کی آرزو میں رکاوٹ نہیں تھی، اس کے بعد ہی تشکیل، ادب و صحافت سے استعمال اور ان کی تنظیم اور نظریات و خیالات کی تردید و مشامت کے لئے ان کو یہ بہتر اور موثر مواقع و وسائل سپرد کئے تھے۔ اللہ کی قدرت و فیاضی کی شہادت اور ان کی کالونی اور ان کے تمیں کا مکمل، ناقصہ کی قہر و طاقتیں جو اپنے لوگوں کی قیادت کا اہل تکمیل تھیں اور قوم کی رہنمائی کی دیکھ رہے تھے۔ ان کی رہنمائی کی رہنمائی اور ان کے اختراعات ان کی دستوں میں ہوں اور ان کو استعمال کرنے کی دیکھیں۔ قیادت کا میدان ان کے لئے کافی ہوا اور ان کی خطہ و رکاوٹ کے پرے ساز و سامان ان کو اور اعلیٰ صلاحیتوں کے ساتھ ان کو اپنے جوہر و بھانے کا موقع ملے۔ لیکن اس کے باوجود ان کو تنہائی شرم کے غماز سے دو چار ہونا پڑا۔ ان کی مثال، انسانی تاریخ کا یہاں ہے تو بھی کم از کم مسلم تاریخ میں نہیں ملتی۔

عرب قوم اور مسلمانوں کے دامن پر بد نما وارث

آئی کے وہ قاتلین و مصلحین نے عرب اقوام کے مسائل اور خاص طور پر مسندِ فہدین کو حل کرنے کا دلی یا تھا، یہ انسانی تاریخ کے نا کا م ترین قاتلین میں ہیں۔ اشیات الہی نے تمیں ستر موج دی تھا، جو شاندار ہی کسی قاتل کو ملتا ہے۔ ان کے لئے میدان بالکل نئی تھا، راوی ساری رکاوٹیں ختم ہو چکی تھیں، جن سے یہ بھرتے تھے۔ وہ بھی میدان چھوڑتے تھے، لیکن نتیجہ کیا ہوا؟

انہوں نے عرب قوم کے دامن پر ایسے بد نما وارث کا رکھا، جس سے نہ ان کا پانی بھی

تمہیں دعوں کا یہ صرف عرب ہی نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کے دامن پر بٹھایا ہے۔
اس حادثہ کا یہ سب سے پہلا اور اہم سبق ہے۔ اسے فراموش نہیں کرنا چاہیے۔

عربوں کی فطرت کے خلاف بغاوت

عرب قوم پر اللہ کی عنایت اور خاص رحمت یہ ثابت ہوئی کہ خلاف اسلام رجحانات و نظریات رکھنے والے قائدین کو اس کا موقع ملا کہ وہ اپنے عزائم کو بروئے کار لائیں اور اپنے مانگے ہوئے پروگرام اور مقشوں کے مطابق عمل کر سکیں، اور پھر ناکام رہیں، عرب قوم کے لئے یہ مقدر ہو چکا ہے کہ وہ ہمیشہ اسلام کے پیغام کے ساتھ مربوط رہیں اور وہی کی زیر سایہ ترقی کریں۔ جبریت و تکیہ طریقہ سے عرب کے سیاسی نتائج پر یہ رہنما نمودار ہوئے جنہوں نے عربوں کی فطرت کے خلاف بغاوت کی اور اسلام اور مسلمانوں کو پردہ کے پیچھے دھکیل دیا اور طویل مدت میں یہ بھی ممکن تھا کہ قدرت کی طرف سے ان کے راست میں رکاوٹیں ڈالی جاتیں اور یہ اپنے منصوبوں کے مطابق کام نہ کر سکیں، لیکن ایسا نہیں ہوا، بلکہ ان کو اپنی آزادی ملی اور جوتی میں آیا کرتے رہے، یہاں تک کہ عربوں کی نگاہوں میں روز روشن کی طرح یہ بات روشن ہو گئی کہ عرب کی بھلائی ان کے بس کی بات نہیں، وہ یہ قیادت بدترقیوں، فتنوں، بے نتیجہ اور بانجھ رہتے۔

رسول اللہ کے حریفوں کا عبرت ناک انجام

محمد مصطفیٰ علیہ السلام کے پیغام کی مخالفت کرنے والوں، آپ کی عالمی اور ابدی قیادت کو چیلنج کرنے والوں اور نبوت کا دعویٰ کرنے والوں کا ہمیشہ یہی انجام ہوا ہے، قرآن کی آیت کریمہ میں شانک ہوا ہے (پچھلے آپ کو دشمن ہی ہے نام و نشان ہونے والا ہے) کو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض و عناد رکھنے والے اور آپ کی قیادت سے اختلاف کرنے والے قریش کے کسی اجڑا اور اکثر فحش کے لئے مخصوص زمین ماٹا، وہی طرح "ابوہریرہ" میرے خیال میں صرف نسل اور نفسی انحطاط ہی کا نام نہیں، بلکہ اس کا مستلزام اس سے بہت وسیع ہے۔ اس کا پورا مفہوم یہ ہے کہ:

”اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو تمہیں آپ کا مخالف ہو، آپ سے دشمنی رکھنے آپ کی جائز ہے۔ آپ کی قیادت سے قوم کا تعلق منقطع کر کے ان کی سر دلوں پر خود مسلط ہو جائے اور قوم کے ذمہ زمین و مائع سے روک نہایت۔ اے مہربان فصیح و فہم، یہاں چاہت اس کا انجام ہے بد قولی، مافکامی، ذلت گنہگار اور بے نشانی۔“

یہی انجام ہوا مسلمہ کذاب کا، اسودہ بنی کا، طہیرہ اموی کا، احاب کا، ابوہریرہ بنی کا، مصعب بن یمنوں کا، حسن بن صباح کا، یحیاء اللہ اموی کا اور علامہ احمد قادیانی کا، اور اسلام سے بغض وعداوت رکھنے والے انجیل پسند قوم پرست لیڈروں کا بھی ہر زمانہ میں یہی انجام ہوا ہے۔ اور جو شخص بھی اس امت پر کابھ نظر پڑے اور زبانی غایہ حاصل کرے گا اور امت کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بدیہی قیادت سے الگ کرنے کی کوشش کرے گا، اس کا انجام بھی وہی ہوگا، قرآن نے ہمیں کی خبر دی، اور تاریخ نے جس کی ابدیت ثابت ہے۔

مفسرین کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے، انھوں نے اس آیت کی تشریح میں جو کچھ لکھا ہے، اس کے اعتراض و احترام کے ساتھ میں اس آیت کے مفہوم کو اس قدر محدود نہیں سمجھتا، میرے نزدیک اس کا مفہوم وسیع ہے، اور یہ آیت انسان کرتی ہے کہ ”محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حریف و رقیب اور آپ کی قیادت کو چیلنج کرنے والے ہر بد نصیب کا یہی انجام ہوگا۔“ تاریخ، محض طیم اور روایت سے صحیح نتائج اخذ کرنے والا باشعور زمین ان رہنماؤں کو اس ناکام تجربہ کو دوبارہ دہرانے کی اجازت اور اس کا موقع ہرگز نہیں دے سکتا، انسان کی انفرادی زندگی میں بھی ناکام تجربات کا دہرانا خطرناک ثابت ہوا کرتا ہے، اور قوم کے قائدین کی غلطیوں کا اعادہ قوم کے مستقبل اور اس کے انجام کے لئے انفرادی زندگی کے معجزہ نقصان سے کہیں زیادہ مضرت رساں اور تکلیف دہ ہوگا۔

دوسرا سبق، خود غرض اور مفاد پرست رہنما

خود غرض اور مفاد پرست رہنماؤں کا یہ طریقہ جو اپنے نفس کی پرستش اور اقتدار کی اوپٹی کرسیوں کے سامنے مجاہدہ ریزی کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہیں جو اپنے اغراض اور اپنی خواہشات کی تکمیل میں کسی چیز کو معیوب نہیں سمجھتے، جنہیں نہ دین و مذہب کا خیال ہے، نہ

انسانیت کا پامں نہ افرار کی آزمائش کا لگانا تو بہت عمدہ ہے اور نہ آخرت پر یقین، نہ اپنے ذاتی فائدہ کے واسطے کسی قومی و ملکی مصلحت کی فکر، نہ دوسروں کے خیرات و خیریات اور اصول و ضوابط پر اکتفا، نہ ان کا لحاظ، جو خود اعلیٰ اللہ کے انکشاف و انکشافات کے تحت کھڑے ہیں، یہ انھیں کے سامنے سرکھ ہو چکے ہیں، ان کے سامنے نہ رات، نہ کسی نیکو یا فاجر میں تمیز آتے، نہ انھیں کے درجہ اور مرتبہ پر کوئی فرق ہے، انھیں کے سامنے ہر شے ہیں، ہر ان کے پوش میں ان کے ساتھ لکھ دیے گئے ہیں قرآن ان کی حقیقت اور حقیقی تصویر کشی کرتا ہے۔

ومن الناس من يعجبك قوله في الحياة الدنيا ويمسك الله عضيه في قبه، وهو اند الحصم، واد ا توبى معى في الارض ليقصد عبثا وبهلك الحرث والنسل والله لا يحب الفساد، واد قبل له الله احدته العزة بالا لم يحسبه حبيم، ونلس تمعنا، (سورہ ۲۰: ۲۰-۲۱)

بعض انسان ایسے ہیں جن کی بات دیکھ کر اللہ کی بڑی تعجب لگتی ہے، وہ اپنے اس کی باتوں پر اللہ کو دیتے ہیں حالانکہ وہ نیکو و نیکو آدمی ہیں اور سب کو دیکھ دیتے ہیں تو زمین میں ان کی سرگرمیاں اس لئے ہوتی ہیں کہ اس میں قوم دیکھ سکیں اور جانوں اور عقول کو پرورش دیں، اور اللہ خدا پرست نہیں کرتا، اور جب ان سے کیا گیا ہے کہ اللہ سے اور اللہ اور ان کو نہ پر آمادہ کرتا ہے ان کے لئے تو میں انہیں ہی کوئی ہے، اور وہ میری ہی جگہ ہے۔

ان ایہدوں کی اس سے بچت اور حقیقی تصویر اور کپ ہو سکتی ہے، اس کا ایک ایک جزو ان کے منطقی ہو رہا ہے، ان کی فطرتی چیزیں باتیں، لکھنے، انسانیات، آثار انسانی، مہجوریت، اشتراکیت، انسانی حقوق اور معاشرتی انصاف، جیسے مضمون، بات پر ان کی ان کے توجہ اور ان کے ان کے ان کی رہاں اور فطرتی و طبعی باتیں پر مبنی، عربی، سماج کے کسی بھی مسئلہ سے بہترین اور اس قدر تفصیلات، اخبارات میں شائع ہونے والی ان کی ویب سائٹس تصویریں، انھیں، آپ جب سمجھیں گے کہ یہ دنیا اور بارے میں ساری چیزیں ان سے نکلتے ہیں۔

کہ آپ قرآن کی تفہیم اور اس کی حقیقی تفہیم چاہتے ہیں تو قرآن مجید، اس میں انسانیات و واقعات کی تفصیل پر ایک انکشاف والے لکھنے اور ان حادثات سے ان رہنماؤں کے دل و دماغ پر جو اثرات مرتب ہوئے ہیں، ان پر غور کیجئے، اور اسی طرح قرآن کی یہ آیت پڑھئے۔

وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تَعَجَّكَ أَجْسَامُهُمْ وَانْهَضُوا لِقَوْلِهِمْ : كَانَهُمْ
عَسَبٌ مُنْتَبِهٌ بَحْيُونَ كُلَّ صَنَعَةٍ عَلَيْهِمْ هُمُ الْعُدُوَّ فَاحْذَرُوهُمْ .

حاشیہ ۴۰

اگر قرآن پڑھو لکھو تو ان کی ہر حرکت کو دیکھو کہیں ان کے درود یہ نہیں تو تم ان کی باتیں سنو
ہیں وہ ٹھیک، غلط، غلطی، غلطیاں ہیں۔ انہیں کہتے ہیں کہ یہ قرآن کی غلطی ہے، انہیں کہتے ہیں
ان سے بھاگ رہو۔

قرآن کی اس آیت میں ان کی کج اور غلطی تصویر پوری طرح اور بے غلطی میں آ جاتی ہے
وہ قرآن کا بڑی تجزیہ ہے۔

حالیہ واقعات سے ملنے والا یہ دوسرا نقشہ ہے۔

قرآن جتنا ہے کہ حسب یہ تجزیہ پتہ چلتا ہے قرآن کی ساری ساری سہا سہا میں خدا کی پستی
اور جان و مال پر ہمارے کرنے کے لئے بولی ہیں۔ ان کے ان ملکوں میں جان و مال کی ہر ہادی پر نگہ
ڈالنے یہاں یہ خود سرور خوف خدا سے آزاد حکمران مسلط ہو گئے ہیں۔ جو جدید تصویفوں اور
شیطان کی نظریات کا پھر چوکور ہے۔ انہوں نے اپنے ملکوں کو بالکل غلطی کر دیا ہے، جیسے موسم
غز میں سر ہزاروں روپے درخت لچروں اور پتوں سے بالکل خالی ہو جاتے ہیں، مصلحت سے کئے
دارے یہ کھانکے بالکل ویران ہو گئے ہیں، تمام دینی و دنیاوی نعمتوں سے خالی، ان میں نہ ہے۔
پڑا، روئے ہیں، حدود ہرین زمین پر علاقہ نظر کرتا تھا، ان مساکم میں شوق زنی سے نہ خود
اقتدائی۔

ن قابل تلافی نقصان

نور و غبار کی ہوا انسان کی بہترین دولت ہے اور ہر زمانہ میں انسان سے متعلق ہوتا رہا ہے۔
یہاں تک کہ قدیم فرمانرواؤں اور حکاموں نے بھی ان سے یہ دولت لی تھی، لیکن نہ سمجھتے
جمہوریتوں اور "اترقی پسند قیادتوں" نے "مسلم اور عرب قواؤں کو ان دولت سے بھی محروم کر دیا، ان
کی خود اعتمادی جاتی رہی، ان کو اپنی صلاحیتوں پر اعتماد اپنی عقل پر نہ اپنی کارنداریوں پر، طالب
علم میں اگر خود اعتمادی نہ ہو تو کتنا ہی ناچیز ہو، امتحان میں کامیاب نہیں ہو سکتا، ان کی کاویہ یا

سپاہی اگر تو اور نہ دکھتا ہو تو کوئی زیادہ فکر کی بات نہیں، بدوقت نہ ہو، کوئی حرج نہیں، مگر یہاں ختم ہو جے نہیں، جب بھی کوئی پریشانی کی بات نہیں، لیکن اُنرا سے اپنے اوپر اعتماد نہ ہو، اپنے اصول و نظریات پر اعتماد نہ ہو، اپنے دین پر اعتماد نہ ہو، اس کے پاس کچھ بھی نہیں۔

اس قوم کو نہ دیکھئے والا سب سے بڑا نقصان یہی ہے، جس کی کتابی نہیں ہو سکتی۔ اقوام ملتی، مثالی، دور دورہ ان میں جھکی ہے، اس میں بھڑا ہے، تختہ ہے، تختہ آٹے رہتے ہیں، بکڑیاں بھی، تکی رہتی ہیں، اور سبھی، وہی میں کوئی فرق نہیں آتا۔

فاما الزند فیلذہب جفقاء واما عابض الناس فیمکث فی الارض

(مترجمہ ۲۰)

جھانگ شک ہو کر اڑ جاتا ہے، اور جو انسانوں کے لئے نفع بخش ہے، وہ زمین پر ٹھہر جاتا ہے۔

زندگی میں نہ مصائب و آلام کی چنداں اہمیت ہے نہ خوشی و ناگہانی کی اہمیت ہے قوم کی خود شناسی اور خود اعتمادی کی، ضمیر کی، بیداری کی، اور گرد و پیش کے صحیح شعور و ادراک کی۔

لیکن جب قوم کا احساس، اقتدار وہ ہو جائے کہ اسے فتح و شکست کا فرق ہی نہ محسوس ہو، اس کا شعور اتنا خام ہو کہ دوست و دشمن میں تیز نہ کر سکے، اسے دشمن سے عداوت نہ دے، دوست سے محبت نہ کرے، تو ایسی قوم خود بخود اپنے لئے خطرہ اور اپنے آپ کی دشمن بن جاتی ہے۔

ہماری موجودہ قیامت نے ہم کو سداہمیت اور قوت کے خزانہ سے ہماری اور بے بہرہ کر دیا ہے، حالانکہ اسی کی بدولت ہم نے تاریخ کے ہر دور میں ایسے حملوں و مصیبتوں کا سامنہ کیا ہے کہ کسی دوسری قوم کو ان سے مقابلہ نہ تھا تو وہ تاریخ کے صفحات کی زینت بن کر رہ جاتی، لیکن اس امت نے چلتا ایمان، زندہ شعور، اور اسی خود اعتمادی کی وجہ سے تاریخ کے ہر دور پر بڑے بڑے مصیبت اور مہلک حملوں کا مقابلہ کیا ہے، ایک شکست خوردہ فوج بھی، اُنرا ایمان، اور ایمانی اور نبوی تربیت کے پیرا کر و اطہر سے ہماری نہ ہو تو اس کی جنت بہت نہ ہو سکتی، اور پلٹ کر کامیابی اس کے قدم چومے گی، کیا آپ نے غزوہ سمرامہ کا واقعہ نہیں چڑھا، جو سولہ صدی قبل اللہ علیہ وسلم اور آپ کے، یعنی پ (سوانہ محمد علیہم السلام) دشمنوں سے چور غزوہ اُحد سے دواہس رہتے ہیں، انھوں نے بھی میدان جنگ کے گرو بھی نہیں بھاڑی ہے، اسی کٹھن موقع پر رسول اللہ صلی

اللہ علیہ الصلوٰۃ و السلام کے بڑھاپے پر قریش سے راجدوں نے انکار کیا ہے۔ ان کی زبانیں ان کے دل سے نکلتی ہیں۔ ان کی زبانیں ان کے دل سے نکلتی ہیں۔ ان کی زبانیں ان کے دل سے نکلتی ہیں۔

ہمیں کسی بھی فوج کو اسے دشمن نہ ہو۔ ہمیں تو دودو پارہ حملہ کرنے کی ہر بات نہیں ہے۔
 سختی تھی انہیں وہ ٹوٹا ہوا پارہ مقابلہ کے لئے ہے۔ اگر یہ مقابلہ نہیں ہوا، تو یہ کیا قرین اے
 ہے وہ وہ نہیں ہو گئے۔

$$\frac{d}{dt} \left(\frac{\partial L}{\partial \dot{x}} \right) = \frac{\partial L}{\partial x}$$
[illegible]

”شمشیر وستان اولیٰ و فانی و رباب آخر“

ظلمتوں اور انسانی معاشرہ کی تاریخ کا مطالعہ کیجئے، ایک قہر مانتی ہے، اور ایک طاقتور اور شان منشا کی ظلمت کا غم کرتی ہے۔ بدشاہان کی سیاحت و حرکت پر مبنی، مستقل اور مناسبات کا شرعاً مہربان ہے۔ جو چین کے لئے اور محنت و مشقت کے ساری جوتے ہیں، پھر ان میں گزروں پر، اگلے لگتی ہے، ان کی زبان اور ان کے جوتوں میں ٹپک جاتا ہے، رفت رفت یہ وہاں کہ رکے میں رہا ہے، چرچہ میں ہو ہو ہو، اور انشاوات نعمانی کہ محبت کے دیتی ہیں، مثلاً وہ کہہ دے کہ وہاں کے وہاں، اسباب بہت زیادہ ہوتے ہیں، جو پہلی اور قصہ بہ دور تصویروں اور بدشاہان میں دینے والے اور ہی اشیر کی شہرت ہو چکی ہے، یہاں ہی حکومت اور قومی عزت و شرف کا اثری وقت ہوتا ہے، اقبال نے اسی تاریخی حقیقت کو ان الفاظ میں ادا کر دیا۔

آنکھوں و قدوسوں میں شکر ہی میر کا ہے
مشتاقانہ سناں سولہ سواں دریا ہے

ذرا پہ پہ معاش و پروری تو ہم اور نہ مسطرت اس سدا کا شکر تو ہے اور یہ معجب قلم
میر اور توشہ بخش شکر و سپرد آبی مذاق کا بھیجی ہو کہ مرثیہ ہے اور دل پہ ہے اور ۔
کاموں میں یہ دینی ہے و لکھی دعا ہے اور انتقام کی یہ لکھی ہے قلم کا شیرازہ کے رسی
نے کیا یہ وقت ہے

تاریخ کا ایک ورق

مہاشی غلام اور کارامیوں نے ملکر تاریخ کو پیسے نقد اور کتے کے ساتھ ساتھ
شیر ایک دم سے پر جھکت لے جا لیا تھا۔ لکھنے والوں کے طاقوں اور شہادت
کی لہجہ پر اپنی ذہانت سے قلم کرتے رہے ابو وہاب میر نے کتب و شہادتوں اور وہ مری شہادت
پر لکھنے کا خیال ہی نہ کیا تھا۔ مگر یہ قلم مضامین اور تصانیف کے قلم و درجہ سے
مشہور رہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ

شہادت قلم سے تو قلم سے تو جبری نکلے اور بعد ازاں یہ تمام پتوایا و سبب و عہد
ہے

مغلوں کا زوال

بہارستان میں مغلیہ حکومت کی کہانی بھی دیکھنی ہے۔ مغلوں نے ہندوستان میں پر
صہ پل تک اس شہنشاہ اور سب ذات سے حکومت کی ہے کہ ہندوستان کی تاریخ
میں اس کی کچھ نہیں تھی۔ اس نے چوکے پر صلیب کو ایک سر سے لے کر سر سے تک اپنے
زعمیں کیا یہاں تمام عاقبتیں جنسیت کے سامنے ٹھک گئیں۔ لیکن جب اس نے ہندوستان
میں شہنشاہی کی ہے تو تاریخ پر رونے لگے امراء اور ذمہ داران حکومت کی حالت یہ ہوئی کہ
انہیں تفریحات اور دس بہانے والے کاموں سے فرصت ہی نہیں ملتی تھی۔ وہ ہر وقت کمرانی
شان و شکست اور پیش و پیچ میں مشغول رہتے تھے۔ مگر وہ شہنشاہ اس نے ایران میں تھی اور جوں

نہج نکھایا تھا، بخشش و مہربانی سے اپنے پیارے، شہداء کی برداشت اور بہادری و شہسواری میں تمہاری زندگی مثالی سمجھی جاتی تھی، ہمہ اندوستان سے آتے ہیں تو ہماری آنکھیں مناسبت اور برق و قوت گھوڑوں کو تلاش کرتی رہتی ہیں، جن کا قوت و بار بار اور اثرات کے ساتھ، جوانان، مار، عربوں کے اشعار اور ان کی قہ نگار داستانوں اور حدیث و روایات کی کتابوں میں پڑھ چکے ہیں، لیکن کہاں ہیں، آج وہ شوٹ و جنگ گھوڑے اور وہ بہادر جرنی شہداء آتے ہیں، ہماری حکومت یہ ہے کہ ہم ہندو قوم پرستوں کو چھوڑ دیں۔ جوپ میں جہاں ہمیں شہداء نظر آتے ہیں، انہی کو ہماری یا تکلیف برداشت، بردبار رہنے کے لئے ممکن نہیں۔

۴۔ یہودیوں کو جو ان کو دیکھئے اور اپنی عظمت سے ان کی حالت کا مقابلہ کیجئے، مجتہد مسیحی اہل انجیل (مسیحی ائمہ قدسین) یہاں سے جو آتے ہیں، ان سے یہودی حاکمات، علمائے کچھ، انان یونیورسٹی کے ہر طالب علم کے ساتھ، انہی تعلیموں میں ایک مضمین، وقت چیلن اور چیلن کے لئے نہج شہدائی ہے، یہ یہودی پہلے مسیحی، کابل اور زاکت میں مشہور ہوئے تھے، انہی کے لئے آج ایو جیل گئی

تفریحیات اور ہوبو و لعب کی تعلیمی خصوصیات

ان تفریحات اور ہوبو و لعب کی تعلیمی خاصیت ہے، مسیحی، کابل، اپست، اس پندرہ، ان نوعیت کے بھرتی زندگی کا تعلیمی انجام ہے، شہداء، کامائی۔
 ہمیں چاہئے کہ شہداء کے لئے ان اسباب کو تلاش کریں جو قرآن نے بیان کئے ہیں، رسول اللہ نے یوں سے ہیں، اور ان کو تعلیم دے کر عین نے ہمیشہ جاری رکھا ہے۔

ڈکٹینرشپ کے دم و دم پر تھی، اس نے ابھی تک آزادی و انصاف کا مفہوم ہی نہیں سمجھا سکا۔ عراق کی اپنی حکومت کی اغراض و خواہشات کا شکار تھا، نئے نئے محاسل اور بھاری ٹیکسوں کی وجہ سے اس کمر جبک لگی تھی۔ رومی مصر کے ساتھ ایک گائے کا سا برتاؤ کرتے تھے جس کو وہ بنے اور قائد و اٹھانے میں دو کی نہ کرتے لیکن چارہ دیتے وقت حق تلفی اور بخل سے کام لیتے۔ پھر وہاں سیاسی استبداد کے ساتھ مذہبی استبداد کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ دفعتاً اس متفرق منتشر مقصد و دنیا پر اسلام کی باد بھاری کا ایک جھونکا چلا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اس وقت یہ عربی دنیا بلا کت کے قریب تک پہنچ چکی تھی، آپ ﷺ نے اس کی دشمنی فرمائی، اس کی بنیادیں دو ب رہی تھیں آپ ﷺ نے اس کو زندگی بخشی روشنی عطا کی کتاب و حکمت کی تعلیم دی تزکیہ کا سبق پڑھایا آپ ﷺ کی بعثت کے بعد اس دنیا کی نوعیت بدل گئی اب وہ اسلام کی سفیر تھی، امن و سلامتی کی پیما بھر تھی، تہذیب و تمدن کی طمبر و اتر تھی، قوموں کے لیے رحمت کا پیغام تھی۔ اب ہم شام کا نام بھی لے سکتے ہیں، عراق کا ذکر بھی کر سکتے ہیں، ہم مصر پر بھی فخر کر سکتے ہیں۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی دعوت نہ ہوتی تو آج نہ شام کا کہیں پتہ ہوتا نہ عراق کا کہیں ذکر ملتا نہ مصر کا وجود ہوتا اور عالم عربی، عالم عربی ہی نہ ہوتا اور ہمیں تک نہیں دنیا بھی تمدن و شائستگی، علم و فن تہذیب و ترقی کی اس سطح پر نہ ہوتی۔ اب اگر عرب قوموں اور حکومتوں میں کوئی دین اسلام سے مستثنیٰ ہونا چاہتا ہے سیاست و حکومت میں مغربی دستور اور مغربی قوانین کی پیروی کرتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا قائد، امام، رہبر اور اسوہ و معیار نہیں سمجھتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کی ہوئی نعمت کو فورا واپس کر دے اور اپنے پہلے دور جاہلیت کی طرف واپس چلا جائے جہاں روپیوں اور اربائیوں کا سکہ چلتا تھا، جہاں ظلم و استبداد کا بازار گرم تھا، جہاں سامراج کی فرمانروائی تھی، جہاں جہل و گمراہی تھی، جہاں غفلت اور بیکاری تھی، جہاں دنیا سے الگ تھلک گناہی کے گوشے میں ایک چھپول زندگی گذاری جا رہی تھی، اس لیے کہ یہ شاندار اور روشن تاریخ، یہ تازہ ناک تہذیب، یہ بازار ادب، یہ حرب سلطنتیں اور حکومتیں صرف محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک بعثت کا فیض اور آپ کی آمد کا نتیجہ ہیں۔

عرب کے کام اور اس کا بظاہر ثروت ہوا سے پائیس کرنے والی مشینوں پر سرگرم نہ ہوتے ہیں، اسی وقت چھتھروں میں لپٹے ہوئے بچوں اور بچیوں کی ایک فوج ہاتھ آئی بے چین کالہاں تار تار ہوتے ہیں جو ایک جیسے کے سیناں کی مشینوں کے ساتھ دوڑتے نکلتے ہیں۔

جب تک عرب ملکوں میں ملک میں کمبسن بہترین کاروبار کے ساتھ ساتھ فقیر جمہور بڑیاں تک دوڑنے کی طاقت نظر آئیں گے، جب تک وہ فوج و قافہ ایک شہر میں شہاب پر، وہاں اس وقت تک لیوٹننٹ کے لیے دروازے کھلے ہوئے ہیں، وہاں سے بھڑکے ہوئے لاری ہیں، کوئی پروپلیٹنڈ اور طاقت اس کو روک نہیں سکتی۔ وہاں انکارا لائی کا کام پنے جہاں دستہ ہال کے ساتھ تھم رہے ہیں۔ دکان تو خرید و خد کوئی کے طور پر، دراصل کے طریقہ پر اس کی جگہ کا نام وہاں یہ نظام کو قائم ہونا ضروری ہے۔

تجارت اور مالی نظام میں خود مختاری:

عالم اسلامی کی طرح عالم عربی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی تجارت، مالیات، صنعت و حرفت اور تعلیم میں پورے طور پر آزاد اور خود مختار ہو، وہاں کے رہنے والے انہیں چیزوں کا استعمال کریں جو ان کی زمین کی پیداوار اور ان کی صنعت و صنعت کا نتیجہ ہوں، انہیں کسی کے ہر شعبہ میں وہ مغرب سے مستغنی ہوں۔ اپنی تمام ضروریات، مصنوعات، غذا، لباس، تھوہیر و شیشیں، آلات حربہ کسی چیز میں وہ غیر کے دست نظر اور مغرب کے پورا درجہ و درجہ تجارت ہوں۔ اس وقت صورتحال یہ ہے کہ عالم عربی اگر باغی ہو کر مغرب کی بنا پر مغرب سے جنگ کرے گا تو وہ اس لیے جنگ نہیں کر سکتا کہ وہ اس کا حربہ نہیں اور اس کی تعداد کا تقاضا ہے جس قلم کے وہ مغرب کے ساتھ معاہدہ و پختہ کرتے ہیں وہ قلم بھی مغرب ہی کا بنا ہوا ہے اگر وہ مقابلہ کرتے ہیں تو میدان جنگ میں ان کی گولہ بارہا استعمال کرتے ہیں جو مغرب کے کارخانہ کی تیار شدہ ہے۔ عالم عربی کے لیے یہ ایک بڑی نریختی ہے کہ وہ اپنے دولت کے ذخیرے میں اور قوت کے سرچشموں سے خود کارخانہ و تھوہیر کے زندگانی کا خون اس کا نام پہنچنے کے بجائے کسی کی دھوکے سے دوسروں کے ہضم میں پہنچتا ہو، اس کی فوجوں کی خرید و تکس مغرب کے ایجنٹ و فوجی افسروں کے ہاتھ میں ہوا اور حکومت کے وہ ہر شعبہ بھی انہیں کے ہر دہوں۔ عالم عربی کے لیے

کے مرنے سے کہ وہ اپنی سہ ماہیوں کو خود بخود دیکھ لے، وہ جانتے ہیں کہ ان کے حکم پر عمل کرنے والے کوئی صورت اختیار کرنے کی ضرورت نہیں اور ان کے خلاف کسی چیز کی پروا ہی نہیں ہے۔ ان کے پاس تمام چیزیں ہیں۔ ان کے پاس ہے جو حکومت کی ذمہ داریوں کو نبھالیں، اور سرکاری قرائنوں پر وہی وقت کی ضرورت دیا کرتے ہیں تو ان کے سامنے کچھ کام نہیں۔

اسلامیت کی سعادت کے لئے عربوں کی ذہنی قربانی:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اس وقت ہوئی جب انسانیت کی حالت وہ تھی جس کی حد تک پہنچ چکی تھی اس وقت اسلامیت کی اصلاح کا مسئلہ ان افروغی و غرور سے پہنچا تھا۔ ان کی زندگی بڑے وقت میں بسر ہو رہی تھی اور جو وقت وہ مشغولت کے ذریعہ گزرتے اور ان کی مہمانی کے تحت ان کو چھپنے کی سلامیت نہیں دیکھتے تھے اور ان کے لیے بڑے وقت میں ان کا سامان موجود تھا۔ اس وقت انسانیت کو اپنے افراط پر رکھ کر جو انسانیت کی خدمت میں اپنے مستقبل کو قربان کر سکتے تھے اور ان کی ساری دولتیں اور ان کے پندھان مالیاتیں و قارام اور اپنے تمام اپنی دینی و دنیاوی احوالات و معاملات کے مقابلہ میں پیش کر سکتے تھے، ان کو اپنے پرہیزگاری کی تمام بازوئی اور اسی طریقے کے ذریعہ ان کی اصلاحات کی پروا نہ تھی۔ ان کو اپنے آقا و ابدال اپنے اپنے مہمانوں پر تمام امور ان کی قیادت میں ہونی چاہیے۔ یہ یاقینی تھی کہ اپنے میں شامل دنیاوی مسائل پر اسلام کی قوم نے وہ کچھ ان کے لیے تھا، وہی ان تعلق والوں کی زبان پر بھی جاری نہ تھا۔

فَالْوَابِصَحْ قَدْ مَكَتَ فَبَا مَرْجُو الْفَيْلُ هَذَا

اسے سناں تم سے کہ وہ دہریہ کی بڑی میدان میں ہے۔

جب تک دنیا میں ایسے جوہر تیار نہ ہوں، اس وقت تک اسلامیت کو جہد و جدوجہد کی ضرورت نہیں ہے۔ محنت کا کامیاب ہونا ممکن ہے یہ ضرور دیکھنے والے کو کئی کے چند افراط و تفریط کی اصلاحات میں ضرور اور کو نامہ قسمت سمجھے جاتے ہیں جن کی بلند دستی اور جہد و قربانی پر انسانیت کی اصلاح کا مرنے اور تلاش و جدوجہد کا دارومدار ہے وہ چند افراد پر چھوٹی جہان کو سنبھالنے میں اس کو جہاد میں نہ کہ خدا کے بعد کسی سب سے نیچے کا سب سے نیچے میں اور یہ سب ایک بڑے اور خوشی کے شے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اگر چند افراطی و تفریطی ایک پوری ملت کے لیے خوشی

زندگی گزارنے کی تفریب دی اور صاف صاف فرما دیا کہ تم ہر لمحہ افاق کی زندگی گزارنے کے لیے آمادہ ہو تو میری رفاقت اختیار کر سکتی ہو ورنہ ناز و نفرت و راست کے ساتھ تم میرے ساتھ نہیں رو سکتیں، اور اس وقت آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ وارث چاہ کر رکھا تھا۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاُولٰٓئِكَ اَنْ كُنْتُمْ تَرْضَوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَرِثَتَهَا
فَعَالِن اَمْ تَكُنْ تَرْضَوْنَ اٰسَاطِرَ اَهْلِ الْاٰثَرِ اَمْ تَكُنْ تَرْضَوْنَ اٰسَاطِرَ اَهْلِ الْاٰثَرِ
الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَنْ اَتَدْرِكَنَّ اِلَّا مَا عَمِلْتُمْ ۚ فَاصْبِرُوْا عَلٰٓى مَا نَزَلَ بِرُوحِيْ ۚ وَتَسْتَعِيْذُوْا بِاللّٰهِ ۚ

اے نبی! آپ اپنی رعایوں سے فرما دیجئے کہ تم ان کے لیے دنیا کی بیماریاں حتیٰ کہ موت
اور میں تم کو کچھ مٹاؤں۔ میں ہوں اور تم کو کوئی نے ساتھ نہایت کمزوروں اور ان کے اللہ کو چاہتی ہو
اور اس کے رسول کو اور علم آخرت کو تو تم میں سے کب کب والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے اجر
عظیم عطا کیا کر رکھا ہے۔

لیکن اس انتخاب میں آپ کے گھر والوں نے اللہ اور رسول ہی کو اختیار کیا۔ اسی طرح
حضرت فاطمہؓ اور ہر فریضی اللہ علیہا نے جب شائد آپ کے پاس پہنچا تو وہ خادمہ کے ہیں اور
جب کہ ان کے ہاتھوں میں چکی چلائے سے کھنے پڑ گئے تھے، آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس پہنچیں کہ یہ رسول اللہ مجھے بھی ایک خادمہ عنایت فرما دیجئے تاکہ میں کچھ آرام حاصل کر
سکوں تو آپ علیؓ نے ان کو شوق و تمہید کی وسعت فرمائی اور کہا کہ تمہارے لئے یہ چیز خادمہ سے
کتنی زیادہ بہتر ہے۔ نبی صدامہ آپ کا اپنے تمام قرینی رشتہ داروں اور عزیزوں کے ساتھ تھا
اور ہر جتنا ان قریب ہوتا جاتا اسی قدر اس کی امداد دینی چاہتی جاتی۔

تو کئے لوگ جب ایمان لائے تو ان کی اقتصادی زندگی کا نظام و رسم پر ہم جو حیا و ان کی
تجارت کسود باز داری کا شکار ہو گئی اور بعض اپنے اس امال سے بھی محروم ہو گئے تھے جس کو
انہوں نے اپنی زندگی میں ترجیح کیا تھا، ان میں ایسے بھی یہاں لائے والے تھے کہ دست و پا
کے سامان اور آرائش و زیبشت کے اسباب بھی نہ تھے۔ پہلے ان کی امتیازی شان
یہی تھی کہ وہ نہشت و آرائش کے دلدادہ تھے اسی طرح اس دھوت کے پھیلائے اور اس رگوں
و کاٹوں کو اور کرنے کے سلسلہ میں بہتوں کی تجارت برباد ہو گئی اور کتنے اپنے آبائی دوست کے
حصوں سے محروم ہو گئے۔

اسی طرح جب آپ نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی اور انصار نے آپ پر بیعت کیا، پھر یہاں
اس کا اثر ان کے سمجھوتوں، ان کے باغات پر پڑا، پھر یہاں جب انہوں نے اپنے اپنے گھروں اور
وقت ان کی نگہداشت کے لیے یہ باتوں کی اجازت نہیں دی اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کو
مکتبہ کیا گیا۔ ارشاد ہو۔

اتقوا اللہ فی سبیل اللہ ولا تفلحوا فیہ بکرم الہی المتہلکة۔

اللہ کی راہ میں نہ جبری کرنا اور اپنے آپ کے باغات سے نہ لانا۔

سب سے پہلے یہ کہ یہاں تمام مسلمانوں کو اجازت تھی کہ وہ اپنے اپنے گھروں میں جہاد کریں۔
پھر انہی جہاد کی مشقت اور جان و مال کے خسار سے ان کا دل بڑھ گیا اور انہوں نے جہاد کو
خود میں نہیں آیا، اللہ تعالیٰ ان سے سخت عیب ہو کر فرمایا: جہاد۔

قل ان کان اباؤکم و اباؤکم و اخوانکم و ازواجکم و عصبیرکم و
اموالکم فتموها و تجارۃکم عن کسبکم و مساکنکم ترضوہا حب الکرم
من اللہ و رسوله و جہاد فی سبیلہ فربصوا حتی یدئی اللہ بامرہ و اللہ لا یہدی
القوم الضالین۔

آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں
اور تمہارا گھر اور وہ مال جو تم نے کمایا ہے اور وہ تجارت جس میں تم نے کمائی کا تم کو اللہ کی
پسند کرنے والی چیز ہے تو تم کو اللہ اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے
سے زیادہ پیار ہے ہوں تو تم کو اللہ کی پسند کرنے والی چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیج دے اور اللہ تعالیٰ بہ
تمہاری گمراہی کے واسطے جو لوگوں کے مقصود ہیں کہ تمہاری گمراہی۔

دوسری جگہ فرمایا:

ما کان لاهل المدینۃ و من حولہم من الاعراب ان یخلفوا عن رسول

اللہ و لا یزغوا بانفسہم عن نفسه (تحریر کو ۱۵۷)

مدینہ کے باشندوں کو اور ان اطراف کے لوگوں کو جو اس کے اطراف میں بستے ہیں ان کو اللہ کے
اللہ سے روٹی کا ساتھ نہ دیں اور پیچھے نہ دیا کریں اور نہ یہ بات کہ کوئی تمہاری گمراہی کی راہ میں
کمرے نہیں اپنی باتوں کی فکر میں پڑ جائیں۔

کے بعد یوں ہے۔ ”کھیتیں مل جائیں اور اپنے ایمان، دعوت کی حقیت اور نفع و فائدہ سے اس کے غالب آجائے اور وہی گوشہ سے فی ظہر غفہ تجاسی اور باطن سے فانی اسلامی جی طرف آئے۔ جس طرح ”مسلما نوں کے قصہ نے“ کوکری بھلنے میں کہا تھا۔

”آسمانوں کی پھر شمس کے نکالے ہوئے ایک اصدقی پرستش میں، دنیا کی ٹھکی سے اس کی
آسمانی میں، یہ وہی اصدقی ہے نکالے ہوئے اس کی طرف سے اس میں اصدقی ہے۔“

[illegible]

تاریخ ۱۳۰۲

[illegible]

۱- بند های ۳ و ۴ بهیچ وجه:

سجانبوں کے یقین و شب و روز کے ساتھ

!خوب! راب! جواب! خوب! راب!

$$\frac{1}{2} \quad \frac{1}{2} \quad \frac{1}{2} \quad \frac{1}{2}$$

قاریاں! وقت ہے، اب آئیے قریب

قوله: "فما كان من ذلك إلا أن..."

علم من اريد ان يتعلم

معبر غمر بازہ تقیہ چاب نندہ

از خواب تیراں خواب لڑاں، خواب بیدار و خواب خور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جہاد افغانستان کا تاریخی پس منظر فتح و شکست کے اسباب اور قوت کا سرچشمہ

افغان جہاد کا تاریخی پس منظر، بطور عام، ان اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلا اور سب سے اہم جہاد، جس کا مقصد مذہبی اور سیاسی آزادی کا حصول تھا، جس کا آغاز ۱۷۴۷ء میں افغانوں کی جدوجہد کے ساتھ ہوا۔ دوسرا جہاد، جس کا مقصد مذہبی اور سیاسی آزادی کا حصول تھا، جس کا آغاز ۱۷۴۷ء میں افغانوں کی جدوجہد کے ساتھ ہوا۔ تیسرا جہاد، جس کا مقصد مذہبی اور سیاسی آزادی کا حصول تھا، جس کا آغاز ۱۷۴۷ء میں افغانوں کی جدوجہد کے ساتھ ہوا۔

پہلا جہاد، جس کا مقصد مذہبی اور سیاسی آزادی کا حصول تھا، جس کا آغاز ۱۷۴۷ء میں افغانوں کی جدوجہد کے ساتھ ہوا۔ دوسرا جہاد، جس کا مقصد مذہبی اور سیاسی آزادی کا حصول تھا، جس کا آغاز ۱۷۴۷ء میں افغانوں کی جدوجہد کے ساتھ ہوا۔ تیسرا جہاد، جس کا مقصد مذہبی اور سیاسی آزادی کا حصول تھا، جس کا آغاز ۱۷۴۷ء میں افغانوں کی جدوجہد کے ساتھ ہوا۔

الحمد لله رب العالمين وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد O فخر و باغ

من السیطان الرجیم O بسم اللہ الرحمن الرحیم O

مختصر مہر نشین

آپ کے خطرات اور خاص طور پر ادب و تاریخ کو ذرا آگے بڑھنے والے اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ افغانی قوم ان تہذیب و تمدن میں سے ہے جو تہذیب و تمدن اور تہذیب و تمدن کے آواز ہیں اور عزت و سربلندی کی زندگی بسر کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تہذیب و تمدن کی ان اہم خصوصیات کو اپنی قوموں اور ممالک میں سے بکھیرا ہے۔

دوستو! میرا ذوق تاریخی رہا ہے اور میں اس کے اظہار میں اپنی تہذیب و تمدن کو پیش کرتا ہوں کہ تاریخی تہذیب کے لحاظ سے تحقیق میں میری عمر کا یہی ہے میری عمر کا یہی ہے میری عمر کا یہی ہے۔

میں پہنچتا، مٹی توڑنے کے لئے آپ کے لئے یہ حال رہتا ہے جو
 کہ یہ سب ہے احمد کو جس کا مخالف قوم کے ہاں ایک تھلک رہی، کیا میں نے
 اس کے لئے مشرک و بدعت کو جس کے لئے نظر نہیں تھا۔

اس امر کو دیکھو، کیا اس کی مخالفت کے لئے جو کہ اس کے لئے تھا، وہ پہلے
 کو مٹی کے پہرہ اور ہاسٹائٹ اور اس کے لئے کہ اس کے لئے تھا، وہ پہلے
 اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے

یہ اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے
 اور یہ اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے

اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے
 یہ اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے
 اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے
 اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے
 اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے
 اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے

یہ اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے
 اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے
 اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے
 اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے
 اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے
 اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے

یہ اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے
 اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے
 اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے
 اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے
 اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے
 اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے

یہ اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے
 اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے اس کے لئے تھا، وہ پہلے

بے راز تھا جو چاہے شکست ہو گیا۔ لیکن ان کے جسموں سے کبھی مرگت چھو گیا تھا۔ کوئی بے دوشی
بھڑکی تھی جس نے ان کی آن میں ان قناعت شعراء بھڑکی ہوئی پر سکون اور عزائم نہ یہ قوم کو
غیر بد صورت نظر منہ اور رواں دواں قوم میں بدل دیا۔ کیا اس طوفانی ندی کے دہانے پر کوئی برفی
سی پہنان پڑی ہوئی تھی جو اس کے زور اور روانی کو روکے ہوئے تھی؟

فغانیوں کی زندگی کے انھماک کا نشیمن سبب اور اس کی شاہ کھید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
ان کو اسماں کی برکت سے تعین بنیادی وراثہ جو ہروں سے نوازا تھا۔

(۱) طاقتور پیغام دہاں کے انراض و مقاصد۔

(۲) انوع انسانی غازی دنیا اور حقائق اشیاء کے بارے میں وسیع نقطہ نگاہ۔

(۳) اللہ کی مدد و تائید پر کامل اعتماد اور یہ وادہ کے نشانچہ پر متکی۔

یہ دو تین من سرچیں جن سے قوم نے کردار کی جہیزہ تشکیل پائی ہے اس کوئی زندگی ملتی ہے
اور وہی تاریخ بنتی ہے اور اپنی کھلی طاقتوں و زمام مومناں قوس سے دنیا کو تیراں و شمشیر رن
دیتی ہے۔

پہلے اس قوم کے پاس کوئی پیڑہ یا کوئی بلند ہتھیار نہیں تھا۔ ایک تہہ نے۔ بے علاقے تھے
محدود تھی۔ اپنے جانوروں اور موشیوں میں امن راتی تھی اکثر آہیں میں برسر پیکار راتی تھی اور
جیسا کہ ایک عرب شاعر نے کہہ ہے۔

واجبانا علی بکر نعینا

فدا مالہ نجدہ الا انا

(اور جب شکوہ فطرت کو جوہر دکھائے اس کے کوئی دشمن نہیں۔ تاکہ وہ اپنے ہی بھائی بندوں
کو نہ لیتے ہیں۔) اور رنگوں اور آوازوں کا انجام اخلاقی اور روحانی ہے، جنگلی شکل میں ظاہر
ہو کر نہ جاہلیت میں عرب خانہ جنگی میں معروف رہتے تھے ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کو
تاکت و تاراج کرتا۔ ایک شاخ دوسری شاخ پر دھاوا بونی اور ایک خاندان دوسرے خاندان کی
تاک میں رہتا۔

اسی طرح افغانیوں کے سامنے بھی اپنی خون فاشہ فطرت کی تسکین اپنی جھگڑ کی پر
جھانے اور خطر پسند طبیعت کو سمجھنے کرنے کے لئے خانہ جنگیوں، جھگڑا گاہوں اور جانوروں کے

سے گزریں۔ قبائل یا انفرادی حیرت و تجربات کے اظہار و نام نہاد برائیوں کا بیان کیا ہے۔ یہ سب کے لئے ہر سر پر کار ہونے کے ساتھ اور کوئی میدان نہیں ملتا تھا ایک عرب شاعر نے حقیقت کی صحیح ترجمانی کی ہے

الغداؤنا کلک
ان لم یجد ممتا کما
نفسنا

(آج کو ہمارے کسی لئے کچھ نہیں ملتا، خدا ایسے آپ کو ہوا ادا ہی ہے)

نہیں جب مہم تیار تو عربوں کے سامنے ایک بلند مقصد اور انسانیت کی لئے یہ حاکم پرچام کیا کہی حال اطفال کو ممال احیاء سے پہنچے یہ نہ نف پتے لئے زندگی کا۔

وہ تھے اب اللہ کا فرمان ان کے جانوں کی ادا ت ال میں لگا رہا تھا

کنتو حبر نعمة انخرجت لئلا تلمسوا ناصرون فاعلموا وفهموا المکرو

یوسفی داندہ

قرآن مجید میں صریحاً انسانوں کے لئے خاص ہے۔ چہ بڑے بڑے بڑے انسانوں کے لئے ہے۔ یہ بات ہم پر بھی ہے۔ روکتے ہو اللہ پر یمن۔ نکتہ ہوا۔ اور اس سے کہیں اور اس میں یہ بات با آسانی دیکھی کہ ہر شخص اور شخص میں آپ سے آپ ایک ہائے کے لئے اور احساس پیوستہ نہیں ہیں بلکہ۔ چائے قرآن مطوب و مقبوس ہیں بلکہ کے ساتھ بلند مقصد میں ان کی قوم۔ ان میں وجہ بعد اور پھر ان کے لئے تسمیہ ہیں۔ ان سے وہاں میں یہ بات کہ ان کی کو دینی موت میں ہوا انسانوں کے لئے خاص صورت۔ مانی ان کی ہے ہر وقت مارا اور کوئی کے لئے ہے نہ کہ انسانیت کے لئے آپ سے آپ نہیں ہیں۔

قرآن فی زندگی ان کے خیالات اور اخلاقیات میں زیادہ استعداد ہے۔ آپ ان کی قوم و ممال اور ان کی زندگی کی خوش کامیت پر بھٹنے لگے کہ ان کو کوئی انسانیت چاہئے ان کے لئے ہے جہد و جدوجہد اور ان کے ممال میں قربانیاں دیں۔ یہاں تک کہ وہ اس سے سب ملے ہی کے لئے شخصوں ہو چکے۔ اور انہوں کو ہر کیوں سے نکال کر اچالے میں انہیں بغیر ان کی خدائی سے نجات دلائیں اور اللہ کے واسطے کوستان۔ عالی پر پہنچائیں۔ دنیا کی شگلی سے نکال کر چہ آخرت کی راحت سے رہنمائی کریں۔ اور وہ اس کے لئے ان کی نایابیتوں سے رہنمائی کے

اسلام بھول دے سادات کے زیرِ حمایت لا پڑے۔

١٤٢٠

اس قسم کے پس کوئی پہچان نہیں تھا۔ اس امر پر یقیناً یہ بتا دیا کہ اور زندگی کا بلکہ مقصد اس نے دامن سے لے لیا اس نے موسم سے اپنی پیچھا کرکھو اپنے سینے سے اکایا۔ اسی نے ان میں نئی روح پھونک دی۔ وہ بہترین خیالات اور شکوک و شبہات میں زندگی گزار رہی تھی، گرفتار مر قیوں میں بھٹک رہی تھی۔ ایک انسان وہ رہے انسان پر ظلم و ستم کے پیرا توڑ ڈاٹھ۔ حاکم اور نوروں کو گل جانے کی کوشش کرتا تھا، حق کی بات وہ سب سے زیادہ سچے واقعات کی بنا پر نہیں اور یہ ان کے جذبات پر مبنی تھے۔ پوری کی بنا پر نہیں کہ

[illegible]

۱۰۰۔ غصہ یہ ہے کہ الغفائی بہت تنگ اور محدود زندگی گزارتے تھے جو کہتے ہیں انسان کے بارے میں ایک نکتہ نظر بہت محدود تھا۔ انسانوں نے الغفائی انسان میں جو اس واقعہ میں رہتے ہیں یہاں کی زبان کو لگتے ہیں اس ملک کے لباس پہنتے ہیں عمر کی عمرت کے گیت دات ہیں وہی ملک انہیں لکھ کے انہیں اس تنگ اور محدود زندگی کے لئے تیار کرتا ہے۔

ایک طرح نامی نہایت "کمال" کا پیشہ آور ملک تو دشمن سے خود سے مرید ہو گیا۔۔۔
 طرح نام کی نگار سے گئے جیسے پھیلے ہوئے اور ملک تو ایسا بن جیتا ہے۔۔۔ پہلے
 عرب ملک اور ایرانی ملک کی حالت یہ رہی ہے کہ ان کے کواں ملک اور ملک خود کے
 نام سے جانتے ہیں۔۔۔ یہ ہے کہ ملک اور ملک کے نام سے جانتے ہیں۔۔۔

”لنخرج من بيننا، والله من حريق الدنيا إلى سعة الدنيا والآخرة“

”اے اللہ تعالیٰ! اسے جو دیا گیا شے سے کمال کر دے اور اسے غرور نہ آئے اور اسے میں ہٹا

..

حضرات! آپ کے باوجود انسان کے بارے میں بہت قلم اٹھا کر لکھتے تھے۔

نظر عطا کیا تو ان کی نگاہوں میں تمام انسان ایک خاندان اور چوری اپنی ایک گھر بن گئی اور سورہ اہلِ اہلِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان الکا معقیدہ بن گیا۔

کنکم من آدم و آدم من یواب لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی الا بالتقوی۔

تم میں کا ہر ایک آدمی کی اولاد ہے اور آدم صلی سے بنے ہیں نہ تو کسی عربی نہ کسی عجمی پر فضیلت ہے نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر برتری تھی۔ کے اعتبار سے۔

پھر ان کا نقطہ نظر اتنا وسیع بن گیا کہ وہ نہ خرافاتی حدود کو تسلیم کرتے تھے نہ قوم پرستی اور یہ دلیل تسمیات تو مسلمان ان حدود سے اگلے مروجہ کائنات سے آگے تھے۔ اور یہ وسیع نقطہ نظر نہ ہوتا تو وہ بھی اپنے باوجود اجداد کے ضریح ممدیوں پر کیوں میں بیٹھتے رہتے۔

تیسرا عنصر ہے مضبوط مستحکم اتحاد۔

اسب و خدا نے واحد پر ایمان لے لے، اسلئے سولہ اور آفریت پر ایمان لے لے، یہ کچھ محکمے کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے ان سے نہ ایک خط پہنچا سکتی ہے نہ مگر ہر سنی بنا۔

راستوں سے اللہ کا فرمان سنا اور اس کو دل میں بسایا نہ۔

بن ماککم بیدرکم المومن ولو کنتم فی بروج منیدة
تم چاہے نہیں بھی ہو وہاں ہی تم تو موت آؤ۔ فی کمرہ قریبی یا کے قہوں میں

نہیں۔

اداء اجلهم فلا یستخرون ساعده ولا یستعذون
مخیر الی اللہ وھیں وقت آتی نہیں ہے۔ اس وقت ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں
ورنہ لے مرگ سکتے ہیں۔

اس ایمان نے ان کو خود کو اتاری غطائی۔ وہ یہ سمجھ گئے کہ انسان کی موت اس وقت آتی ہے جو اللہ نے مقرر کر رکھا ہے تو انہوں نے اس کا بھی یقین کر لیا کہ دنیا میں ہر ایک کی موت کا وقت مقرر ہے اور ہر چیز اللہ ہی کے دستِ قدرت و اختیار میں ہے۔ پھر انہوں نے مزید خود اعتمادی اس آسمانی پیغام سے حاصل کی کہ ان کی حیثیت خدا کی فوق کی ہے اور وہ اللہ اور اس کے دین کے صحابین و دعا گار ہیں۔

انہوں نے انہیں کایہ قراں بنا۔

انہم لہم المصورون وان جندنا لہم الغالون (تَلَصَّفَتْ آیت ۳۰، ۳۱)
 ”یہ ایک ایسی قلاب کے ہائیں کے اور (ہمارا تو قاصدہ ہے کہ) ہم راہی لشکر
 قلاب رہتا ہے۔“

لَا اِلٰهَ اِلاَّ هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ الْمُبْدِي وَالْمُعَادُ (آیت ۳۲)

”خوب میں ایک اللہ ہی کا تکرار وہ زندہ پائے والا ہے۔“

تَا نُنصِرُ رُسُلَنَا وَتَدْعِيں اٰمِنُوْا اٰمِنُوْا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ السَّاعَةُ ۝۱۵

انہوں میں آیت ۱۵

ہم اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی دنیاوی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں ہمارا
 روز بھی جس میں گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے۔

وَاللّٰهُ الْعَزِيزُ الرَّسُوْلُ وَلَنُمَوِّدَنَّ (الْمُنَافِقُوْنَ آیت ۸)

(یَا اللہ! تیری ہے عزت) (بالذات اور اس کے رسول کی) (بواسطہ تعلق مع اللہ و رسول
 کے ہمارے مسلمانوں کی) (بواسطہ تعلق مع اللہ و رسول کے)۔

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَاَنْتُمْ لَا عٰیِلُوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝۱۰ اَلْ عَمْرٰنُ

آیت ۱۳۹)

اور تم بہت مت ہارو اور غم مت نہاؤ اور نہ لب ترقی رکھو گے وگرنہ تم پورے دھوکے میں رہے۔
 اور اس طرح کی دوسری آیتیں ان کے کانوں میں پڑیں تو اس سے ان کے یقین و اعتماد
 میں مزید قوت و استحکام پیدا ہو گیا۔

اس موقع پر میں یہ دلائل دلاتا ہوں کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اسلامی لشکر کے ساتھ
 مدینہ میں مارتے ہوئے اجلہ کے سامنے پہنچے تو ایک لمحہ کے لئے رکے، مویہ بن ابی اسودؓ اور طلحہ بن
 آنسؓ ہر ایک کا بازو دلیہ۔ گردن پیش پر نظر ڈولی پھر حضرت سلیمان ذریؓ کے طرف متوجہ ہوئے اور
 ان سے مشورہ کیا کہ پھر سے ہونے والا میں کھس پڑیں! یا لوٹیں اور اسے عبور کرنے کے لئے
 چلے کا اٹھ کر میں؟ حضرت سلمان فارسیؓ نے اس وقت جو لافانی جملہ کہا: ”میں نے اسے محفوظ
 کر لیا انہوں نے کہا۔“

”یہ دین تازہ اور نیا ہے اور مجھے پورا یقین ہے کہ اللہ اس دین کو ضرور غالب کرے گا۔ اور ابھی اس حد تک نہیں پہنچا ہے کہ جہاں تک پہنچنا اس کے لئے مقدر کیا گیا ہے۔ پھر میں کیسے یہ سمجھوں کہ اس پیغام کے حامل غرق ہو جائیں گے۔“

حضرت سلمان فارسی کا یہ جملہ اپنے اندر بڑے گہرے معانی و حقائق رکھتا ہے کہ جب یہ دین بالکل نیا اور تازہ ہے تو یہ ضروری ہے کہ دنیا کی تعمیر، کائنات کی قیادت اور انسانیت کی ہدایت و رہنمائی میں اپنا کردار ادا کرے۔

چنانچہ امیر لشکر حضرت سعد بن ابی وقاص نے فوج کو حکم دیا کہ اپنے گھوڑے دریا میں ڈالیں اور دریا پار کر جائیں۔ مورخ طبری کی روایت ہے کہ ایرانیوں نے ان کو دیکھا تو چیخ پڑے ”ایو آبدن دیو اس آمدن دیو اس آبدن“ کہ یہ افسانہ نہیں جن اور بھوت ہیں یہ عقائد و یقین تھاجوں کے دلوں میں بروج بس گیا تھا اور ان میں بائیسویں صدی تک زوال دی گئی تھی۔

افغانی، نو جوانوں اور دوستو!

آؤ اپنی تاریخ پر نظر ڈالو، سلطان محمود غزنوی کی کس طرح وسیع و عریض ممالک کو فتح کرتا چلا گیا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اس نے ہندوستان پر سترہ حملے کئے اور اندرون ملک گھٹتا چلا گیا یہاں تک کہ مشرق اور جنوب کی آخری سرحدوں تک پہنچ گیا حالانکہ اس کے پاس نہ رسد کا انتظام تھا نہ ملک کا امکان، اس کا سرگزشت بہت دور تھا اور میان میں سر بخلک پہاڑ و دشوار گز اور آستے اور تنگ گھنائیں حامل تھیں۔

جب یہ ہے کہ ان جنگوں اور حملوں کی اس کے نزدیک اتنی ہی اہمیت تھی جتنی اہمیت ایک ماہر اور مضبوط کھلاڑی پہنچ یا کھیل کے میدان کو دیتا ہے وہ اللہ پر کاف بھروسہ رکھتا تھا پھر یہ سمجھتا تھا کہ جہاں عبادت ہے اور اس راہ میں موت شہادت ہے اور شہداء مرتے نہیں بلکہ انہیں حیات جاودانی عطا ہوتی ہے اور انکے رب کی جانب سے ان کو روزی ملتی ہے وہ اس پر چالہ رہنما ایمان رکھتا تھا کہ وہ اللہ کے پیغام کا حامل اور امین ہے اور ہندوستان میں اسلام کی اشاعت کرے گا۔

حضرات! جن عناصر کا میں نے تذکرہ کیا ہے وہ افراد ہی کی تعمیر میں نہیں بلکہ قوموں کی تشکیل میں بھی نہ درست دلوں اور کرتے جس شخصیت کی تعمیر کا مسئلہ بھی بڑا اہم ہے اور نفسیات اور تعلیم و تربیت کے ماہرین نے اسے اپنا موضوع بحث بنایا ہے لیکن میں اس وقت قوموں کے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (الفرعہ قیمت ۱۱)
 ”اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت کو بدلے گا نہ آگے نہ پیچھے اور خود اپنے آپ کو بدلے گا نہیں۔“
 اللہ تعالیٰ سے بہت بلند ہے۔ کسی قوم کو وسط کردہ نہیں اس سے بچیں گے۔

الَّذِينَ يَدْعُونَ إِلَى الْغِيَةِ وَالْيَاكُوتِ وَالْمُنَافِقِينَ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُتَكَبِّرِينَ
 تو نے نہ دیکھا؟ جنہوں نے پروردگار اللہ کے احسن کامنا شکر کی اور اس کا اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ اصل مسئلہ خود شناسی کا ہے
 اپنی قدر و قیمت پہچاننے کا ہے آپ اپنی قدر و قیمت پہچان لیجئے۔ علامہ اقبال کہتے ہیں

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
 تو اگر میرا نہیں بننا اپنا تو بن

وما علینا الا البلاغ

مسلمان کی اصل طاقت و قیمت، ایمان و سیرت ہے

رہنما، رویت، روزنامہ کے چار ماہ میں ۱۰ نومبر ۱۹۶۳ء بروز جمعہ ۱۲ مارچ ۱۹۶۳ء

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى . اما بعد فاعوذ بالله
من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم . يا ايها الذين آمنوا
اتقوا الله يجعل لكم فرقاناً و يكفر عنكم سيئاتكم و يفر لكم دينكم .
والله ذو الفضل العظيم .

مومنو اگر تم خدا سے ڈرو گے تو وہ تمہارے لئے امر قاری پیدا کر دے گا، (یعنی تم کو مت دے گا،) اور تمہارے گناہوں کو مٹا دے گا، اور تمہیں بخش دے گا، اور خدا اپنے فضل والا ہے۔
پھر تم کو اور دوستوں آپ بھرت جانتے ہیں کہ مسلمان کی رہنمائی میں ہیں، ایک حیثیت عام انسان کی ہے، جس کو توں ہم اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے ضابطے کے متعلق سب انسان دنیا میں آتے ہیں، وہ بھی دنیا میں آیا ہے، وہی انسان کے انسانی، وہی جسم و جسم کے تقاضے جسم کی ضروریات جسم کی بیماریاں مٹ کر آئے ہیں، جو انسانوں میں مشتمل ہیں۔
کانون فطرت اس کے ساتھ بھی لگا ہوا ہے، وہ بچہ سے جوان ہوگا، جوان سے بزرگ ہوگا، پھر ایک وقت عمر میں کوئی ہو چھپنے کے بعد (اگر اللہ کو منظور ہو) اس کا آخر وقت بھی آئے گا، اور وہ سب اس عبادت گزار، خدا ترس، کلمہ حق پرست عالم کا مثل ہو، مختلف ہو، مقرر ہو، ظاہری ہو، باطنی ہو، شیخ طریقت ہو، صاحب کشف و کرامات ہو، اس کو دیا ہے چاہے "انک میست وانہم مینون" اللہ تعالیٰ نے یہ صاف فرمایا ہے، تو پھر مسلمان کا دشمن، کیسے ہو سکتا ہے۔

مسلمان کے دو وجود

ایک وجود مسلمان کا انسانی وجود ہے، فطری وجود ہے، دوسری وجود ہے، ان کے غلط

ہے وہ عام انسانوں کی طرح ہے۔ اس کو جانے کی بھی ضرورت ہے۔ نمائے کی بھی ضرورت ہے۔ نمائے کے لئے نمائے کی ضرورت، نمائے کے لئے نمائے کی ضرورت ہے۔ ہوتے ہی، محبت کا خیال رکھنے کی احتیاجان محبت کے اصولوں پر چلنے کی ضرورت ہے۔ یہ جو بات ہے، حقائق کی ضرورت ہے۔ ضرور ہو جائے تو اچھی فکر اور حقائق دو ان کی ضرورت ہے۔ ہر بات میں ساری کالہاں پہننے کی ضرورت ہے، مگر میں ساری کالہاں میں رکھنے کی ضرورت ہے، ہر کالہاں میں ضرورت اور سختیوں ضرورتیں ہیں، جو اس کے ساتھ ہی ہوتی ہیں، یہ اس کا فرائض ہے۔ اس میں دو قانون قدرت کے تحت ہے، اسی طرح سے وہ قانون قدرت کا قائم ہے۔ جیسے یا کے تمام انسانی وجود اور نوع انسانی کے تمام افراد آدمی کی ساری اور ہے۔ وہی اس میں نہیں ہے، یہاں تک کہ خدا کے بقول بھی کھاتے پیتے تھے، اور یہ بعد دیا یہ تھا "فما لبس" الرسول یا کمال الطعام ویشی فی الاسواق" لایکرس۔ یہاں ہے کھاتا پیتا ہے، اور بازار میں چلتا پھرتا ہے اس لئے کہ اس سے مسلمان میں کوئی عیب معمولی حاکم اور کوئی عیب نہیں ہے کہ دنیا میں دوسرے دوست کے ساتھ ہیں اور دوست کے ساتھ رہتے ہیں۔ دوسرے کام ہوں اور وہ دیکھتے کہ میاں دوسرے مفتوح نہیں اور وہ ان سب کا قائل ہو، دوسرے حکومتوں دو ان کا قائم ہو، اور زمین آسمان کو کائنات ساری اس کے دوسرے اور اس میں خدا کا اثر کر کے دانتے لئے راستہ صاف کر کے، ہر خدا اس کے پیاب ہو جائیں، دنیا میں سے راستہ اس کے لئے نکال دیا جائے، پہاڑ اس کا مشہور کئے سے ہٹ جائیں، اس مسلمان کے جیسا ہمارے یہاں کہتے ہیں، "جو ہم غائب کئے پر نہیں لگے ہیں، قانون قدرت اس پر دیتے ہی جاری و ساری ہو گا۔ جیسے تمام انسانوں، جو وہوں اور تمام انسانی ہوسا پر جاری ہو رہا ہے، غلطی کرے گا، اگر پاپائے گا، ہر چیز کی کرے گا، یہ ہو جائے گا، کتبوری کھائے گا، مار کھائے گا، آنکھ پھینکے گی پتہ جائے گا، ہاتھ پاؤں نہیں پڑاے گا، محبت نہیں کرے گا، بھروسہ کرنے لگا، اس میں اس کے اور انسانی کہنے کے دہم سے غم و میں کوئی فرق نہیں۔

لیکن ایک دوسری حیثیت ہے، وہ بیعت اور اس کے ساتھ قائم ہو جائے گی تو پھر وہ انسان رہتے ہوئے بھی کچھ اور چیز ہے، یہ دیکھ اس کا معاملہ براہ راست اللہ تعالیٰ سے ساتھ ہو جاتا ہے۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں جاتا ہے، اس نے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے

قانون کو جو ہزاروں ناکھوں برس سے چھ آ رہے ہیں، بعض اوقات معطل، بعض اوقات مؤخر کر دیتا ہے، اور اس کو غلبہ کرتا ہے، اس کو عزت دیتا ہے، اس کو فتح عطا فرماتا ہے، اس کو نیک نامی بخشتا ہے، اس کو فتح اور منصور بناتا ہے، یہ حیثیت ارادگی اور اضافتی ہے، یعنی اس کے لئے فیصلہ اور اضافہ کی ضرورت ہے، کوئی اپنے ساتھ لے کر کے نہیں آتا اس کو، ماں کے پیٹ سے، جہاں سے جسمانی اعضا ملائے، ایسے ہی ایمان اور شریعت کی پابندی بھی لایا ہے، اس کو کسی ارادہ کی، فیصلہ کی ضرورت نہیں، وہ تو اس کے ساتھ گویا جسم کا ایک حصہ ہے، اسب اسے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں، یہ بھی ایک مروتی اور پیدائشی چیز ہے، ویسا نہیں ہے۔

ٹارچ کی قیمت اس کے سیلڑ سے ہے

اس ن مروتی سے مثال میں آپ کو دیتا ہوں، یہ ٹارچ ہے، اس میں سطر، کھے جاتے ہیں، اگر قسمت سے سیلڑ رکھ دیئے گئے، اور مسالہ پھرایا گیا تو اس ٹارچ میں اور اس ٹارچ میں جو نمایاں ہے، زمین و آسمان کا فرق ہو گا، یہ ٹارچ کہنا آئے گی، یہ اندھیرے میں اجالا کر دے گی، روشنی کا ایک تیز دھار اس میں سے نکلے گا، یہ ہاتھ میں ہوئی تو آدمی ٹھوکر کھانے سے بچے گا، دیوار سے ٹکرا جانے سے بچے گا، کسی سڑتے ہوئے بچے پر پاؤں رکھ کر چلے جانے سے بچے گا، اور معلوم ہو گا کہ اس کے ساتھ ایک بڑی طاقت ہے۔

او من کان مین فاحینہ وجعلناہ نوراً یعشی بہ فی الناس کم من مثله فی

الظلمت ایس بھاری منہا۔

بھلا جو (پہلا) مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس کے لئے روشنی کر دی، جس کے ذریعہ سے وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے، کہیں اس شخص جویہ ہو سکتا ہے، جو اندھیرے میں پڑا ہوا ہو، اس سے نکل ہی نہ سکے؟ (رواہ: ۱۰۰۰۰)

اللہ تعالیٰ نے (جیسے کوئی بچہ کر کے بتاتا ہے) ایسے کر کے بتایا ہے، اور وہ اور وہ چار اس طریقہ سے سمجھایا ہے، بخلا وہ جو مردہ تھا "او من کان میناً فاحینہ" ہم نے اس کو زندہ کیا، وراقان نہیں "وجعلناہ نوراً یعشی بہ فی الناس" ہم نے اس کو ایک روشنی عطا کی، جس پہلے سے وہ ہاتھوں کے درمیان چل رہا تھا، "کم من مثله فی الظلمات ایس

مخلو جہنم میں لایا اور اس کی طرف رہنمائی ہے۔ جو کہ حیران میں مبتلا ہے۔ اس کے لئے اس کی توبہ کی راہ بتا دیا۔

مسلمانان پر بھی اخلاقی قانون نافذ ہے

مسلمانان جیسا کہ انسان نے یہاں ان لوگوں کی طرف سے اس کی کوئی شکایت نہیں ہے، کوئی عیب نہیں ہے، اخلاقی طرف سے کوئی امر نہیں ہے نہ کوئی ناپسندیدہ چیز ہے۔ جب بھی خلیفہ اس کی ہمت بھی پڑے، ہر پتہ بھی چست، اللہ نے یہاں اخلاقی قانون نہیں ہے، جیسے انسانوں نے یہاں کا دود ہے کہ نہ ان کے یہاں یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی اس کو تلافی دے۔ موت ہے نہ نہیں مر سکتا، وہ فنا کر دیا ہے نہ وہ یہ جانے کو یہ دیا ہے، اس کی ہمت پر نہیں ہوتی ہمت ہے نہ ان کے ہمت کی ہوتی ہے، اس کی ہمت کی ہمت ہے، شہر کا نام بھی ہے، ملکوں کا آپ بہت سے سب ہیں، یہ سب کے سب ہیں۔ اب ان کے ان قانون مخالف ہیں، اب جو چاہیں کریں، ظلم کریں، ظلم کریں، جرم کریں تو جرم نہیں، غلطی کریں تو غلطی نہیں، وہ دوسرے ملکوں کے خلاف۔ یہ پانچ گنا ہوتا ہے، اس لئے کہ یہ سب نے کہا ہے کہ وہ وہاں پر پانچ ہوتے ہیں، یہ سب اس کی طرف سے نہیں آتا، ان کے اندر سب کے اخلاق و ذیل پانچ نہیں آتا، ان کے اندر اس کی ہمت کی ہمت کو دینا، کوئی جرم نہیں، اس سب پر ایک حکم نہیں ملتا، اس پر کہتا ہوں کہ یہ تصور ہو سکتا ہے، نیچے کا عدالت میں پیدا ہوا ہے، تو پھر وہ دنیا کے ملک ہے، اور اس پر خدا کا قانون اور عقل کا قانون نہیں پڑتا، وہ قانون ہے یا ہمت ہے، جیسے شاہان ایران جس نے یہاں تانگوں میں اس کے سرور کی سعادت پائی آفریقہ کی شاہان تھا، سرسائی خاندان تھا، ان کے یہاں سے دوتا چار ہوا کر لے گئے، وہ اس کے دیت کے لئے اس کے لئے دوسرے پیدا ہو رہے تھے۔

اسلام کا معاملہ اور خدا کے دین کا معاملہ یہ نہیں ہے، ایران اور تھائی لینڈ، انڈیا اور افغانستان

جس نے یہاں دود دوتا ہے، اور اس کا شوق کیا چاہتا ہے۔

پاور باؤس سے نکاشن ضروری ہے

دیکھئے یہ بلب ہے، یہ دو رنگ ہے، ان رنگ بالکل صحیح ہے۔ لیکن اس کا پاور باؤس سے نکاشن نہیں ہے، اور دو رنگت اس میں نہیں آتا تو اگر اس کی وارنٹک یہ رہیم کی کریں، اور اس کے کاروائی نہیں لیکن نکاشن نہیں ہے۔ بجلی کی دوائ میں تھیں تو یہی ہے تو سب بیکار ہے، روشنی ہے، نہ کوئی فائدہ، معاملہ ترقی میں نکلتا اور سالہ سالہ نکلتے گاتے، یہ مسائل پور کا کوہوت سے ملتا ہے، اس کے لئے ایک ہی جگہ بلیک ہی ٹھکانا ہے، جس سے مسئلہ حل ہوتا ہے تو ان معلم کی بعثت سے بعد اب وہ بکڑ اور نکشیں نہیں مل سکتے، نہ سرحد میں، نہ روس میں، نہ دنیا کے کسی کارخانہ میں، وہ ایمانی سکڑ رہاں اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے ہیں، وہ آج آپ نارنجی تیار کھتے ہیں۔ قتل، دہشت، چور، بھارت، اس میں دہشت، ذرا سا ہاتھ کا اشارہ کیجئے اور دشمنی کی ایک تیز دو ٹوک ٹکی۔ اس سے آپ کو یہی راستہ نظر آئے گا، وہ سوں کو بھی راستہ نظر آئے گا، اور اس کی یہی قیمت ہے کہ یہی اسلام کی شان ہے، اس سب وہ بکڑ بچہ دیکھ جاتے ہیں، تو صرف اس مسافر ہی جو جس کے لئے اس نے وہ ہے جو اس کا مانف ہے، اسی کو راستہ نظر نہیں آئے گا، بلکہ بیسوں جو بالکل اندھوں کی طرح راستہ چل رہے تھے، ان کو بھی راستہ نظر آئے گئے گا، یہ ہے مسلمان کی شان۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا ۝۱۰۹

ایسا ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرو گے، تو اس نے تم کو ہر گز کے اس کا لحاظ نہ کرے گا اور اس نے اس کا ہر کام اور ہر گز کے اس کی شریعت و قبول کرو گے، اس پر چلنے کا فیصلہ کرو گے، اس پر امن و امن و کرن شروع کرو گے، مگر تمہارے لئے امر فارق پیدا کرو گے (یعنی تم کو امت زمرہ کے) ۱۰۹

ماہ الا حیا ز صفت

فرمایا: **يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا** اللہ تم کو ایک ماہ الا حیا ز چیز عطا کرے گا، تمہاری سطح ایک بہت بلند ہو جائے گی، تم اس پہنچتے، ماحول کی خرابی سے نکل جاؤ گے، جب انسان اپنے کو اللہ کی روشنی سے غور و فکر کرتا ہے تو پھر اس کا کیا حال ہوتا ہے؟ وہ اس نارنجی کی طرح ہو جاتا ہے، جس کے بکڑ ختم ہو چکے یا اس میں رکھے ہوئے نہیں گئے، اب اس سے تو یہ کڑی اچھی کہ اس سے

وہابی، یہ چٹا ہے، چوری سے چنواؤ، تلتا ہے۔ اس کو جو وہم کے نظم سے سخن آتی ہے، ہاتھ پر سے
 ہی بدل ماتی ہے، اس کا، شمد ہے، یہ ان سب کا کرشمہ ہے۔

معنوی خودکشی

مسلمان اپنے بطن سے کروہ نہ کرے تو یہ ملعون و لعین ہے۔ جیسے وہی نہ کھائے نہ پئے۔ یا کوئی شخص کسی نہ خداؤں کے لئے اپنا گھوٹ لے، مسلمان نہ بنے۔ ان کے ہمارے ایمان کے دو طرہ تھیں، عقیدہ کے دو طرہ تھیں ہیں دو فرقان، تمہیں سے ان کو افتداعی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ بِجَعَلْ لَكُمْ فِي قَامِ لَا تَعَالَى ۝ ٢٥

وہ نوا اتر رہا تھا۔ یہ دیکھ کر وہ سمجھ گیا کہ اس نے وہی فرق پیدا کر دیا۔

[illegible]

ایمان و سیرت کی کرامت

[illegible]

بہتدوستان پرندہ راجت اور اس کی ذمہ داری

میرے مسلمان بھائیو: تم کو اس ملک میں رہنا ہے تو کھانا احسن اس سرزمین پر ہے تم نے اس ملک کو بھلیا، سنو اور تم نے اس ملک کو تہذیب سے محروم سے اور ترقیوں سے مالا مال کر دیا۔

نعمان کے اور بھی اس ملک کا احسان ہے، اس نے تمہیں اپنے آگے وقت میں بٹا دیا اور یہ
 دنیا میں ملک ثابت ہو، جب پانچویں مئی سن ۱۷۷۱ء میں تاجپور اور ترشٹن کے پورے بھار
 میں دس پانچ سو آدمی رہے تھے، اور شیر نے شہر پر قبضہ کر لیا اور یہاں وقت بڑے بڑے مسلمان
 خاندان یہاں آئے اور اس ملک نے اپنے بڑے پھیلادیکھے، اپنی خودمختاری گری تھی اور یہاں
 اس ملک کا حق ہے اور اس ملک پر بھارت ہے، دنیا کی کوئی طاقت اسکی نہیں ہے، جونہی میں
 اٹھتا ہوں وہ جاتے، اور کچھ نہیں سمجھتا اس ملک پر حق نہیں ہے، اگر آپ کو اپنے اندر ایمان
 اور عزت و حرمت و ہدایت کا اتنا زہ پیدا کرنا ہوگا، جب آپ اس ملک میں عزت کے ساتھ رہو
 نہیں گئے تو میری طاقت آپ کے اندر ہو، اس سے بڑھ کر دینی میں کسی طاقت کا تجربہ کبھی
 نہیں کیا، کیا آپ ادبی دہس کے اندر تو عید کا عقیدہ نہ کرتے کہ اس مانتے اندر کی طاقت کسی
 میں نہیں لانا ہے، بلا صلا الا اللہ لا الہ الا اللہ، تو انی، فی حق وہی خدا وں، بے سسک
 اللہ بھڑو، فلا کاسف لہ الا ہو، اس پر دیک بھو فلا راہ لقصنہ، (رسول اللہ
 علیہ السلام) اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ نہ رہا تو وہ کسے تو کوئی، اسے نہیں سکتا،
 نفع کا ارادہ کرے تو کوئی آرزو نہیں آسکتا، (اس میں ۱۰۰)

مسلمان کے اختیار است

پھر اس کے ساتھ نعمان کے اندر شریعت کی پابندی ہو، تم شریعت کے احکام پر چلتے ہو،
 ہم ساری دنیا کی قومیں اپنے اپنے مذہب کے احکام پر چلیں گی، اب صرف رسم و رواج رو
 گئے، صرف تہوار رو گئے، صرف میل میلے رو گئے، صرف دوشیزکیں رو گئیں، تو اس حالت
 میں تم نمازوں کے پابند ہو، تم شریعت کے احکام پر چلے، اس کے بعد تو نماز و حرام میں فرق
 کرتے، لے ہو اور اس کے ساتھ پھر تمہارے اتفاق میں ہوں، کیا وہ میں پانی ملائے پھر
 حرام تھو، دین کے روزی کیے اپنے ان میں تمہارے روزی میں جو اس کی کھیں، دنیا مافیہا، اس کے بار
 کھو، لے تم اس کو، ہم کھو، اس راست سے آئے ہوئے ہیں کو، نہیں دیکھا، ہر بات اس
 میں ہے، چھابے نیکان رشوت لینا چھابیں، اگر وہی غیر مسلم پر دیکھتا، اگر تم چھو کھٹے اپنے
 آئیں میں بیٹھ کر کھانا کھاؤ، کچھ نہیں سمجھتا، ان کی کھانا کھاتے ہیں تو پھر ہمیں نہ مت کہہ دینی یہ ہے،

اور اس ملک نے ہم پر احسان کیا۔ ہم نے اس ملک میں صدیاں گزاریں، ہم پہلے پھوٹے، ہم نے ہر طرح کا لطف اٹھایا، یہاں کی تمام نعمتوں سے فائدہ اٹھایا، ہم اس ملک کے ساتھ عدالتی نہیں کر سکتے، ہم اس ملک میں کام چوری کی عادت نہیں، فقیر کریں گے، آپ کرتے رہتے اور ایک وفا کیں، انہیں جیسے آج کل رواج ہے، اور بچہ بچہ کا وقت کریں، بچے اٹھایا، اس نے جو بچہ لکھو سب کی، کچھ چاہے گی، کوئی دوست آکر تو اس سے بات کرنے لگے، نہیں، بیوی کی وقت پر جانا، وقت پر آنا، اور کام کرنا۔ ہر آدمی کے ساتھ خیر خواہی کرنا، کوئی انسان کسی نے سب جلتے کا یہ وہ آدمی کہ جس کی ہر بات تمہارا گلہ نہ ہو کہ یہ ظلم کو سب یا نہیں، جس میں اس نے عدالتی پر اپنے کوئی اثر ظلم کرنا، ہر آدمی اس سے کچھ بکڑتا چاہئے، ظلم کرنا چاہئے، ظلموں میں نہایت ادا کرنا چاہئے، یہ بات کوئی سب اس کی قدر کرنا چاہئے۔

ملک کے حالات میں تبدیلی

یہ اخلاق اگر ہم اسے دیکھیں تو وہی بات ہوگی کہ نطفو اللہ بوجل لکھ کر قلم انا۔
 اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر تھوڑے لئے فرما کر پیرا کر دیا۔ ہندوستان ہی میں دیکھنا چاہئے کہ
 مسلمان کا کیا حال ہے، مسلمان اس طرح لوگ آئے ہیں جس جگہ ہے جس میں مسلمان
 مسلمان نہ رہی کھینچے ہیں۔ ان مسلمانوں نے یہ کیا تو اس ملک میں ہر جگہ ہے، مسلمان ہی اس
 ملک میں ہیں، یہ سب سب ہیں اپنے اندر یہ کیا پیدا ہوا، اپنے اندر یہ ہے، ان سب آپ
 کے یہ اخلاق ہوں گے، تو اللہ تعالیٰ آپ کے لئے ہے، ان سب آپ اپنے انہی
 پیدا میں۔ اپنی عزت و ناموس کو بھی بچائیں گے، اور اس ملک کو بھی بچائیں گے۔ چاہیں گے۔

ملک تباہی کے آثار سے بچنا ہے اور مسلمان اس کو بچا سکتے ہیں

میں صاف بتا ہوں کہ یہ ملک تباہی کے آثار سے بچنا ہے، انہوں نے کہا ہے، چھپو، چھپو
 کی جگہ ہے، یہ انہی کی جگہ ہے، وہ تباہی کے آثار سے بچنا ہے، انہوں نے کہا ہے، چھپو، چھپو
 جگہ سے، اور یہ بھلا بھلا ہو جس میں انہوں نے اور ہر آدمی کے لئے ہے، آپ اس پر رہے،
 ظلمات میں روشنی کا کنارہ ہیں، روشنی کا کنارہ ہے، اور وہ نہیں جانتا، خطرہ ہے، سب کو نور اور انعام

ہے آپ جنت سے کام لیں اور اپنے اندر فرقان پیدا کرنے کی کوشش کریں۔
ایمانی صفات، اسلامی اخلاق اور اہل بیت و ہدایت اور ہمدردی خلافت کے جذبہ کے ساتھ
آپ نے یہاں تک ذمہ داری سے کٹنا بھی نہیں چاہئے، آپ یہ نہیں کہ صاحب ہماری بلا سے یہ ملک
ذو ہے یا بچے ہم نہیں جانتے، ہم تو بس اپنی عاقبت کی فکر میں ہیں، ہمیں یہ بات ٹھیک نہیں ہے،
مسلماں کا منصب نہیں ہے کہ آپ کے دوتے ہوئے ملک تباہ ہو جائے۔ خدا آپ سے پوچھے
گا، آپ جس بخشی پر سوار ہیں، وہ بخشی ذو ہے۔ پھر آپ کی کیا خصوصیت رہی، آپ ذوقی ہوئی
بخشی کو ہاتھ لگا دیں تو وہ ساحل تکسید ہو گئی جائے گی، یہ آپ کی تہاں ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محسن عالم

رحمۃ للعالمین ﷺ

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى . اما بعد فاعوذ
بالله من الشيطان الرجيم ۝ بسم الله الرحمن الرحيم "وما أرسلناك
الا رحمة للعالمين"

حترامت! میں نے آپ کے سامنے سورہ اتہا کی ایک آیت پڑھی ہے اللہ تعالیٰ محمد
رسول اللہ ﷺ کو خطاب کر کے ارشاد فرماتا ہے کہ اے محمد! میں نے آپ کو
سما۔ جہاں امر بیاں والوں کے لئے محض رحمت بنا کے بھیجا ہے یہ خدا کی طرف سے ایک
حیرت انگیز (اور اتر رحمت کی روح اور غیوم کے مٹنی نہ ہو تو میں کہتا کہ) ایک تھمک ٹیز
اعوان ہے یہ اعلان میں بخفی میں لیا گیا ہے جس کے سے اللہ برائی کا فیصلہ تھا کہ وہ دنیا کے ہر
حصہ میں (اور اپنے نزول کے بعد) تاریخ انسانی کے ہر دور میں پڑھا جائے گا۔ اس کے
پڑھنے والے بھی انکھیں کھولیں، انسان ہوں گے اس پر غور کرنے والے اس کی تشریح کرنے
والے اس کے اسرار اور سوزیاں مرنے والے اس کے ایک ایک لفظ بلکہ ایک ایک حرف کی
تحقیق کرنے والے اس کو تنقید اور تحسین کی نگاہ سے دیکھنے والے اور اس کو ہم و حقیر کی
ترز و میں تو لے اور اس کو واقعات کی سہولتی پر سنے والے انسانوں کا سلسلہ بھی قیامت تک ختم
نہیں ہوگا ایک شخص ایک بیان جاری کرتا ہے کوئی مضمون بھی خبر یا رسالہ میں (جس کی
زندگی عام طور پر مختصر اور پڑھنے والوں کا ساتھ نظر مدد دیتا ہے) کوئی مضمون لکھتا ہے تو

زور اور شدت دیکر کہہ رہا تھا کہ، "یو جی ٹی ہے، اور ایک بار سب کی مچھوڑ اس واقعہ کی تصدیق اور اس جہان کی حدالہ کی تحقیق میں مصروف ہو جانا چاہئے۔ مذہب کی تاریخ میں نہیں، تمدنوں اور قوموں کی تاریخ میں نہیں، اصلاحی اور انقلابی تحریکوں اور مصلحتوں کی تاریخ میں نہیں، بلکہ چوکی تاریخ، انسانی اور پورے انسانی سرچشمے میں ایسا پانچ حکماء ایسے اعلیٰ اور بے انتہا ایمان و عقیدہ، انسانی طور پر، انسانی شخصیت یا انسانی مذہب، اعلیٰ کے متعلق نہیں ملنا کہ سب عام کی تاریخ میں، دنیا، جہنم و سما کی زندگیوں، اور تعلیمات کے طور پر جارا دینے میں جھکتی ہے۔ دوسری اس کی تکلیف پیش کرنے سے قاصر ہے۔"

دنیا کا ایک مشہور و قدیم مذہب یہودیت ہے۔ اس کا اصل یہ ہے کہ وہ خدا کا تصور بھی نہ دانت۔ وہ تمام مخلوقات کا خدا ہے۔ دنیا و مافیہا کی اس بنیاد پر خدائی حیثیت اس سے لڑتی ہے۔ عید قیامت لے کر اٹھ چکے۔ وہ یہودیوں کا مذہبی نرگس ہے۔ خدا کے رب کا کلمہ ہے۔ وہ یہودیوں کے تصور سے غافل ہے۔ اس لئے ان کی تاریخ اور ان کے تصنیفوں میں کسی عظیم کے متعلق جو چاہے اور مومن و مومن جیسے بات نہ ہو۔ یہ وہ اور ملایمان جیسے مذہب ملحق ہے تو فہم ہوں۔ کسی ایسے اعلان کو کائنات پر مبنی ہے۔ وہ راضاعت و وقت کے موافق ہے۔ یہ مذہب بھی بھی نسل انسان کا مومن اور ان کے لئے جہاں قیامت و رب ہر اہل و عیال میں رہا۔ اور نہ اس میں بھی غیر اور ان کی قوموں اور افراد کو یہودیت کی طاعت و عبادت کی ہے۔ تو اہل دنیا کی۔

جوانی نے سب جوان اپنے پیسے بیچی جو کہ اس امر کی اپنی قوم کو فاساد کے لئے شور مچا رہی تھی۔
 قلمبر (حضرت مسیح علیہ السلام) بار بار اس بات کا ان کو بتاتے ہیں کہ "جوئی اس امر میں کی کھوئی
 ہوئی بھینسوں کے لئے قائم ہے۔" انہوں نے اپنے شاگردوں سے مصافحہ سے کہا۔ انہیں
 اس نسل کے کھانے کی کھوئی ہوئی بھینسوں کے لئے اور انہی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ "اسبان
 فی قیامہ ان منہم منہم" کی طرف اشارہ کی گئی۔ جو اپنی اہم انہی سے مل رہا ہے۔ اس کا
 حقیقی مقصد نہیں رکھتے تھے تو انہوں نے قدرتِ مہربانی اور مہربانی کے "انہوں کی راہی" کے لئے انہوں کو ڈال
 دیا۔ اچھی طرح سے انہوں نے اپنے بارہ حواریوں کو سمجھا کہ "اے عجب قوم! انہوں نے ان کو
 حکم دے کر کہا۔" "خیر قوم! ان کی طرف سے جان اور سامریوں کے ہی شہ میں انہیں نہ ہونا بلکہ
 انہیں کے لئے انہوں کی کھوئی ہوئی بھینسوں کے پاس جانا۔"

[illegible]

کوئی ایسا نہیں، اور کوئی کسی کو اپنی یاد دیتا ہے تو وہ بھی ایک خدائی "رحمت" ہے۔ اگر کوئی میں کوئی کسی کو چھٹا مصلیٰ بنا چھو وہ بھی ایک طرف خدائی "رحمت" نہیں اپنے اپنے پچھو یا کرتا ہے، باپ اپنے لڑکے کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرتا ہے، اور اس کے لئے لڑکے کی کشتہ ریزی سامان مہیا کرتا ہے، وہ اس سے بھی بڑی ایک "رحمت" ہے، استاد طالب علم کو پڑھاتا، اس کو طبعی فطرت دکھاتا ہے، یہ بھی ایک بڑی قابل قدر "رحمت" ہے جو کے کو جان بکھاتا، نکلے کو پکڑا، اس کا "رحمت" کے کے ظاہر ہیں اور سب کا اختراع منہ وری اور شمع یہ واجب ہے۔

تیسری "رحمت" کا "سب سے بڑا مظہر" ہے کہ کسی جاں باب مرتضیٰ کی جان بچا ہے ایک پیرم تو ان کے مابین یہ معلوم ہوتا ہے کہ قریب آ کر بھی نہیں سنے گا اور دوری ہے کہ میرے دل، دنیا سے رخصت ہو رہا ہے کہ اس کے پیچھے نہیں ہو سکتا، باپ، مادر، چچا، بہن ہے، اور سر پھوڑا ہے، سب نے بس معلوم ہوتے ہیں، کہ اچانک ایک صعیب حادثہ فرشتہ رحمت میں سر پہنچتا ہے، اور کہتا ہے، "کلمہ انے کی کوئی بات نہیں" وہ وہاں کا ایک قلم بردار پچھلے ملک میں نکلتا ہے، وہ آگے نہیں بکھول دیتا ہے، سب اس کو خدا کا بھیجا ہوا فرشتہ نہیں کے وہ وہ سر پر فرشتے جن کے میں نے نام دیا، اس "رحمت" کے سامنے مات ہو جائیں گی، اس لئے کہ یہ اس مرتضیٰ ہی پر نہیں۔ بلکہ اس کے چھوٹے سے کچھ اور اس نے محبت کرنے والوں پر بھی احسان ظہیر ہے کہ اس کی جان بچ لی گئی ہوگی، چنانچہ یاد رہے کہ اس میں کوئی خدائی یا کوئی نصاب پر تکیہ، قریب ہے کہ اس کا اگلا قدم ہی خدائی ہو، تو میں ہو، اللہ کا ایک بندہ میں وقت پہنچتا ہے، اور وہ اس کی سر پر کھڑا لیتا ہے، اور اس کو اس خدائی میں کرنے سے بچا لیتا ہے تو وہ اس کے حق میں فرشتہ رحمت کھاتے گا، ایک نوجوان جو اپنے ماں باپ کی آنکھوں کا تار اور اپنے توبہ کا تار ہے، وہ پاس میں رہا ہے، وہ مجھے اٹھا رہا ہے، کوئی گھڑی ہے کہ وہ تہہ نشین ہو جائے، ایسے ملک اللہ کا بندہ اپنی بدن پر تھیں کہ کوئی پڑتا ہے، اور اس کی جان بچا لیتا ہے، اس کے واپس اور بھائی قلم سرت اور اس کے منہ کے جذبہ سے اس سے پتہ چلتے ہیں، اور ساری عمر اس کا احسان نہیں بھولتے۔

تیسری "رحمت" کا آخری مظہر یہ ہے کہ پوری انسانیت کو بلاکت سے بچا رہا ہے، پھر بلاکت، بلاکت اور خطرہ خطرہ میں بھی زمین آسمان کا فرق ہے، ایک عارضی بلاکت اور قسوی

[illegible]

ان زندگی کی بے رحم و گھٹن اور اس دریا کے ظالم رخنہ اور منڈک یا جس کا اس غانات کے بیچارہ انسان کی نجاتی اس کی حقیقی مدد سے اور مقام سے بے خبری شریک انسان وہاں پہنچی میں مبتلا ہوتا ہے انسانیت کی بے شعوری اور غور و فکر اور وہی انسان کا شایع اور انہیں پہنچی اپنے حدود سے تجاوز کرنا، ان علاقہ کو بھڑکاتے کی سرکشی، اپنا فرض کو ادا کرنے سے انکار، اینٹا حق و حصول کرنے پر اس کے بے زندگی کے لئے سب سے بڑا خطرہ یہ ہے کہ زندگی کی چون چلی جگہ سے بہت جا۔ انسان اپنے مقام و مرتبہ اور اپنے مقصد زندگی سے متعلق نہ جانے کہ اپنے بے نیل کیجئے یہ سمجھنے لگے یا سناپ واؤ۔ با انسان جب ان حقیقتوں کو قبول جاتا ہے تو زندگی کا یہ وہ آسمان کا دریا بن جاتا ہے۔ پھر انسان انسان کو آسمان کے گتے ہے۔ پھر ساتھ چوں بچوں اور سمجھنے والوں اور پتھروں کی ضرورت نہیں رہتی انسان سب سے بڑا سمجھنے والا بن جاتا ہے جس نے سناٹے سمجھنے کے کان بڑھائیں وہ میرا شیطان بن جاتا ہے جس کے سر سے شیطان کا رنگ رگڑے اس وقت انسان اپنی اگلی ہوئی آگ میں خود غرق ہو جاتا ہے اور جیتے میں باہر کی کسی شے کی ضرورت نہیں۔

زندگی سے بیزار اور چاہت کے لئے چھوڑ رہے ہو یا زندگی کوئی عذاب اور جلاوت کوئی عقاب
نعمت اور عظیم ترین نعمت ہے۔

چھٹی صدی تک کی تاریخ پر کسی کیفیت نظر آتی ہے، اس وقت یورپی فوٹ
نسائی خود غشی پر آمادہ نہیں کر رہی تھی، جیسے آج کی اس کے شہر حال تھی۔ رومی دنیا میں
خود غشی کی ترویج ہو رہی تھی، اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں اس اظہار اور صورت حال کی وہ
تصویر پیش کی ہے جس کے بجز کوئی بڑے بڑے مصور اور مصنف تصور نہیں کھیج سکتا، وہ
فرماتا ہے: "وَلَا تَكْرُوا لِلْعِمَاةِ أَنْ يُضَيِّعُوا أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَإِنَّهُمْ أَمْوَالُهُمْ
وَأَنْصِبُوا إِلَيْهَا أَعْوَابَهُمْ وَرَأَاهُمُ اللَّهُ عَدُوًّا لِّلَّذِينَ أَمْوَالُهُمْ مُتَمَرِّغَةٌ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوا قَوْلَ اللَّهِ" (اور نہ ان کی
اس ممبرائی کو برا کر، بس تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، جو اس نے تمہارے انہوں میں امانت
والہی دی اور تم اس کی ممبرائی سے بھائی بھائی ہو گئے، اور تم آج اسے گڑھے میں گمراہ سے سمجھ
کھینچ چکے تھے، تو خدا نے تم کو اس سے بچالیا، پورے مانتوں اور بات نہ کرو ان کا نقد بھلا
کرے، ان سے جاہلیت کی تصویر پورے طور پر نہ کھینچ لی، وہ نہ صرف قائل، بلکہ ہمارے
شکر پر گئے، تحقیق ہیں کہ اب اور زبان کا ذخیرہ و ساتھی نہیں، بلکہ واقعہ اور صورت حال اتنی سنگین،
اتنی بڑبڑاتی سیب، اور اتنی پیچیدہ اور رقیق تھی کہ۔۔۔ ان کلمے کے اس کی تصویر اور زبان و سب کی
بڑی سے چوٹی قدرت، صلاحیت سے اس کی تصویر ملنے نہیں، تاریخ اس کا حق نہیں اور اس کا
سے اور یہ بنیت جس میں رسول اللہ ﷺ کی ہشت ہونے لگیا، ایک یہ دو صوفی کے انمولان پر
املائی کا کر کا سند تھا، خود دست پرستی کا مسئلہ تھا، اخلاقی جرم و ذمہ کا مسئلہ تھا، شراب نوشی، قمار،
پردہ شکنی پرستی، ہوس رانی، القوق کی پامانی، ظلم و استبداد، معاشی انتشار، چار اور بیچار
صوفیوں، ظالموں، بھلاؤں اور غیہ و ستائش تو ان کے مسئلہ تھا، کیا مسئلہ ہے جو کہ کسی ملک میں باپ
اپنی دوا دینے، اپنی کوئلہ و درگور کر رہا تھا، مسئلہ یہ تھا کہ انسان نہایت کو خاک میں مل رہا تھا،
مسئلہ یہ نہیں تھا کہ عرب سے کچھ رنگ ال اور کسی القاب لوگ اپنی اپنی معصوم بیویوں کو چھوٹی شہر،
اور خیالی رنگ و عمارت چھپنے کے لئے ایک خود ساختہ قیل اور ایک قیل نہ، اوریت کی بنا پر اپنے
باتھوں زمین میں زندہ دفن کر دینے چاہتے تھے، مسئلہ یہ تھا کہ ہمارے قیل پوری قیل کو زندہ دفن کرنا
چاہتی تھی، اور درختم ہو چکا اب اس کو ایسے الکر سے نکلوا کر دیا جائے، وہ دور جن لوگوں نے

۱۰. باقیادہ میں اس کی حیثیت کو سمجھنے اور بنانے۔

[illegible][illegible]

موجودہ افسانہ نگار کی نگاہ میں انسانیت کی شہرہ جو اس کی نگاہ میں ایک عظیم اور بڑا ہے۔ اس کی نگاہ میں انسانیت کی شہرہ جو اس کی نگاہ میں ایک عظیم اور بڑا ہے۔ اس کی نگاہ میں انسانیت کی شہرہ جو اس کی نگاہ میں ایک عظیم اور بڑا ہے۔

طرح تک رہے تھے مرنیکا کوئی ملکی اقدیم کی، اسلامی کام کوئی قلعہ کوئی ویرستان قہر، ان کے انسان سے سبک و پیش ٹھکس، مٹی پو پھٹے تو سہ زوہو، نیا پٹی بٹھا ہر ترقی اور زندگی کے استحقاق میں جیتروں کی رہیں موت ہے، اہل انوکھ نے زبان حال سے نئی سرچ پیدا کر لیا کہ سب ان کی اندر سے قہر ہوئی اور اب وہ دنیا کے لئے اراپے لئے کوئی ترقیت، برست اور موت اور کوئی یقین اور موت نہیں رہتے، انہوں نے اپنے خلاف خدا کی عدالت میں خود بخود نشانی اور گواہی ملی، ان کی اصل شہر تھی، اور وہ اپنے عزیزانی سے بدنی و مالیہ و اسے موت کا مستحق ثابت کر چکے تھے۔

۱۔ سب تو ان اپنے حدود سے تجاوز کر جاتا ہے۔ جب ہم خلاقیت کو تہ فراہم کر دیتے ہیں تو وہ اپنی تخلیقی خواہشات اور نفس نے دی گئی ہتھیاریوں کی تکمیل کے سوا ہر شے کو ہر چیز کو حقیقت کے طور پر پیش کر دیتا ہے۔ جب اس حد پہنچ جاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو بھینچنے لگتا ہے اور جیتے جاگتے پیر کر دیتا ہے۔ جب اس کے اندر میں ایک فرضی حدود و ایک واحد دائرہ نفس اور وجود بنتا ہے۔ جب یہ پانچ قانون کا دورہ کرنا کرتا ہے تو قدرستہ انداز میں اس کو مواد دے پاتا ہے۔ قانون کے شرعاً حاکم کے لئے اس کے لئے ایک شعور کے لئے اس کے اندر اس میں پیدا ہوتا ہے۔

1. 1990年12月1日以前，
 2. 1990年12月1日以后

آپ ہیئت کے اندر تمام سے بدل چکے تھے۔ ہمارا دور قلمی امور سے دور ہے۔ ان کی سے زیادہ ان کے لیے اور واقعی ہے۔ یہ سب سب سے زیادہ ان کی ہیئت ہے۔ ان کی ہیئت میں جو امور ہیں ان سے آپ ہیئت کے لیے سب سے زیادہ ان کی ہیئت ہے۔ ان ہیئت کا قیام ہیئت کے لیے سب سے زیادہ ان ہیئت ہے۔ ان ہیئت کے قیام ہیئت کے لیے سب سے زیادہ ان ہیئت ہے۔

[illegible]

اس دور کے سب سے زیادہ پرفارم الیٹ اور دست درازے ہائلڈ وہ ہیں جو
 اسب و اہم شمشیر لڑنے پر فخر کر رہے ہیں اور ان میں بہت سے تیرہویں صدی
 (GLADIATOR) ہنگویں آئینہ میں جڑا ہوا ہوا ہے کہ اس میں آفری کی پھیلتی
 میں وقتوں کے نش و نشان اور وہ اس میں کافی حد تک نمایاں ہیں۔ ان کے لئے ایک
 دوسرے پر لگے ہوتے ہیں۔ چاہے اس میں ان کے دل میں رحمت نہیں رہتی۔

دوسری چیز جو اس میں نمایاں ہے اس میں ہاؤسوں سے لڑنے پر مجبور رہا ہے۔ ان کی
 شہادت و شہادت کی یہ ترین مثال پیش کرتی ہے۔ ان کی یہ قہارین ہیں۔ ان کے لئے ایک
 محبوبہ ہے۔ ان کے لئے ایک اور ہے۔ ان کے لئے ایک اور ہے۔ ان کے لئے ایک اور ہے۔ ان کے لئے ایک اور ہے۔

اسی کی یہ پہچانیت اور فسی میں لڑنے سے متعلق ہے۔ اس کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے
 میں اس میں اس کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں اس کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں
 اس کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں اس کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں اس کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں
 اس کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں اس کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں اس کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں
 اس کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں اس کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں اس کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں
 اس کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں اس کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں اس کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں

ان کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں اس کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں اس کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں
 اس کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں اس کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں اس کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں
 اس کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں اس کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں اس کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں

ان کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں اس کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں اس کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں
 اس کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں اس کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں اس کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں
 اس کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں اس کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں اس کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں
 اس کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں اس کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں اس کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں
 اس کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں اس کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں اس کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں
 اس کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں اس کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں اس کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں

ان کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں اس کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں اس کے لئے ایک شمشیر کے چٹنے میں

اور مساعی جلیلہ کے حساب میں ہے، آپ ﷺ کا پہلا کام یہ تھا کہ آپ ﷺ نے اس تکوار کو جو نوع انسانی کے سر پر لٹک رہی تھی، اور کوئی گھڑی تھی کہ اس کے سر پر گر کر اس کو کام تمام کر دے، اس تکوار کو پٹنایا، اور اس کو وہ تحفے عطا کئے، جنہوں نے اس کو نئی زندگی، نیا حوصلہ، نئی طاقت، نئی عزت اور نئی منزل سفر عطا کی اور ان کی برکت سے انسانیت تہذیب و تمدن، علم و فن، روحانیت و اخلاص اور تعمیر انسانیت کا ایک نیا دور شروع ہوا، ہم یہاں پر آپ کے ان چند عطیوں کا ذکر کرتے ہیں، جنہوں نے نوع انسانی کی ہدایت و اصلاح اور انسانیت کی تعمیر و ترقی میں بنیادی اور قاعدہ گذار اور ادا کیا، اور جن کی بدولت ایک نئی دنیا وجود میں آئی۔

آپ کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ آپ نے دنیا کو عقیدہ و توحید کی نعمت عطا فرمائی اس سے زیادہ انقلاب انگیز، حیات بخش، عہد آفریں اور تجرؤنا عقیدہ، دنیا کو نہ پہلے کبھی ملا ہے اور نہ قیامت تک کبھی مل سکتا ہے، یہ انسان جس کو بھلہ مری، فلسفہ، اور سیاست میں بڑے بڑے دعوے ہیں، اور جس نے قوموں، ملکوں کو بار بار غلام بنایا، مناصرار بعد پر اپنی حکومت چلائی، پتھر میں پھول کھلائے، اور پہاڑوں کا جگر کاٹ کر دریا بہا سکے اور جس نے کبھی کبھی خدا کی کا بھی دعویٰ کیا، یہ اپنے سے کہیں زیادہ مجبور و ذلیل، بے حس و حرکت، بے جان و مردہ اور بعض اوقات خون اپنی ساخت پر داخت چیزوں کے سامنے جھکتا تھا، ان سے ڈرتا اور ان کی خوشامد کرتا تھا، یہ پہاڑوں، دریاؤں، درختوں، جانوروں، ارواح و شیاطین اور مظاہر قدرت ہی کے سامنے نہیں، بلکہ کیڑوں، سکڑوں تک کے سامنے سجدہ ریز ہوتا تھا، اور اس کی پوری زندگی انہیں سے خوف و امید اور انہیں خطرات میں بسر ہوتی تھی، جس کا نتیجہ بزدلی، ذہنی انتشار، و ہم پرستی اور بے اعتمادی تھا، آپ نے اس کو ایسے خالص بے آمیز، سہل الشہم حیات بخش عقیدہ و توحید کی تعلیم دی جس سے وہ خدا کے سوا جو خالق کائنات ہے، ہر ایک سے آزاد، مژدہ اور بے فکر ہو گیا، اس میں ایک نئی قوت، نیا حوصلہ، نئی شجاعت اور نئی وحدت پیدا ہوئی، اس نے صرف خدا کو کارساز حقیقی، حاجت روائے مطلق، اور نافع و مضار (نفع پہنچانے والا اور نقصان پہنچانے والا) سمجھنا شروع کیا، اس نئی دریافت اور یافت سے اس کی دنیا بدل گئی، وہ ہر قسم کی غلامی و عبودیت اور ہر طرح کے بے جا خوف ورجا اور ہر طرح کے تشمت و انتشار سے محفوظ ہو گیا، اس کو کثرت میں وحدت نظر آنے لگی، وہ اپنے کو ساری مخلوقات سے افضل، ساری دنیا کا سردار و منتظم اور صرف خدا کا

مفلکوں اور فرمانبردار سمجھتے تھے، اس کا لازمی نتیجہ انسانی عظمت و شرف کا قیام تھا، جس سے پوری دنیا محروم ہو چکی تھی۔

بعثت محمدی کے بعد ہر طرف سے اس عقیدہ توحید کی (جس سے زیادہ مظلوم و مجبور کوئی عقیدہ نہ تھا) صدائے پادشاهی نے لگی، دنیا کے سارے فلسفوں اور افکار و خیالات پر اس کا سوا جیس اثر پڑا وہ بڑے بڑے مذاہب جن کے رُتبہ و ریشہ میں شرک اور تعددِ اولیاء (متعدد خداؤں اور معبودوں) کا عقیدہ درجِ بس گیا تھا، کسی نہ کسی نے اس پر یہ اعلان کرنے پر مجبور ہونے لگا کہ خدا ایک ہے، وہ اپنے مشرکانہ عقیدوں کی تاویل پر مجبور ہوئے، اور ان کی ایسی فلسفیانہ تشریح کرنے لگے، جس سے ان پر شرک و بدعت پرستی کا انکشاف ہوا، اور وہ اسلامی عقیدہ توحید سے کچھ نہ کچھ ملے ہوئے نظر آئے، ان کو شرک کا اثر ادا کرنے میں شرم اور جھجک محسوس ہونے لگی اور سادہ سے مشرکانہ نظام، فکر و اعتقاد، احساس کمتری (INFERIORITY COMPLEX) میں مبتلا ہوئے، اس حسنِ اعظم کا وہ انسان اعظم یہ ہے کہ اس نے توحید کی نعمت دنیا کو عطا کی۔

آپ ﷺ کا دوسرا انقلاب آخریں اور عظیم احسان وحدتِ انسانی کا وہ تصور ہے، جو آپ نے دنیا کو عطا کیا، انسان تو سوں اور برادریوں، ذات جاتی اور اعلیٰ ادنیٰ طبقات میں بنا ہوا تھا، اور ان کے درمیان انسانوں اور جانوروں، آقاؤں اور غلاموں اور عبید و معبود کا سا فرق تھا، وحدت و مساوات کا کوئی تصور نہ تھا، آپ نے صدیوں کے بعد پہلی مرتبہ یہ انقلاب انگیز اور حیرت خیز اعلان فرمایا۔ ”ابھما الناس ابن ربکم واحمد وان اباکم واحد کلکم لاحد واحد من قبہ اب۔ ان اکرمکم عند اللہ افتاکم، ولیس لہرب علی عوجہی فضل الا بالحقوی“ لوگو! تمہارا پروردگار ایک ہے، اور تمہارا رب بھی ایک ہے تم سب کو نانا، ام، ہواور آدمی سے بنے تھے، اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پاک باز ہے، کسی عربی کو بھی پر تعلیمت نہیں مگر تعویٰ کی بنا پر۔“

یہ وہ الفاظ ہیں، جو رسول اللہ ﷺ نے اپنے آخری حج میں ایک لاکھ چوبیس ہزار کے عظیم مجمع میں قرآن سے تھے، ان میں وہ وحیوں کا اعلان کیا گیا ہے، اور یہی وہ وقوفی مستحکم اور دائمی بنیادیں ہیں، جن پر نسلِ انسانی کی حقیقی وحدت کا قہرِ تعمیر کیا جاسکتا ہے، اور جس کے سایہ کے نیچے انسان کو امن و سکون حاصل ہو سکتا ہے، اور وہ اشتراکِ عمل اور تقویٰ کے اصولی پرائسائیت

کی تعمیر نو کا کام انجام دے سکتا ہے یہ وہ وحدتیں کیا ہیں؟ ایک نوع انسانی کی خالق و مائع کی وحدت، اور ایک نسل انسانی کے بانی اور مورث کی وحدت، اس طرح ہر انسان دوسرے انسان سے دو جزا رشتہ رکھتا ہے، ایک روحانی اور حقیقی طور پر، وہ یہ کہ سب انسانوں اور جہانوں کا رب ایک ہے، دوسرا جسمانی اور ثانوی طور پر، وہ یہ کہ سب انسان ایک باپ کی دولاں ہیں، دوسرا الفاظ میں توحید ”رب“ اور توحید ”اب“ کی تعلیم دی، جس کو مختصر الفاظ میں لے لیا جا سکتا ہے ”الرب واحد والاب بھی ایک ہے، اور رب (پروردگار) بھی ایک ہے، اور اب (والد پروردگار) بھی ایک۔“

جس وقت یہ اعان کیا گیا تھا، اس وقت دنیا اس کے شے کے سال (۱۹۴۸ء) میں تھی، یہ اعان اس وقت کی دنیا میں ایک زلزلہ سے کم نہ تھا، بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں، جو قدرتی طور پر قابل برداشت ہو جاتی ہیں، بجلی کا یہی عمل ہے کہ اس کو پردوں میں رکھ کر چھو لیتے ہیں، لیکن بجلی کی عمریاں لمبہ کو کر کوئی چھوئے تو جسم میں اس کا کرمت روز جاتا، اور اس کا کام تمام کر دیتا ہے، آج ہم وہیم اور فکر انسانی کے ارتقاء کی ان منزلوں نے جو اسلام کی دعوت، اسلامی معاشرہ کے قیام، مسلمانوں اور داعیان اسلام کی خوشوں سے ملے ہوئیں، اس انقلاب انگیز دور زلزلہ فتن قیام انسان کو روزمرہ کی حقیقت بنا دیا ہے، اتوار امتداد کے شے سے لے کر جس نے حقوق انسانی کا منشور (HUMAN RIGHTS CHARTER) شائع کیا، ہر جمہوریہ اور ہر ادارہ کی طرف سے انسانی حقوق اور مساوات انسانی کا اعان کیا جا رہا ہے، اور کوئی اس کو سن کر تعجب نہیں ہوتا، لیکن ایک زمانہ تھا، جب مختلف قوموں اور خاندانوں کے مافوق البشر ہونے کا عقیدہ قائم تھا، اور بہت سی نسلوں اور خاندانوں کا نسب نامہ اسے اور سورج چاند سے ملایا جا رہا تھا، قرآن شریف نے یہودیوں اور عیسائیوں کا قول قل کیا ہے کہ ہم خدا کی لائی اور جیتی اولاد کی طرح ہیں، ”وقالت اليهود والنصارى نحن ابناء الله واحبائه“ ”فرعون مصر اپنے کو سورج پر لانا کا دتا کہتے تھے، ہندوستان میں سورج ہشی اور چندر ہشی خاندان موجود تھے، شاہان ایران کو جس کا لقب کسری (خسرو) ہو کرتا تھا، اس کا دعویٰ تھا کہ ان کی رتوں میں خدا کی خون ہے، اہل ایران انہیں ہی نظر سے دیکھتے تھے، ان کا اعتقاد تھا کہ ان پیدائشی بادشاہوں کے خیر میں کوئی مقدس آئینی چیز شامل ہے، کینیڈا کے آخری ایرانی شہنشاہ نے زور کا کام بتاتا ہے کہ وہ اور

ایرانی ان کو خدا کا کس درجہ مقرب اور ہم نشین سمجھتے تھے۔

یعنی اپنے شہنشاہ کو آسمان کا بیٹا تصور کرتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ آسمان تر اور زمین مادہ ہے۔ ان دونوں کے اتصال سے کائنات کی تخلیق عمل میں آئی ہے اور شہنشاہ مختار اول اس بیوڑے کا پایاؤں بٹھایا ہے، عرب اپنے سواساری دنیا کو گونا گونا گوارے زبان (عجم) کہتے تھے۔ ان کا سب سے ممتاز قبیلہ قریش، عام عربوں سے بھی اپنے گویا اور برتر سمجھتا تھا۔ اس کا سب سے بڑی میں حج کے ایسے عمومی اجتماع میں بھی اپنی انفرادیت قائم رکھتا تھا۔

قرآن نے اس فضا اور اس ماحول میں اعلان کیا: "اینا بیہا الناس اما خلقناکم من ذکروالنسی وجعلناکم شعوباً وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ التقاکم" لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنا دیے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو (اور) خدا کے نزدیک تم میں عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

اور قرآن کی ایک ایسی سورہ میں جو قرآن کا پہلا ہے (فاتحہ) اور سب سے زیادہ پڑھی جانے والی سورہ ہے، کہا گیا ہے۔ "الحمد للہ رب العالمین" سب تعریف اللہ کی ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔

آپ کی رحمت لعاالمین کا تیسرا مظہر، اور نوع انسانی پر تیسرا احسان عظیم احترام انسانیت اور انسان کی قدر و قیمت کا وہ اسلامی تصور ہے جو آپ کا مہیہ اور اسلام کا تختہ ہے، اسلام کا ظہور جس زمانہ میں ہوا اس زمانہ میں انسان سے زیادہ ذلیل کوئی نہیں تھا، انسانی وجود بالکل بے قیمت اور بے حقیقت ہو کر رہ گیا تھا، بعض اوقات پالتو جانور، بعض "مقدس" حیوانات، بعض درخت جن کے ساتھ بعض عقائد و روایات وابستہ ہوئی تھیں، انسان۔ سہ کہیں زیادہ قیمتی المائق احترام اور قابل حفاظت تھے ان کے لئے بے تکلف انسانوں کی جانیں لی جاسکتی تھیں، اور انسانوں کے خون اور گوشت کے چڑھاوے بڑے خاصے جاسکتے تھے آج بھی بعض بڑے بڑے ترقی یافتہ ممالک میں اس کے نمونے دیکھے جاسکتے ہیں، محمد رسول اللہ ﷺ نے انسانوں کے دل و دماغ پر یہ نقش بٹھا دیا کہ انسان اس کائنات کا سب سے زیادہ قیمتی، قابل احترام، المائق محبت اور مستحق حفاظت وجود ہے، آپ نے انسان کا پایہ اتنا بلند کیا کہ اس سے اوپر صرف خالق کائنات کی ہستی رہ جاتی ہے، قرآن نے اعلان کیا کہ خلیفۃ اللہ (خدا کا نائب) ہے، ساری دنیا

وہ یہ کہ انباروں، محامی ای کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ ”ہو اللہ خلق لکم عافی الارض
 حبیب اللہ سے جس کے تمہارے لئے وہ سب کچھ ہے جو تمہاری جہالت میں ہے۔“

یہ شرف شہزادوں کا خاص امتیاز ہے۔ "وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَجَعَلْنَاهُمْ فِي الْجَنَّةِ رِزْقًا لَهُمْ وَنُطِيقُ لَهُمْ عَالِي كَثِيرٍ مِمَّنْ جِئْتُمْ بِهِمْ" اور تم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ان کو بھلی اور اچھی باتوں سے ملوانی دی اور ان کو جو چاہیں وہی کھا سکیں۔

اس سے لپی دو اس کی علامت بتا دینی اور اس کی اہمیت کا حق ثابت ہے کہ سوائے
 "سیرت النبی" کے اور ان کے کتب میں اور صحاح الہدیٰ پندرہوں میں سب سے زیادہ محبوب اور سے در
 اس کتاب کے ساتھ چھ اطراف کے اور اس اور مہر پہنچے کے "لخلق عیال اللہ صاحب
 الخلق والہم اللہ من احسن الی خیالہ".

اس بات کی یاد دہانی اور دعا ہے کہ اس کے قریب و آس پاس کا افسانہ میں سے نریج وہاں کے لوگ
ہے، جو ایک حدیث قدسی میں لکھا ہے: "ہر قوم کا ایک کلمہ قدس فی مسرت کے لئے ان کے ہاں ہے
اور خدا ہم میں چار دوا تو مجھ دیکھتے ہیں" آئیے دیکھ لیں کہ ہر درگاہ میں حیرت کی عبادت کیا کرتا
ہے؟ تو یہ سب معلوم نہیں ہے، ارشاد ہوگا: "انہی تھے" معلوم نہیں ہوا یہ افلاک یا زمین یا یہ آسمان
میں ہی عبادت کو کون کیا۔ "تھے" معلوم نہیں تھا کہ اگر تو اس کی عبادت نہ تو مجھ سے پاس یا آسمان
پر نہ تھا، ہونا۔ قرآن و آسمان میں نے تجھے۔ خداوند و قیامت کے تجھے نہ تھا، تو خداوند و قیامت
میں نہ تھا، ہونا۔ ہر درگاہ میں تجھے کیسے نہ تھا، نہ تھا۔ تو سب اوستا میں ہے، ارشاد ہوگا: "یہ تجھے
اس کا علم نہیں ہو کہ میرے افلاک بندہ نے تجھ سے کیا کیا کیا ہے؟ اس لئے تجھے اس کی
نیریت تھی۔" اگر تو اسے نہ تھا کہ تو تو اس کو میرے پاس یا آسمان میں نے تجھے۔ اس
یہی مادہ تو نے مجھے پانی نہیں پایا، بندہ و وحش کرے گا۔ اس سب میں تجھے کیسے پانی پا سکتا
ہوں؟ تو تو سب عالمین ہے، ارشاد ہوگا: "تجھے۔ میرے افلاک بندہ نے پانی طلب کیا تھا تو نے
اسے پانی نہیں دیا، تجھے اسی کا پتہ نہیں چلا کہ اگر تو اس کو پانی پاتا تو اس کو میرے پاس
پاتا، ایک ہر اپ تو میرے سب میں آیا، اس بات کی یاد دہانی، اور انسان کی رفعت و محبوبیت اس
سے زیادہ اعلیٰ و اعلیٰ میں پاؤں ملتا ہے، اور کیا اس کے کسی مذہب و فلسفہ میں انسان یہ مقام

ہو یا کہ ہے آپ نے خدا کی رحمت و شفقت کے لئے انسانوں پر رحم و شفقت کو شرط قرار دیا کہ اس سے بڑا فرقہ قائم کیا اور فرمایا "المواحدون برحمہم الرحمن لرحمہم من فی الارض برحمہم من فی السماء" رحم کرنے والوں پر رحمت کی رحمت ہوتی ہے اور رحمت کرنے والوں پر رحم ملے گا تو وہ جو انسان پر ہے وہ رحم پر رحمت نازل کرے گا۔

آپ غور فرمائیے کہ وحدت انسانی کا نقش وگوں پر اٹھانے اور واحد انسانیت کا نظریں دلوں میں پیدا کرنے کے لئے جب یہ میٹا انسان کوئی تھی اس وقت انسان کا نیا حال کیا ہو گا تو انسان کی ادنیٰ کواثرات کی قیمت ہزاروں انسانوں سے زیادہ تھی وہ مشاہدہ تھے اور انھوں سے ملکوں کا صفایہ کر دیتے تھے، سنگتراشا اور جیتے ہوئے تھوڑی کھپاتے، ہندوستان تک چلا آیا اور قوموں اور تہذیبوں کے چرچاؤں کو روکنے، سیراٹھ اور سائوس کا اس طرح بچھاؤ شروع کیا جسے جنگی جوہروں کا شکار نہیں جاتا ہے، آج ہمارے زمانہ میں بھی ہر وہ انکی جنگیں ہو گئیں، جتنوں نے انھوں انسانوں کو موت کے گمے اندر دیا اور مفید قومیں، سیاسی اور مذہبی، قتل کر دی ہیں یا تاریخی سندوں پر قبضہ کرنے کے جذبہ کا نتیجہ تھا، اقبال نے فرمایا

وہی نکل آدمی سیر زبون شہر پارسی سے

قیامت ہے کہ انسان نوع انسان کا شکار سے

چوتھ اعلیٰ کارنامہ یہ ہے کہ اہستہ گھڑی کے وقت نوع انسانی نے اسٹارٹ اپ اور پائنت انسانیت سے بدگمانی اور خدا کی رحمت سے مایوسی کی ایک عام منشا پر مبنی ہوئی تھی اس ذہنی بیزاری کے پیدا کرنے میں ایٹمیائے جنس قہر مند رہا، سب اور شرق و غرب، پانی و تہذیب، شد و عینایت نے کسان کر دیا اور کیا تھا، ہندوستان نے قہر مند اسب نے تاج آؤ مان اسے قاتل کے ذریعہ جس میں انسان نے ارادہ اختیار کر کے غلطیوں میں ہے اور اس کی موت ہو انسان کو اپنے پہلے جنم کے اعمال اور غلطیوں کی سزا پہنچتی تھی اس سے وہ انسانیت کے انسان کے پیدا ہوئے اور اس کے لئے حضرت مسیح کے گمراہ رہنے کی ضرورت کے مقصد کے نتیجہ میں اس وقت کے مصلح دنیا کے انھوں کو دس افراد کو جو ان کے سب کے سب و خدا پرستی و امت سے بوجھتی اور اپنے مستقبل اور خدا کی رحمت سے مایوسی میں مبتلا کر دیا تھا۔

نور وصال اللہ علیہ نے اپنی حاکمیت و صفائی سے اسے ان کی گمان کی غلطی سے ایک سادہ

تکلف کئے مانتہ ہے جس پر پہلے سے کوئی تحریر لکھی نہیں ہے اس پر بہتر سے بہتر تحریر لکھی جو ممکن ہے انسان اپنی زندگی کا خدا کا کارنامہ کرتا ہے اور اپنے ہاتھ دیکھ کر اس سے اپنے دنیا و آخرت کا رونا دھنا بکاڑا ہے۔ وہ کسی دوسرے کے عمل کا مددگار یا ذریعہ نہیں ہے۔ قرآن مجید نے بار بار اعلان کیا کہ آخرت میں کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور یہ اس کے حسد میں کسی کی کوشش اور اور کے نقصان آنے والے ہیں۔ انسان کی کوشش کا نتیجہ ضروری ہے۔ بڑا اور اس کو اس کا اجر دیا جائے گا۔ "لا تسزدوا زرعہ و زرع حسری وان لیس لکائن انسان الا صامعی وان سعیہ سوف یمری ثم یجزوا الجزاء الاولیٰ"۔ "کوئی شخص دوسرے کے لئے نہ لگے گا نہ لکھے گا نہ لکھیں"۔ اور یہ انسان کو ہی ملے گا۔ اس کی وہ کوشش ملے گی اور یہ کہ اس کی کوشش ملے گی۔

اس اعلان سے انسان کو اپنی فطرت اور اپنی فطری صلاحیتوں پر وہ اعتماد بخوشی ہو گیا جو بالکل معجزانہ ہے لیا تھا۔ وہ جسے عزم و یقین اور جسے خوش و دلور کے ساتھ اپنی اور اس نیت کی تقدیر پر کائنات اور اپنی قسمت اور قوت آزمائے گئے تھے نہ مر رہا نہ غمگین رہا۔

محمد رسول اللہ ﷺ نے آسمانوں، ارضیوں اور غلطیوں، ایک مہرشیہ سے قرآن مجید میں انسان کو بھی سمجھی اپنی ہوائی، کوئی فطرت اور نفس، شیطان کی ترغیب سے جتا رہا تھا ہے۔ صداقت، حق، پندہ اور احسان کے تصور و تدابیر اس کی فطرت کا اصل نمونہ تھا اور اس نیت کا جو ہے۔ اپنی فطرت کا اصل نمونہ ہے۔ اس پر ایمان، خدا کے سامنے روا رکھ کر اپنے تصور کو مخالف کر دیا، اور آئندہ ایسی فطرت کے لئے کہ حاکم کر انسان کی شرافت اور مہربانی یہاں ہے۔ آپ نے دنیا کے، دوسروں اور کائناتوں کے لئے جسے چھوٹے سے بڑے انسانوں پر قربہ کا ایسا دور وار کھلا اور اس کی اس ترہ اور نور کے وسیع فطرتی نور ہے۔ اس شعبہ کا بار و زائد دہرائے۔ اللہ تعالیٰ کو دعا ہے کہ آپ کے ماسوں میں ایک نور کی ایک نور کا نور کا جلیقہ اور پینہ مہر (بھٹی) ہے۔ آپ نے قرآن و ایک مجبور کی بات و رملانی ممانت کے طور پر خوش نہیں کیا۔ جیسے آپ نے اس کے ایسے فطرتی بیان کئے اس کا مہر تہہ تہہ جلد کیا کہ وہ فطرتی درجہ کی بات اور خدا کے قرب اور اس کی مہربانی کا وہ ذریعہ ہے کہ اس پر بڑے بڑے مہر صحت نور و نور کا عالم اور انہوں اور انہوں اور انہوں کے انکار۔

قرآن مجید میں اس طرح رحمت کی وسعت پر تہنیکار کے تو یہ کر سکتے ہیں بڑے بڑے
 گنہگار سے پاک و صاف ہو جانے کے امکان کو ایسی دلکش اور ذخیرہ انداز میں بیان کیا اور تہنیکار
 بندوں اور نفسِ شیطانی کے زخم خوردہ انسانوں کو اس طرح خدا کے رحمت میں چلا دینے کی
 مناد کی اور اس کے دریائے رحمت کے جوش و ستا طعم کو وہی انداز میں بیان کیا کہ یہ محسوس
 ہونے لگا کہ وہ مطلوب سے زیادہ طالب اور تہنیکار بندوں کے حق میں نہ صرف عظیم و رحیم اور
 فیاض و کریم ہے بلکہ (اگر یہ کہنا صحیح ہو) ان کا تحفظ و حفاظ اور ان کا سچا قدمرواں ہے۔ قرآن
 مجید کے ان الفاظ کو پڑھئے، اور اس لطف و شفقت کا اندازہ کیجئے جو اس کے لفظ لفظ سے نکلتی ہے
 ۔ "قل يا عبادي الذين اسرفوا على انفسهم لا تقنطروا من رحمة الله ان الله بغفر
 الذنوب جميعا ط انه هو الغفور الرحيم۔" کہہ دیجئے اے میرے بندو! جنہوں نے
 اپنے حق میں زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہ معاف
 کر دیتا ہے۔ بے شک وہ بڑا بخشنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔

ایک دوسری آیت میں تہنیکار اور خطاکار انسانوں کے تفریق اور سیاق و سباق میں نہیں،
 بلکہ بلند ہمت، نیکو سیرت اور بخشنے والوں کے سلسلہ اور سیاق و سباق میں گناہوں سے توبہ
 کرنے والوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے۔ "وسارعوا الي مغفرة من ربكم
 وجنة عرضها السموات والارض اعطت للمتقين الذين يصقرون في السراء
 والضراء والكواظمين القیظ والعافين عن الناس والله يحب المحسنين والذین
 اذا فعلوا فاحشة او ظلموا انفسهم ذكروا الله فاستغفروا الذنوب بهم ومن يعفر
 الذنوب الا الله ولم یصر و اعلى ما فعلوا وهم یعلمون اولئک جرآء هم مغفرة
 من ربهم وجات تجری من تحها الا نهار خالین فیها ونعم اجر العاملین
 (۱۱) اور اپنے پروردگار کی بخشش اور بہشت کی طرف ٹیکو اس کا عرش آسمان اور زمین کے برابر
 ہے اور جو (خدا سے) ڈرنے والوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو آسودگی اور ملکیتی میں (اپنا مال
 خدا کی راہ) خرچ کرتے ہیں اور غصے خوردہ نہ ہونے اور لوگوں کے قصور و معاف کرتے ہیں اور
 خدا نیکو کاروں کو دوست رکھتا ہے، اور وہ کہ جب کوئی کھلا گناہ یا اپنے حق میں کوئی اور برائی کر
 جتنی ہی تو خدا کو یاد کرتے اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں، اور خدا کے موعظانہ بخشش بھی

رحمت و صفات علیہم انفسہم و ظوآن لا ملجأ من اللہ الا الیہ ثم تاب علیہم
 لیتوا یسوا ان اللہ هو التواب الرحیم۔ "بے شک خدا نے پیغمبر پر میرپالی کی اور مہاجرین
 انصار پر، جبراً جو وہ اس کے کان میں سے بعضوں کے دل پھر جائے تو تھے، شک کی گئی تھی میں
 پیغمبر کے ساتھ رہے، پھر خدا نے ان پر میرپالی فرمائی، بے شک وہ ان پر نہایت شفقت کرنے
 والا (اور) میرپالی سے اور ان جیوں پر بھی جن کا معاملہ مقرر کیا گیا تھا، یہاں تک کہ جب زمین
 باوجود فرشتے کے ان پر تلگ ہوئی، اور ان کی چائیں بھی ان پر دھو کر ہوئیں اور انہوں نے جان لیا
 کہ خدا اس کے ہاتھ اسے خرد اس کی سائنوی پٹوئیں سے پھر خدا نے ان پر میرپالی کی تاکہ تو یہ
 فرمیں، بے شک خدا تو یہ قول کرنے والا میرپالی ہے۔"

اس آئے طار، ایک اصول کے طور پر اس کا اعلان کیا کہ "ات اللہ یرجی فی عادیہ اور
 غضب و جلال پر غالب ہے قرآن مجید میں "ورحمۃی وسعت کل شیء" میری
 رحمت ہر چیز پر حاوی اور محیط ہے۔ اور حدیث تدریج میں ہے "ان رحمۃی سبقت عذابی"
 نہ فی رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔ پھر اس نے مایوسی کو بھی کفر کا، اور جمالت و کرامت کا
 مراد قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں ایک جگہ ایک پیغمبر رحیم (حضرت یعقوب) کی زبان
 سے کہلوا لیا گیا ہے۔ "انہ لا یمس من روح اللہ الا القوم الکاملون" اللہ کی رحمت سے
 وہی لوگ مایوس ہو سکتے ہیں جو خدا کے شکر و اس کی امانت و صفات سے نا آشنا ہیں۔ دوسری
 جگہ ایک اور آیت لیل اللہ پیغمبر حضرت ابراہیم کا قول نقل کیا گیا ہے۔ "وہی یفقط من
 رحمۃ ربہ الا الضالون" اپنے رب کی رحمت سے گمراہوں کے سوا کون مایوس ہو سکتا ہے۔

اس طرح محمد رسول اللہ علیہ السلام نے تو یہ کی فضیلت و ترغیب اور خدا کی رحمت کی وسعت
 و شمولیت کا اعلان و تبلیغ کر کے یا اس موقوف کی مادی ہوئی، اور غضب و جلال کے اعلاات
 و تنبیہات۔ (جہ) جن میں یہودی علماء اور شاہجین سب مقدمہ زور قرآن و وحی کے بے نظریت
 دشمن، عیسائی زبیدیوں، اور یادوں نے اہم کر دیا اور کیا تھا (جہ) یہی ہوئی انسانیت کوئی
 زندگی کا پیغام، یا اس کے حق مردم اور مل انہر و دیکس کی روں پھونگی، اس کے دشمنوں پر رحم رکھا،
 اور اس کو خاک نہ مت سے اٹھ کر عزت و شرف، خود اعتمادی، اور خدا کا کوئی کے باہر حرج پر پہنچا
 دیا۔

نبوت محمدؐ کی پانچواں عظیم اور ناقابلِ قراستوں احسان، اور ایک کس لہجہ، دین و دنیا کی وحدت کا تصور اور یہ مسئلہ، بالکل یقین سے کہ یہ کوئی حقیقی اختلاف نہیں، بعض اوقات کا اختلاف ہے، اور قدیم اردی زبان میں "ان نفطی" ہے، انسان کے اعمال و اخلاق اور ان سے پیدا ہونے والے نتائج کا اصل، انصار، انسان کی ذہنی کیفیت، عمل کے محرکات اور اس کے مقصد پر ہے، جس کو اسلام کے دین و شریعت کی زبان میں "نیت" کے ایک مفرد و سادہ، لیکن نہایت طبع و عین لفظ میں ادا کیا گیا ہے، اس کے نزدیک نہ کوئی چیز "دنیا" ہے، نہ کوئی چیز "دین" اس کے نزدیک خدا کے رضا کی طلب، اخلاص اور اس کے حکم کی تعمیل کے جذبہ کو اور وہ سے بڑے سے دنیاوی عمل، یہاں تک کہ حکومت، جنگ، دنیاوی نعمتوں سے جمع نفس کے تقاضوں کی تکمیل، حصولِ حاش کی جدوجہد، جائزہ و طبع کا سامان، اور راجی و عالمی زندگی، سب اہلی و عبادت، مگر بہ الی اللہ کا ذریعہ، اپنی سے اہلی مراتب و اہل تک پہنچنے کا وسیلہ، اور خالص دین بن جاتی ہے، اس کے برخلاف بڑی سے بڑی عبادت اور دنیا کی کام جو رضا الہی کے مقصد اور اطاعت کے جذبہ سے خالی ہو (حتیٰ کہ فرض مبارک، ہجرت و بیاد و قربانی و سر فرشتی اور ذکر و تسبیح) خالص دنیا اور ایسا عمل شمار ہوگا جس پر کوئی ثواب اور اجر نہیں ہے۔

قدیم مذہب نے زندگی کو دو حصوں میں (دین و دنیا) میں تقسیم اور دنیا کو دو حصوں میں (دین اور اہل دنیا میں بانٹ دیا تھا، جو نہ صرف یہ کہ ایک دوسرے سے جدا تھے، اور ان نے درمیان ایک سرحدی لکیر اور ایک وسیع خلیج حاصل تھی، بلکہ یہ دونوں خانے ایک دوسرے سے متصادم اور یہ دونوں کیمپ باہم متضاد تھے، ان کے نزدیک دین و دنیا میں کھلا تضاد اور شدید رقابت تھی، جس کو ان میں سے کسی ایک سے رسم و رواج پیدا کرتی ہو، اس کو دوسرے سے قطع تعلق اور علانِ جنگ کرنا ضروری تھا، کوئی انسان ایک وقت میں ان دونوں کشتیوں پر سوار نہیں ہو سکتا تھا، معاشی جدوجہد، غفلت و خدا فراموشی کے بغیر، حکومت و سلطنت دینی و اخلاقی تعلیمات کو نظر انداز کرنے اور خوفِ خدا سے خالی ہونے بغیر، اور پندار، غبارک الہیہ ہونے بغیر متصور ہی نہیں تھا، ظاہر ہے کہ انسان عام طور پر سوات پسند اور لذت پرست واقع ہوا ہے، دین کا ایسا تصور جس میں دنیا کی کسی جائزہ و طبع، ہر ذوق اور سر بلندی، طاقت و حکومت کے حصول کی محنت نہ ہو، انسانوں کی اکثریت کے لئے قابلِ قبول اور قابلِ برداشت نہیں، نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا

صرف یہ تھا کہ میں دولت مند بن جاؤں، طاقتور اور حاکم بن جاؤں، شیخ سے شیخ و بزرگ سے بزرگ ہو کر کثیر انسانی نفوس پر میری نگرانی اور نفاذ ہوگی تو یہ ہے۔ انھوں نے آدمی کو ایسے تھکانے والے کاموں پر مجبور کیا کہ وہ نہ صرف اپنے جسم و جان کو برباد کر دیتا بلکہ اس کی تعلیم سے بلکہ نفس کو برباد کر دیتا تھا۔ یہ دروں انسان اپنے تئیں ان بڑی بڑی قربانیاں دینے کو لگاتے اور ان مندوں اور طاقت مندوں اور حکام و بزرگوار کی خدمت و اطاعت کا یہ ہے مقصد، وہ اپنی عمری سے دل خوش کرنے میں صرفہ دیتی تھی، مگر رسول اللہ ﷺ نے اصل انسانی کے ساتھ اس کی حقیقی مثال و نمونہ کو ہی لکھ دیا، آپ نے یہ بات دل پر نقش کر دی کہ خالق کائنات کی کمال معرفت، اس کی ذات و صفات اور اس کی قدرت و عظمت کو کمال سمجھ کر اس کے اسم و صفات والا ذکر جس کی وسعت و عظمت اور الامداد و قدرت کی دریافت، ایمان و یقین کا حصول، خدا کی محبت و محبوبیت، اس کو راضی کرنے اور اس سے راضی ہو جانا، اس کثرت میں وحدت کی تلاش اور یافتہ انسان کی حقیقی سعادت اور کمال آدمیت ہے۔ اپنی باطنی قوتوں کو ترقی دینا، ایمان و یقین کی دولت سے مالا مال ہونا، انسانوں کی خدمت اور اہل و قربانی کے ذریعہ خدا کی خوشنودی کا حاصل کرنا، اور کمال و ترقی کے اور اعلیٰ مدارج تک پہنچنا، جہاں فرشتے بھی نہیں پہنچتے، انسان کی خوشنودی کا حقیقی میدان ہے۔

آپ کی بعثت کے بعد دنیا کی رت بدل گئی، انسانوں کے مزاج بدل گئے، اوروں میں خدا کی محبت کا شعلہ بھڑکا، خدا طلبی کا ذوق عام ہوا، انسانوں کو ایک نئی امن (خدا کو راضی کرنے اور خدا کی حقوق کو خدا سے ملانے اور اس کو نفع پہنچانے کی) ناکامی دہی میں طرما بہار یا برسات کے موسم میں زمین میں روئیدگی، سوکھی نہیلیں اور چٹوس میں شادابی اور جریانی پیدا ہو جاتی ہے، نئی نئی کوئیں نکلتی ہیں، اور دریاؤں پر سبزہ اگنے لگتا ہے، اسی طرح جنت کھدی بعض کھوپ میں نئی تراوت، مانگوں میں نیا پھل اور مردوں میں نیا سودا سا گیا، گروہوں انسان اپنی حقیقی منزل مقصود کی تلاش اور اس پر پہنچنے کے لئے لگی کھڑے ہوئے، ہر ملک اور قوم میں طبعیوں میں کچی نشہ اور ہر طبقہ میں اس میدان میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کا کبھی جذبہ موجزن نظر آتا ہے، غرب و غم، خسرو و شام ترستن اور ایران، عراق و خراسان، شمالی افریقہ اور اسیان اور بحرہر ملک ہندوستان اور جزائر مشرق اہند سب اسی صہبائے محبت کے ستارے

اور اسی مقصد کے دیوانے نکل آتے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مجھے ایسا ہیبت حسدوں کی قید ہوتے ہوئے دیکھ رہی ہوگی، آپ تاریخ التذکرے کی کتابیں پڑھتے تو آپ کو کلمہ آنے کا کہ خدا تعالیٰ اور خدا شناسی کے سوا کوئی کاسی رنجہ، عیب، شیر، تپہ، تہیہ، کاویں، گاؤں بڑی قدر میں ایسے خدا مست، عالی ہمت، عارف کاش، مہربانی اور حکام خلق، انسان و امت، انبیاء، پیشہ انسان نظر آتے ہیں، نہیں پڑھتے ہی شک کریں وہیوں نے وہیوں کی مراد انیسویں صدی میں جنت الہی کا تصور بھڑکا کر، علوم و فنون سے دور بہا، سینہ صمد و حضرت کی محبت کی جوت دیا دی اور جہالت و جاہلیت، ظلم و عدالت سے آخرت پیدا کر دی، اس وقت کا حق پر جان، و جسم کے مارت و زمان کے ستارے ہوئے، کائناتوں، کھلے لکایا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پادش کے فکروں کی طرح ہر چیز زمین پر ان کا نماں ہوا ہے، ان کا ہر شے محض ہے۔

آپ کی تشریح (حیثیت) کے مدغم میں رغبت کو دیکھنے والوں کی دینی پروگراموں کی روشنی میں غلطیوں اور ان کے ذوقی حکیم نے واقعات پر پہنچنے والوں کے لئے اس شخصیت ان کا دل روتے اور ان کے غم میں کھٹکتا شخص ان کی روشنی میں تھی۔ انسانوں کو مصیبت سے نجات دینے کے لئے کہ اس طرح اپنے آپ کو نظر میں آئے اور ان کے متعلقہ فیوض و زما میں جتنا کرتے تھے ان کے حاکموں کو اپنی و مرداری کا اس قدر حساس اور محکموں میں اجاعت و تعاون کا اس قدر بھید تھا۔ ان کے ذوقی حیثیات ان کی قوت حالانکہ کے زہد و فقر، ہمدردی و خدمت اور مکارم اور ان کی حکومت و ان میں بھوکہ لگتی۔

چند راتیں آپ کی آنکھیں بے خواب ہیں لیکن اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپ کے معمر نشین اور شہساز بیچ و جست فسرانی برادرانِ سرسبز کے کام ہو گئے۔

جنگ کے وقت آپ کی قوموں میں وضرارت ہوئی تھی کہ لوہا ان سے کچھلا تھا اور تیار
 ہوا آپ کے قلوب مبارک میں دورقت اور محبت میں تھا کئی کئی سالوں میں
 فتح و نصرت کی دے میں آپ کا آمین کہنا شہزاد کا کام آ رہا تھا اور جنگ میں آپ کی قوموں
 سلطانین (پیدائشی بادشاہوں) کی نسل کا خاتمہ ہونے لگا تھا۔

دنیا میں آپ نے انہیں دو کام آغاز کیا اور کدو کی قیوموں کی مسند پر الٹے ادریں۔
 دین و دنیا کی کجی سے آپ نے اچے کام اور نیکو کاموں کو جاری رکھنے سے آپ جیسے فرزند

پیدا نہیں کیا۔

آپ کی نگاہ میں اعلیٰ و دہشتی سب ایک تھے، آپ اپنے غلام کے ساتھ ایک ہی دستر خوان پر بیٹھ کر کھاتے تھے۔

آپ نے نسل و نسب کے امتیازات کو یکسر ختم کر دیا، آپ کی پیدا کی ہوئی مراد امتیازی نے اس شخص و خا شاک کو جلا کر رکھ دیا۔

حالی نے اسی مضمون کو اپنے اس سادہ سے شعر میں ادا کیا ہے۔

بہارِ لب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے

یہ سب پود انہیں کی لگائی ہوئی ہے

صدق اللہ العظیم "وما رسلناک الا رحمۃ للعالمین"

سیرت نبوی ﷺ

اور عصر حاضر میں اس کی معنویت و افادیت

پاکستان کے آزادی کے بعد، وزیراعظم یحییٰ خان نے ایک قرارداد منظور کی جس کے تحت پاکستان کے تمام مسلمانوں کو ایک مخصوص علاقہ دیا گیا۔ یہ علاقہ پاکستان کے شمال مغربی علاقوں میں تھا۔

حضرت امام مسلمانوں کے لئے نبوی طور پر اور اہل امتی کے لئے انجیل طوری طور پر مبعوث ہوئے۔ حضرت مکر اور فتنہ کا موقع ہے کہ سیرت نبوی ﷺ پر خطبات کا آغاز ہو رہا ہے جس کا اپنی عمدہ واقفیت اور مطالعہ کی خاطر ہمہ سکتا ہوں کہ یہ سیرت نبوی ﷺ پر سب سے زیادہ دلچسپی جنہیں ہر فکر کنیہ اور دیاری کا ہر دور سے ملک ہندوستان میں ابھی ہو رہا ہے۔ ہر ہندوستانی مسلمانوں کو اس بات پر شکر ہے کہ اسے فتح کا حق ہے کہ وہ نبی و امت ﷺ کے لئے "معلق قرآن شریف" ملان کر رہا ہے۔ اہل بیابا ہا اس اسی رسول اللہ الیکم جمعہ۔ جو رکائی حقیقت سے پرے نہ روا رہا اور زمینی حیثیت سے بعثت کے بعد سے پوری انسانی تاریخ کا نبی ہے۔ اس کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کو عصر جدید کے اسلوب اور روش شعبان کے مختلف برائے کرنے کی سب سے بڑی عادت ہندوستانی مسلمانوں کو حاصل ہوئی، قاضی محمد حیدر صاحب منصور پوری کی "دوست سعادتین" امام شافعی رحمہ اللہ کی "کتاب" "سیرۃ النبی" مولانا عبدالحق صاحب "کتاب" "سیرۃ النبی" کے حاشیہ سب خانے میں امتیازی شان روشنی میں اہل بیت اور اہل بیت کے لحاظ سے شاید سب سے دلکش، روشن و خیر مزہ والا سید سلیمان ندوی کی "خطبات" "دراس" سے دنیا کے مسلمان جو زمانہ بولتے ہیں ان میں ان کتابوں کی کوئی نظیر نہیں مختلف اسلامی

زبانوں کا یہ فرق و عرق زبانوں کی مسائل سے متعلق ہے۔

بہت سے حضرات پر یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ کتاب اتنی بڑی ہے کہ اس کی خدمت کا ثمرہ نہیں
دارے ہو گا جس۔ اور اس سے انتساب ہونے والے افسانے سے اور طبع میں پھر اس کے قلم
سے بھی کوئی کتاب یہ نہ پڑے گی۔ اور یہ آراء ان کے یہ ہیں کہ یہ کتاب اور یہ کتابوں
کا بیان و پیش کرنے کے لئے ایک نسخہ ہے جو اپنی روشنی میں روشن ہے اور یہ کہ یہ کتاب
ہو نہ کی باعث نہیں بلکہ دشواری کی باعث ہے۔ اس لئے کہ جس نوعیت پر یہ قسم و وعدہ ہے
سعادت حاصل ہونی وہ کسی ایسے ادارے سے تعلق رکھتا ہے، جس سے یہ کتاب پر باقاعدہ ترین اور
مکتوبہ ترین لکچر شائع ہو جائے کہ معاملہ میرٹ ٹیوی ٹی وی کے بارے میں وہی ہے جس کا کوئی
شمارہ نہ پائے مشہور شہر میں یہ دنیا ہے

ایمان نہ تھکے، مگر سن ۱۹۱۷ء

سچین پورہ قوہ زوالی محکمہ دارہ

[illegible]

سے اور یقین ہے کہ یہ سلسلہ جزا سہارن پور جی، اور اس کے ہائی سروسز برادر مبارک، دسے سختی ہوں گے، انہر آپ کے اندر یہ جذبہ بیدار ہو جانے کہ اسب نام سہارن پور کا مطالعہ کریں گے اور ہم یہ بھیجیں گے کہ ابھی ہم نے کچھ نہیں پڑھا ہے۔

میں سب سے پہلے آپ کے سامنے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ نبی کیا کام کرتا ہے کہ اس کی جگہ سے اس خوب مقام بلند حاصل ہے، جو خدا داری اس کے سپرد کی جاتی ہے اس کی نوعیت کیا ہے اور وہ نوع انسان کے لئے لگتا کیوں ضروری ہے؟ وہاں دو اس کا فہم انسانیت کے سطر کے لئے یہ بات کیوں ضروری ہے کہ اس وہاں میں ایک پیغام کی رہنمائی حاصل نہیں، میں سب سے پہلے اس پر مختصر روشنی ڈالوں گا پھر یہ بتانے کی کوشش کروں گا کہ نبی کے کام سے نوعیت کیا ہے؟ نبوت کی حقیقت اور اس کا اختیار کیا ہے اور اس نام اور مقدس کام کے لئے اس طرقت کی شخصیت درکار ہے؟ آنحضرت کو انبیاء کرام کی صف میں اللہ تعالیٰ نے کیا اختیار عطا فرمایا اور کیا کامیابی آپ کے حصے میں رہی، میں یہ بتانے کے لئے کہ نبوت کا کام ضروری ہے کہ اس کے بغیر انسانیت کے تھینے کے لئے خطرہ ہے کہ وہ کس وقت باوہ جانے اور فوری صبر ہے، جو نبی ہی انبیا ہو جاتا ہے اور وہاں سا خلا ہے جو وہ تنہا پڑ کر رہتا ہے اس کے لئے میں ایک کہانی کا سہارا لوں گا، اور آپ جانتے ہیں کہ بعض اوقات کہ نبیوں سے بہت سے عقیدے اور ایسی کہانیاں سمجھ جاتی ہیں جو بڑی بڑی قدیمہ کہانوں سے نہیں الجھتیں، خاص طور پر وہ وقت ہم ہر اور آدمی زیادہ گہرا ہونے میں نہ ہاتا چاہئے۔

آپ نے یہ کہانی سنی ہوگی کہ کچھ نوجوانوں کو یہ کا ضیا آیا وہ دریا کے قریب کسی بستی کے رہنے والے تھے، برسات کا موسم تھا، جہاں وقت تھا، ٹھنڈی ہوا چلی رہی تھی، اور فرست کے دن تھے، انہر مشرق ہو ا کہ وہ دریا کی یہ کہیں اور جو ہم کو لطف اٹھا میں، ایک کشتی آہیوں نے کوئے پہلی، اس پر سوار ہوئے، وہ بھی رہائی پاتھا، اور ان کی طبیعت بھی سوچی پر تھی، وہ بے نظمی سے آپس میں باتیں کرتے تھے، مگر اس وقت انہوں نے ملن کو ایسا مخاطب بنایا اس سے پوچھا کہ بیٹا اور اگر تم کو کچھ چاہیے کیا آپ کی عمر کیا ہے، وہ بے چارہ بے پڑھنا آدمی تھا، اس نے اپنی عمر بتائی 1۰ سال کی عمر، ان میں سے ایک نے ان سے کہا کہ بیٹا آپ نے کیا کیا پڑھا ہے؟ اس نے کہا کہ میری دو کتابیں ہیں، میں نے شروع ہی سے کشتی چلانے کا پیشہ اختیار کر لیا، اور نیچے

پڑھنے کا موقع نہیں ملے دوسرے نیز طر اصرار ہے کہ وہ بولے کہ چپا آپ نے لکھنا اور یہ کہ وہ
 پڑھا دیا۔ پھر رہنے ملنے لگا کہ میں نے اس کا نام ہی نہیں سنا۔ پیچھے تو اس کی ایک تصویر
 دیکھ کر انگریزی کی کتاب کا نام ہے۔ یا کسی طرح کا "لوگوں نے کہا کہ اچھا آپ نے اپنی کتاب
 دہائی" پھر اس نے کانوں پر ہاتھ رکھا، پھر ان لوگوں نے دیکھ کر یہی کو پوچھا اور اس نے کان اور
 بیٹھ کر دیکھ کر اس جو مضامین داخل تھے ان کا نام مضامین کا (subjects) انہوں نے پاری
 سے نام لیا، اور اس پر جو رہے۔ سب پر یہ چیز دیکھ کر وہ دیکھتا ہوں۔ شرمندہ ہوا وہ اس نے لیا۔
 صاحب میرے تو اتنے تک پہنچے کہ مجھے نہیں مئے تھے، مگر وہ پیچھے پڑ چوٹی تھی، اُسے لکھا کہ آپ
 نے اپنی آج کی عمر کھو دی ہے۔ آپ نے کچھ کام کیا ہی نہیں، اخیر وہ دیکھ کر اس وقت میرے میں قہار
 ہو گئے، اندر ہی تھیں۔ اور میں ہر ش بھی ہوئی تھی، اب وہ یہ کیا سوچیں وہی شئی کے ساتھ
 اخصاص میں کرنے لگے، اور کشتی یا انوار اوزل ہونے لگی، کشتی اور تھکی تھی، کشتی اور تھکی تھی، اب
 اس نے کہ اس کی خد کو اس کی ماز کی اور اس کی۔ نے زبان پر آ کر آیا، اب ملائی ہی ہر ش کی۔
 اس نے کہا کہ وہ ہزاروں ایک بات میں بھی پڑھتا ہوں کہ تم نے یہ سب کچھ پڑھا ہے، وہ یہ
 بھی لکھا ہے "اگر یہ کشتی اس کی تہ خود۔ یا نہ پڑھیں طرح دیکھو کہ؟ انہوں نے کہا کہ یہ
 تو میرے نہیں دیکھتے، بلکہ اس نے کہا جاتا ہے کہ اپنی پوری عمر ہوئی۔

منہوں نے تو یہ کیا حق کو کر کے اپنے کبھی مٹھوئی، بعد اس مارت نے کہا کہ تم نے اپنی جانی مرقہ زونی مار نہیں تھی، سب کئی دھنیں ہاتھ دھو کر کر کے بچے ہاواں کا یہ لہری اور تو یہ اٹھ ہے، میں اس کی گھٹلی ہوں مگر تم نے جو چاہے ہو نہ مارا نے، ہم سب کے تھے واقعی جھڑی پہلے آدمی کو مارا نہیں ہو سکتے تھے ابو آپ کے یہ کام آئیں گے؟ آپ گرا، میں نے تو ان میں سے کوئی چیز آپ کو نہ بچاوا کی، یہ اس تو سیدھا سا صاحب کا مانتے گا جس کو بچہ نا آتا ہے یہ آپ کو نہ میں کو بچے کی سائیکس آتی ہے وہ کچھ نہ جانتے ہوئے بھی اپنی جان بچالے گا اور وہ بچا کر کے گا، یا شتی چلا آجس آتا ہے وہ کبھی کبھار بچا دے گا، لیکن اگر سب کچھ آتا ہے اور میری مائی نہیں آتا ہے، نہ لکھی کے اس طوفانی، ریا کو جس نے عبور کرنا نہیں سیکھا اور جس نے انکی مویوں سے جوندہ بچیا لے ہوئے برحق ہیں، رہتے کا کائنات نہیں، خدا یا تو اس نے یہ جو کچھ نہ حاسے کچھ کا نہیں آئے گا۔

حضرات! ہماری اس چوری زندگی کی مثال یہی ہے، ہمارے تمام کمن، انسانی غنوم کے بانی بڑی بڑی کتابوں کے معنی، دنیا کے دانشور، فلسفی، حکیم و ریاضی دان اور سائنس دان یہ سب ہمارے شکر یہ کے مستحق ہیں، یہاں انجمن اسلام اور اس کے اسکول کے بالکل سادے بچے بچے جیسے کہ یہ مددگار رہا ہوں، ہم ان میں کسی کی تحقیر نہیں کرتے ہیں و خاص طور پر میرے جیسے طالب علم کی گزروں ان کے احسانات کے بوجھ سے دینی جاہلی ہے۔ اور میں جو آپ کے سامنے یہ دوا صرف کہہ رہا ہوں اس کو بھی ان کا احسان سمجھتا ہوں، لیکن واقعہ اپنی جہت پر قائم ہے، یہ وہ حقیقت ہے، جس کا اعلان امریکہ کی کئی بڑی یونیورسٹی کی لائبریری میں بھی، لیبیریری میں بھی، جڑے سے جڑے دانش کدے اور بڑے سے بڑے ایوان علم میں بھی کیا جاسکتا ہے، اور رسول اللہ ﷺ کے اولیٰ خاندانوں نے بار بار اس حقیقت کا اعلان کیا ہے اور بتا دیا کہ ان کے لئے دانشور! علم کو محبت اور ترقی دینے والوں! انسانی عقل کے کمالات و لحائے والوں! ان کے زمین کے خزانے کو انکلوایئے والوں! ان سے تارے توڑ کر لانے والوں! اور بے چارہ کا تسلیم کرنے والوں! سب خطرے میں ہو، جب تک تو مشاوری کا یہ علم نہیں آتا اور وہ تھکتی اور لیکن جن میں زندگی کی بنیاد ہے، اور یہ انسانی شیرازہ جس کی جہت سے توقع ہے، اور دو بڑے مقاصد جن کی جہت سے اس زندگی اور اس دنیا میں معنویت پائی جاتی ہے، اگر ان پر نظر نہیں اور اگر تم نے زندگی گزارنے کا سیدھے میں سیکھا جو شہنشاہ سیکھاتے ہیں، وہ بغیر کسی موضوع اور انسانی کے اور بغیر کسی ادنیٰ خوف اور لحاظ کے صاف صاف کہتے ہیں: "اسما الاناسو متلکم یوحی انہی" (میں تمہاری طرح ایک انسان ہوں، فرق مجھ میں اور تم میں یہ ہے کہ میری خوف دہی دہی ہے) زندگی کا سلیقہ کسی نے اگر نہیں سیکھا ہے، اور سب کچھ سیکھ لیا ہے، وہ اگر فرد ہے تو خطرے میں ہے، اگر تو ہے تو خطرے میں ہے، اگر تمدن ہے تو خطرے میں ہے، اگر تہذیب ہے تو خطرے میں ہے، ملحق مرتزق ہے تو خطرے میں ہے، میں نے ایک سیدھی سادی کہانی کا (جو نبوت اور نبی کے مقام سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی) سہارا لیا ہے، آج بھی دنیا کا حال یہ ہے کہ ہمیں اپنی حقیقت کا علم نہیں، ہمیں معلوم نہیں کہ زندگی کیا ہے، کتنی وسیع کتنی عمیق کتنی بزرگ، کتنی لطیف ہے زندگی گزارنے کتنی بڑی دیردادی ہے، اس زندگی کے ور یا کو عبور کرنے کے لئے اور اپنی فطرت کو پار گزارنے کے لئے کن بنیادی حقیقتوں پر ایمان لانے اور ان پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے، ان کی

فطرت کر نے اور ان کو زندہ کرتے پہلے ایک دوسرے کے ساتھ ایسے تعاون کی ضرورت ہے؟
 آج ہمارے اس متمدن اور ترقی یافتہ دور کی سب سے بڑی پریشانی یہ ہے کہ اس کو زندہ کر بٹے کا
 فن معلوم نہیں بلکہ معلوم کرنے کی کوئی خواہش بھی اس کے اندر نہیں۔ پیغمبر خاص انسان کا ہے کہ
 مدنی نہیں ہوتے، وہ ادب اور شاعری کے خوب ادرش ہوتے، دوست بڑی زبانیں، ہوشیاری
 و دل کی حالت رکھنے کے مدنی نہیں ہوتے، وہ کہتے ہیں کہ زندگی نے دریا کو یہ سونے کا فن ہم
 سے سیکھا ہے، لہذا ہمیں اپنی زندگی کے مقصد کو پورا کرنا ہو، اگر ہمیں خالق کائنات کو سنی
 صورت پر سمجھنا، اس کا ہم حاصل کرنا، اس کو راضی کرنا اور اس کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنا تو
 ہم نے اس کے لئے جو ضروری نہیں خدا نے اس خدمت کے لئے مقرر کیا ہے، اس سے ہم نہ
 اس سے زیادہ، نہ اس میں دو کسی معذرت سے کام لیتے ہیں، نہ کسی غرض قلبی۔ یہ بالکل حقیقت
 پسندانہ اور محض انداز میں دہریہ کہتے ہیں کہ ہماری چیز کے مدنی نہیں، ہم تم سے یہ کہتے ہیں کہ زندگی
 گزارنے اور انسانوں کی طرح زندہ رہنے کا فن ہم سے شیعوں سے پہلے یہ معلوم ہو گیا، اس
 دنیا کو اس نے بنایا، اس لئے دنیا، تم کہاں سے آئے تھے نہیں چاہئے، ہم نے مانا کہ تم کو
 سب چھوڑنا ہے مگر اپنے پیدا کرنے والے اور مقصد زندگی سے غافل ہونا کلمات برائیوں
 اور تسخیر کائنات سے کیا حاصل؟ بقول و ہال۔

جس نے سورج کی شعاعوں کو ترقی دیا

زندگی کی شمشیر پہ سحر کرنا

دھونڈنے والے ستاروں کی گزر گاہوں کا

پے انکار کی دنیا میں سفر کرنا

ہم جانتے ہیں کہ ہم سورج کی شعاعوں کو ترقی دے سکتے، وہ چاند پر پہنچ سکتے، ہوائی جہازیں
 سے مدنی نکال کر لے سکتے ہو مگر سوال یہ ہے کہ ہم کو آرمیوں کی طرح اس میں نہ نہیں پڑنا چاہی
 ہے، یا کسی مغربی فلسفی نے ایک مشرقی دانشور سے بہت غور کیا، اسے کہا کہ آپ کو معلوم ہے
 ہماری مغربی تہذیب نے کیا کیا کمالات اکٹھے ہیں، ہم نے بلند، مادی، و تیز رفتاری کے
 کیسے کیسے رکھ رکھا، قائم کیے ہیں؟ مشرقی فلسفی نے جواب دیا کہ ہاں، ہمیں فضا کے آسمانی میں
 چیزوں کی طرح اڑنا آ گیا، اور ہمیں وہاں میں پھیلیوں کی طرح تیز آگیا، لیکن یہ بتاؤ کہ کیا

چونکہ آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ اس میں (یعنی کونسل) کا سب سے سرتاجہ بتایا یہ ہے اور اس میں
نکلتے نکلتے اعلان جاری ہیں۔ آپ اور اپنی کما جھوٹا کس طرح ان چیلر رہا ہے اس کی اور مزید مثبت Positive
and negative اثبات اور منفی حقائق میں اس طرح ایک دوسرے کے ساتھ مصالحت
اور تقابلی کے ساتھ کچھ کر رہی ہیں۔ ان میں اس وقت کچھ اور نہیں ہو گا ہے۔ یہ ہیں کسی وقت
باقی کے نہیں ہوتی۔ ان میں نہیں رہا جس کا نام وادی نہیں ہے۔ کوئی شکیب باز نہیں رہتا ہے۔
اسی حقیقت ہے کہ کچھ نہیں ہے یہ سنا یا یاد ہے اور یہ سنا یا یاد نہیں ہے اس کی اس کی حاصل ہے
کہ تجربہ کیا جیتے ہیں۔ اور یہ جو ہے میں۔ اور تم نہیں، فیصلے اور کس جانتے ہیں اس کے لئے میں ہے
نہیں، ماننے کا یہ اور اس کا کچھ اس طرح دیکھو دیکھو اس کی کہ نہیں اور دیکھو اس کی کہ نہیں اور دیکھو
نہیں اور دیکھو۔ یہ ہے اور یہ ہے۔

معدیہ ہے۔ اس لیے یہ بیت واسطہ و عنبر ٹھیک والا نہیں ہے اس لیے محمد بن حنفیہ آپ
قریبی لوگوں اور اپنے سے قریبی تھے۔ لیکن وہ لوگ اپنے اماموں کوئی ایک معترض کی اس راہ
اور محدوں میں جس میں المانع والذات کے لیے غلطوایہ ہوتے تھے، وقت کے مروجہ
آبادی چھٹی ہوئی اور اپنی اپنے مروجہ نہیں تھے اس لیے چوتھی آبادی کو کہ مکملی و دی میں اس سے
آئے پیچھے تھیں وہی تھی، اس لیے یہ جہاں امامہ یوں سے جس کے آپ واجد اثروت
کے منہم اور بھی مرقی سے مآ آٹھانے، ان کو اپنے ہی نہیں تھا کرتے تھے، ان کو اس لیے کہ یہ وہ
آپہ منہم امتحان تھا، جو اس سے بڑے بڑے باتوں میں بھی تھے کہ ملتا تھا اس خاص کرنا آسان نہیں
تھا لیکن یہ بھی ایمان کی بات تھی، اور اللہ کی تائید تھی کہ عند خانی نے آپ کو کچھ راستہ دیا، آپ
سنانی یہ راستہ پر چلے گئے آپ میں ہوتے۔ بھائی کی بی بی عاتات سے شرف یہ چلے گئے
تھے، آپ نے سنا خود یہ کہہ دیا کہ آج سے ۱۳۰۰ سال پہلے میں کی حالت دوسری تھی، ان کے
پچاس سال پہلے بھی وہ ہاتھ اور تھا وہ سنا، آپ چلے گئے، وہ آپ سے کہنے لگے کہ وہ لڑکھ
نیکی یا سنا خلائیہ لگے، بعد میں وہ اپنے اندر معافی کو ایک وقت لگاتے تھے، ان پہلے میں عرب نے
لوگوں کے لئے ایسا فائز تھا، اور اس کے لیے چھٹی تھی یہ ایک اور جگہ تھا، اس سے عرب کی
یہ دینی و روحانی تھی، اور اس لیے تھی کہ اس میں عرب کے لیے قیامت کا تھوڑا تھا، جو ان کا دین راست
کا، عقائد تھے، ایک شرع کو کہتے تھے کہ میرا مذہب جو ان دینا ہے کہ تمہارے کے نہیں ہے نہیں

[illegible]

نوٹشی کی عادت ختم ہو، یہ مسٹر ہوور (Hoover) کے زمانے کا واقعہ ہے، آپ تفصیلات دیکھ لیجئے کہ امریکہ نے تھنڈے ٹیک دیے اور آپ نے پورے دوسرے اس کے لئے استعمال کئے، لیکن شراب نوشی حد دنوں تک پہنچ گئی، یعنی جو لوگ صرف شراب نوش تھے، ان لوگوں نے شراب نوشی پر کمر کسای اور حکومت کو شکارتہ تسلیم کرنی پڑی، حکومت نے مات کھالی، لیکن شراب پینا لوگوں نے نہ چھوڑا، وقت کم ہے، اس لئے انحصار سے کام لیتا ہوں۔ مہذبہ دہلیت کی چند تھیں آپ کے سامنے مثال کے طور پر دکھتا ہوں، اس وقت دفتر نوٹشی کی رہ تھی، اور ایسی رہ تھی کہ اس کی میزیں مردوں کے مزاج میں عرووں کی تاریخ و عرووں کے معاشرے میں اتنی کثرت تھیں کہ تھوڑی سی کیا جا سکتا تھا کہ حرب بخت نوٹشی سے باز آ سکتے ہیں، نہیں چند برسوں میں ایسا انقلاب ہوا۔ جب رسول اللہ ﷺ سے کچھ عرصہ میں عمرہ افغانا کے لئے مکہ تشریف لے گئے، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیگم ماتہ سے روزی و روزی آئی اور بھائی بھائی بہن کر آپ سے لپٹ گئی، اس وقت صحابہ کرام میں یہ مقابلہ شروع ہو گیا کہ یہ بیگم پر دروغ کسے لئے جھڑوئی جائے، یعنی جو ماکیں بیبیوں سے اپنی گواہی دہی کر تیں تھیں اور جو بچہ تھی اور سندیں بیبیوں دھا کر لے جاتے تھے، مایسے واقعات ہیں کہ آپ شی تو آپ تڑپ جاتیں، حضرت علیؑ نے کہا کہ بیگم بھتیجی چاہتے میری بہن ہے، حضرت جعفرؑ نے کہا کہ بھت عطا ہو کہ میں بھتیجی ہوں اور اس کی خال میرے گھر میں ہے، حضرت زیدؑ نے کہا کہ میرا حق ہے کہ مسلمان ہونے کے رشتے سے ان دونوں سے تم نہیں، آپ نے حضرت جعفرؑ کے حوالے کیا کہ بیگم کی خال ان کے گھر میں ہے، ان کو وہاں زیادہ آرام ملے گا اسی طرح شراب جو حرب کی تھیں میں پڑی تھی، آپ اس کی مرمت کا اعلان ہوا تو ہونٹوں سے لگائے ہوئے جام بنائے، اسے شراب کے ظرف، اس طرح منہ حاد یہ تلے کہ دو مہینے کی دلیوں میں بہتی تھی۔

یہ تہ محمدی ﷺ کا اصل پیغام میں ہے، آپ کو نیک کام کے لئے مامور کیا گیا، آپ کے ساتھ اللہ کی تائید تھی، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ انقلاب عظیم، نیا میں رونما ہوا کہ اس کی مثال نہ اس سے پہلے کی تاریخ میں ملتی ہے، اور نہ اس وقت کی تاریخ میں ملتی ہے، آج لوگوں کو مطمئن کرنے کے ذرائع وافر مقدار میں، جو ہیں، انہیں ہم انسانوں کو مطمئن نہیں کر سکتے، معاشرے میں کوئی بڑی تہد علی نہیں لاسکتے۔

جہاں ہم عام انسانی جذبات کا تعلق ہے، علوم کا تعلق ہے، قربانی کا تعلق ہے، انسانی
مثالی دور تک نہیں ملیں گی، مگر ان کو کوئی ایسی بڑی کامیابی حاصل نہیں ہوئی، اور اب بھی ہے،
وہی طبقاتی تفریق ہے، وہی انسانی آبرو و عزت کی بے قیمتی ہے، وہی انسان انسان کا بھاری
ہے، وہی انسان انسان کا شکاری ہے، وہی "دست کی حد سے بڑھ کر ہوئی محبت ہے، وہی چھوٹ،
چھوٹ ہے، وہی شراب نوشی کا جنون ہے، اور بڑا دل آویز کی جانیں زبردستی شراب میں
جہاں ہیں۔

میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ بنیادی کئے، تحریک کا مطالعہ کریں، اور پھر
بندوبست میں اردو کا جو لڑچ تیار ہو گیا ہے، اس کا بغور مطالعہ کریں، اور اس مجلس سے اس کی
ادنی سے ادنی تحریک پیدا ہو جاتی ہے تو یہ مجلس اور یہ اجتماع اس مبارک موقع کے لئے کیا گیا
پورے طور پر موصول ہو۔

وما التوفیق الا من عند اللہ

نامہ دارالاسلام دہلی

خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم

الحمد لله رب العالمين وصلى الله على محمد وآله الطيبين الطاهرين

میں یہ اس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جماعت ایسے نبی اور ان کے صحابہ کرام میں سے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے
مشترک توحید کے لیے ان کے لیے بھیجے تھے۔ ان کے اقوال و افعال میں

توحید و توحید، توحید و توحید، توحید و توحید
ہو رہا ہے۔ ان کے لیے توحید و توحید
ان کی امیدیں توحید و توحید کے مقاصد ہیں
ان کے لیے توحید و توحید کے لیے توحید
توحید و توحید کے لیے توحید و توحید
توحید و توحید کے لیے توحید و توحید
ان کے لیے توحید و توحید کے لیے توحید
توحید و توحید کے لیے توحید و توحید
توحید و توحید کے لیے توحید و توحید
توحید و توحید کے لیے توحید و توحید

اب ہم اس کے بارے میں کچھ باتیں کیا کریں گے۔ یہ باتیں توحید کے لیے ہیں۔
جو کہ یہ توحید و توحید کے لیے توحید و توحید ہے۔

سیدنا علی مرتضیٰ اور صحابہ کرام

ان کے بارے میں کچھ باتیں کیا کریں گے۔ یہ باتیں توحید کے لیے ہیں۔

کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کے بارے میں (جن کی ذات بعض مکاتب خیال اور فتوے سے یہاں موضوع بحث بن گئی ہے) ان کی شہادت شہادت یمنی کے مصداق اور ان کا بیان ماہل بیت کرام کی صداقت اور بلاغت و فصاحت علوی کا مظہر ہے، یہ ملحوظ رہے کہ یہ بیان اپنے ان رہنما کے متعلق ہے جو ان کی زندگی میں سفر آخرت اختیار کر چکے ہیں اور اس وقت دنیا میں موجود نہیں ہیں۔ یہ بیان صرف چار صحابہ اللہم صحابہ اور رہنما۔ (سلمان فارسیؓ، ابوذر غفاریؓ، مقداد بن الاسودؓ، عمار بن یاسرؓ) کے متعلق نہیں ہو سکتا، جن میں سے متعدد ان کی زندگی میں موجود اور ان کے ہم رکاب ہیں۔ (۱) یہ اقتباسات آپ کے خطبات اور رسائل و فرامین کے (حضرات شیعہ کے نزدیک) معتبر اور متعلق علیہ کموس "نیج البلاغہ" سے ماخوذ ہے جو شہرہ آفاق باغی شیعی ادیب و شاعر "الشریف الرضی" (۳۵۹-۴۰۴ھ) کا جمع کیا ہوا ہے۔ جو اپنے عہد سے لے کر اس عہد تک مستند، متداول اور حبرک ہے اور جس کی شرح مشہور شیعہ عالم و مکالم ابن ابی الحدید (۵۸۲-۶۵۵ھ) نے بڑے شرح و بسط کے ساتھ لکھی ہے، خطرات و بلاغت کے اس شکوہ اور کمال کی بناء پر جو حضرت امیر المومنین کا حصہ ہے اور قارئین کو ہر طرح کے شک و شبہ سے دور رکھنے کے لئے ہم ایک طرف اصل عبارت نقل کرتے ہیں، دوسری طرف اس کا ترجمہ دیتے ہیں۔ امیر المومنین فرماتے ہیں:

لقد رأيت أصحاب محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم فعلمت احدى
يشبههم منكم لقد كانوا يصحون شعثاً غبراً وقد باتوا سجداً وقياماً، يراو حون بين
جعلهم وخلو دهم، ويقفون على مثل الجمر من ذكر معادهم كان بين اعينهم
ركب المعرى من هول سجدتهم اذا ذكر الله جعلت اعينهم حتى تبلى جلودهم
وما نوا كما يعيد الشجر يوم الربيع المعاصف، خرفاً من العقاب ورجاءاً للثواب

میں نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی ایسی شان دیکھی ہے کہ میں تم میں سے کسی کو ان کا
مشابہ نہیں، وہ صبح اس حال میں نظر آتے تھے کہ ان کے بال کھمرے ہوئے غبار آلود ہیں۔
رات انہوں نے مسجد اور قیام میں گزاری ہوئی۔ کبھی اپنی پیشانیوں پر جھکے ہوتے تھے، کبھی

(۱) حضرت عمار بن یاسرؓ نے خلافت رضوی میں ۳۷ھ میں اور سلمان فارسیؓ نے ۳۶ھ میں وفات پائی۔ حضرت
علیؓ کی شہادت ۴۰ھ کا واقعہ ہے۔

اپنے رخساروں پر قیامت کی یاد سے ایسے بے چین نظر آتے تھے، جیسے انکاروں پر کھڑے ہوں۔ ان کی پیشانی (کثرت و طولِ جود سے ایسی سخت و خشک معلوم ہوتی تھی جیسے بکری کی ٹانگ، اللہ کا نام لیا جا تا تو ان کی آنکھیں ایسی اٹکبار ہو جاتیں) کہ ان کی گریبان اور دامن تر ہو جاتے اور وہ اس طرح لرزتے ہوئے نظر آتے جیسے تیز آمدی کے وقت درخت سزائے خوف اور ثواب کی امید میں۔

دوسرے خطبہ میں فرماتے ہیں:

ایس انقوم السفین دعوا الی الاسلام فقبلوه وقرار القرآن فاحکموا
وہجوا الو قتال فو لہوا ولہ المقام الی اولادہا وسلموہم الیوسف اعمادہا، وخذوا
بأطراف الارض وسموا زحفا وصدأ و صفا بعض ہلک و بعض بقاء لا یسررون
بالاحباء ولا یعززون بالمعونی مرہ العیون عن البکاء نعمی البطون من الصائم، ذیل
الشفاء من الدعاء صموا الاموالہ من المہر علی وجوہہم غیرۃ الخاشعین

وہ لوگ کہیں ہیں جن کو اسلام کی دعوت دی گئی تو انہوں نے اس کو قبول کیا۔ قرآن پڑھا تو اس پر اچھی طرح سے عمل کیا۔ جہاد کے لئے لڑنے کو جوش دایا گیا تو اس طرح اس کی طرف بڑھے جیسے لڑنے والے اپنے بچوں کی طرف دوڑ کر جاتی ہیں۔ انہوں نے نکواریں بے نیام کر لیں۔ اور اطراف زمین میں گروہ درگروہ ہو کر پروانہ وار بڑھے۔ کوئی شہید ہو گیا، کوئی بچا۔ ان کو اپنے ساتھیوں کی زندہ گیوں کی مہار کبادی جاسکتی ہے، (اس لئے کہ وہ شہادت کو نعمت سمجھتے ہیں) کمزور تیرے رخصت ہونے والے ساتھیوں پر ات سے تعزیت کی جاسکتی ہے (کیونکہ وہ ات پر رشک کرتے ہیں اور ان کو کامیاب سمجھتے ہیں) ان کی آنکھیں غم پر گریہ سے سفید ہو گئیں۔ ان کے پیٹ روزوں کی وجہ سے پیٹھ سے لگے ہوئے ہیں، ان کے ہونٹ دعا سے خشک ہو رہے ہیں بلان کے رنگ بے خرابی و شب بیداری سے زرد ہیں۔ ان کے چہروں پر املِ خشیت کی لہری ہے۔

اولئک استخوان الزاعبون! الحق لنا ان نطعمہ الیہم، وبعض الایدی علی ہر القہم۔
یہ میرے وہ بھائی ہیں جو دنیا سے چلے گئے۔ ہم کو حق ہے کہ ہم میں ان سے ملنے کی نیاس پیدا ہوا، ہم ان کی جدائی پر اچھے ملیں۔

صحابہ کرامؓ و شیخینؒ کے بارے میں غیر مسلم فضلاء اور مستند مغربی مورخین کی شہادتیں:

اس مبارک آغاز کے بعد ہر چند غیر مسلم فضلاء اور مستند مورخوں کی شہادتیں نقل کرتے ہیں مغربی ذہن کا خالق اپنی کتاب ”سین الاسلام“ میں لکھتا ہے:

”یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی اخلاقی ورثت کے بے نہایت مستقبل میں اسلام کے مبلغ اور محمد (ﷺ) نے خدا کو سید و لوگوں تک جو تعلیمات پہنچائی تھیں اس کے امین تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی مسلسل قربت اور ان سے محبت نے ان لوگوں کو گھر و جذبات کے ایک ایسے عالم میں پہنچا دیا تھا جس سے اعلیٰ اور متدن۔ حوالہ کسی نے دیکھا نہیں تھا۔

در حقیقت ان لوگوں میں ہر لحاظ سے بہترین تھے ہوا تھا اور بعد میں انہوں نے جنت کے مواقع پر مشکل ترین حالات میں اس بات کی شہادت پیش کی کہ محمد (ﷺ) کے اصول و افکار کی حتم دہریٰ زو فی زمین میں کی گئی تھی جس سے بہترین صلاحیتوں کے انسان وجود میں آئے۔ یہ لوگ مقدس مہجد کے امین اور اس کے اخذ تھے اور رسول اللہ ﷺ سے جو لڑنا یا حکم نہیں پہنچا تھا اس کے زبردست محافظ تھے۔

یہ تھے اسلام کے کامل احقر اور پیشرو جنہوں نے سسہ و ساسکی کے ولین فقہاء، علماء اور محدثین کو جنم دیا۔

مشہور فرانسیسی مصنف ڈاکٹر لیپان اپنی شہرہ آفاق کتاب ”مدنِ حرب“ میں لکھتا ہے:

”غرض یہ کہ اس نئے دین کو بہتر سے مواقع درپیش تھے اور بے شک وہ انتخاب تھی عین کی خوش تہ گیری تھی جس نے انہیں ان مواقع پر کامیاب کیا، انہوں نے خلافت کے لئے ایسی ہی شخص کا انتخاب کیا جن کی ساری غرض و شہادت دین محمدی تھی۔ (۱)

مشہور فکریہ مصنف محمد خاں راشدین کے متعلق اپنی کتاب ”زوال و سقوطِ روما“ میں لکھتا ہے:

(۱) مدنِ حرب صفحہ ۱۷۴، ترجمہ محمد احمد، ڈاکٹر سید بل بل، ای۔ بی۔ آئی۔

”پہلے چار خلفاء کے اطوار صاف اور ضرب المثل تھے، ان کی سرکشی، دلزدگی، اخلاص کے ساتھ تھی اور ثروت و اختیار پر کبھی انہوں نے اپنی عمریں اور الٰہی فرائض اخلاقی اور مذہبی میں صرف نہیں کیے۔ (۱)“

اکثر علما اپنی مشہور کتاب ”مختصر تاریخ عرب“ میں لکھتا ہے
 ”ابو بکرؓ نہ بن کو مصلوب کرنے والے اور جریرۃ العرب کو اسلام کے مجنوں کے نیچے متحد کرنے والی ایک سیدھی سادی زندگی گزارتے تھے جو محانت و وقار سے بھری ہوئی تھی۔ وہ اپنی خلافت کی مختصر مدت کے پہلے چھ مہینے میں روزانہ اپنی قیام گاہ ’س‘ سے یہاں وہ اپنے مختصر خاندان کے ساتھ ایک معمولی سے مکان میں رہتے تھے صبح اپنے دار حکومت مدینہ کی طرف آتے تھے۔ وہ حکومت سے کوئی تھوکانہ نہیں لیتے تھے اس لئے کہ اس وقت حکومت کی کوئی آمدنی نہیں تھی جو قابل ذکر ہو۔ وہ حکومت کے تمام کام مسجد نبویؐ کے چھلچھلے گھن میں بیٹھ کر انجام دیتے تھے۔“

ان کے باصلاحیت ہائشیں عمر (۶۳۳-۶۳۴ء) سادہ زندگی بسر کرنے والے اور بہت انعام تھے۔ دماز قد مضبوط جسم و سر کے بال گر جاتے تھے۔ غلیظہ ہونے کے بعد کچھ عرصہ تجربات ان کا ذریعہ معاش تھی اور بالکل بدوسہ واروں کی طرف ان کی زندگی شان و شوکت اور لڑائی کے مظلوم ہونے سے دور تھی۔ ان کا بے داغ کردار ان کے ہائشیں کے لئے ایک مثال تھا، بتلایا جاتا ہے کہ ان کے پاس صرف ایک قمیص اور ایک لباس تھا جس میں پوند لگے ہوئے تھے۔ مہجور کی چھال بھرے ہوئے بستر پر سوتے تھے اور انہیں رین کی پاسداری، انصاف اور حکومت کو اسلام اور عربوں کے سے محفوظ رکھنے کے علاوہ اور کسی بات کی فکر نہیں تھی۔ (۲)“

مرید میرزا اپنی مشہور کتاب ”تاریخ خلافت اہل بیت“ میں لکھتا ہے:
 ”ابوبکرؓ کے دربار کی سادگی کا وہی عالم تھا جو محمدؐ کی زندگی میں تھا۔ نہ خدام تھے اور نہ حروفہ اور نہ حکومت کی شان و شوکت ظاہر کرنے والی کوئی اور شے۔ ابو بکرؓ محنت کے عادی تھے اور ایسے بہت سے واقعات ملتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ معاملات کی جزئیات پر بھی غور

(۱) تہذیب عرب صفحہ ۸۵-۸۶، جلد نمبر ۵ مطبوعہ لندن ۱۹۱۱ء

(۲) نری آف دلی پریس لندن ۱۹۵۴ء صفحہ ۷۶

”خلفاء راشدین کے زمانے میں مسلمانوں کی جو سیاسی حالت تھی، اگر اس کا جائزہ لیا جائے تو جو مسخر آنگھوں کے سامنے آتا ہے وہ ایک عوامی حکومت کا ہے جس کا سربراہ ایک منتخب شدہ امیر تھا جو محدود اختیار کا مالک تھا، رئیس مملکت کے خصوصی اختیارات نظامی، انتہائی امور کے ورنہ کے اندر مخصوص تھے، قانون سب کے لئے ایک تھا، امیر کے لئے بھی اور غریب کے لئے بھی، صاحب اقتدار کے لئے بھی اور کمیت پر محنت و مشقت کرنے والے کے لئے بھی۔ (۱)“

آگے لکھتے ہیں:

”خلفائے راشدین نے جس سخت گیری سے اپنے آپ کو عوام کی، بیہودہ کے لئے وقت کر رکھا تھا اور جس انتہائی سادگی سے وہ زندگی بسر کرتے تھے وہ ہادی اسام کی مثال کی پوری پوری تقلید تھی۔ انہوں نے خدم و حشم اور ظاہری شان و شوکت کے بغیر محض اپنے حسن کردار اور سیرت کی مدد سے لوگوں کے دلوں پر حکومت کی۔ (۲)“

جہاں تک چار شخصیں (غنیہ اور حضرت ابو بکر صدیق اور علیہ دوم حضرت عمرؓ) کا تعلق ہے، سید امیر بھی نے ان کے زہد اور طرہ زندگی، ان کی معدلت شعاری اور ان کی خدمات اور اسانات کا پوری فراخ دلی اور زور قلم کے ساتھ اعتراف کیا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں:

”عربوں میں کسی قبیلہ کی سرداری اور سربراہی موروثی نہیں ہوتی۔ اس کا انتخاب ہوتا ہے۔ عمومی حق رائے زندگی کے اصول پر شہرت سے عمل کیا جاتا ہے۔ قبیلہ کے تمام افراد کی سردار کے انتخاب میں آواز ہوتی ہے۔ انتخاب متوفی کے ہمسائے کی کے افراد پرینہ میں سن و سال، بزرگی و قدم کے اصول پر ہوتا ہے۔“

اس قدیم قانون و روایت کی بغیر صاحب کے چار شخصیں کے انتخاب میں بھی پابندی کی گئی، چونکہ اس کی نزاکت کسی تاریخ کی اجازت نہیں دیتی تھی، اس لئے ابو بکرؓ جو چنی عمر اور اس حیثیت پر تہنیک بنامہ پر جو ان کو کنگہ میں حاصل تھا اور وہ عربوں کے صاحب و قندازہ میں بڑا

(۱) مفتوحہ زور و اسلام، ص ۲۰۰ "Spirit of Islam" مطبوعہ دار الفکر، لاہور صفحہ ۲۲۰-۲۲۱

(۲) مفتوحہ زور و اسلام، ص ۲۰۰

مرتبہ رکھتے تھے بغیر کسی تاخیر کے خلیفہ یا پیغمبر کے چار شخص منتخب ہوئے۔

ابوبکرؓ اپنی دانشمندی اور اعتدال کی وجہ سے امتیاز خاص کے مالک تھے۔ ان کے انتخاب کو حضرت علیؑ کو اور خاندان نبوتؑ نے اپنی روایتی نعوس اور اسلام کے ساتھ وفاداری و رولی و بشکی کی بنا پر تسلیم کیا۔^(۱)

آجے چلی کر حضرت عمرؓ کے متعلق لکھتے ہیں۔

”حضرت ابوبکرؓ کو مختصر دور خلافت و ریاستانی قہیلوں میں امن و امان کرنے میں صرف ہو گیا۔ انہیں صوبوں کی باقاعدہ تنظیم کی مہلت نہ ملی، لیکن جب حضرت عمرؓ جو مجمع ہنوں میں ایک عظیم انسان تھے مسند خلافت پر بیٹھے تو اس وقت محکوم قوموں کی لڑائی و جہاد میں وفاق کوششوں کا وہ سلسلہ شروع ہوا جو ابتدائی مسلم حکومتوں کا امر و امتیاز ہے۔“^(۲)

حضرت عمرؓ کے متعلق انہما خیال کرتے ہوئے دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

”حضرت عمرؓ کی جانشینی اسلام کے لئے بڑی قدر قیمت کی حامل تھی۔ وہ اخلاقی طور پر ایک مضبوط طبیعت و سیرت کے دکن، انصاف کے بارے میں بڑے اصولی اور حساس، بڑی قوت میں و سیرت کی چٹختی کے آدمی تھے۔“^(۳)

حضرت عمرؓ کی وفات اسلام کے لئے ایک بڑا سانحہ اور خسران تھا۔ سخت نہیں منصف، دور بین، اپنی قوم کی سیرت و مزاج کا بڑا جامع تجربہ رکھنے والے، ایک ایسی قیادت کے لئے بڑے موزاں تھے جو بے آگہی کی تو گرتھی۔ اپنے مضبوط ہاتھ میں تازیانہ رکھتے ہوئے خانہ بدوش قبائل اور ان نیم وحشی نوگوں کے رجحانات کو انہوں نے قابو میں رکھا اور ان کو اس وقت اخلاقی کمزورت سے ہمالیا پر ترقی پسند شیروں کے عیش و عشرت اور وسائل روانہ سے مفتوحہ ملکوں کی ویرت سے ان کا سابقہ پڑ رہا تھا۔ وہ اپنی رعیت کے دینی سے اولی آدمی کے دسترس میں تھے۔ رات میں دھوکوں کی حالت معلوم کرنے کے لئے بغیر کسی محاذ یا محاسب کے گشت کرتے۔ یہ اس شخص کی حالت تھی جو اپنے عہد کا سب سے طاقتور حکمران تھا۔^(۴)

(۱) A Short History of the Saracens P-21 (۲) A Short History of the Saracens P-27 (۳) A Short History of the Saracens P-43 (۴)

نے ساحلی علاقوں تک ان کے قدم نہ پہنچے۔ (۱) ان کے مہم خلافت میں تہذیب و تمدن، صنعت و حرفت، تجارت و علوم و فنون کو بھی ترقی نہ دی۔ (۲) اسلحہ و ثروت اور قاروں و بحریوں کا دور دورہ ہوا۔

ان کی قیادت میں خدمت مسجد احمدی کی توسیع ہے جو ۲۶ھ میں کی گئی۔ ۲۹ھ میں انہوں نے مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر و توسیع کرائی، عربی فتوحات کے سلسلہ میں بھی قصور و ریہنہ و علاقوں میں مسجد میں تعمیر کی باتیں اور چوٹی سلسلہ مزید وسیع کی جائیں۔ ان کا سب سے بڑا عظیم کام ان کا نام علم اسلام کو ایک صحیفہ اور ایک ہی قرأت پر جمع کرنا تھا۔ قرآن مجید کو کھسکا کر تمام ملک اسلامیہ میں شائع کرنا اور ایک ہی قرأت پر ہمارے ممالک اسلامیہ کو متحد کر دینا خلافت عظمیٰ کا مستحق و شان واقع ہے۔ (۳)

حضرت علی مرتضیٰ:

جہاں تک خلیفہ چہارم سیدنا علی مرتضیٰ کریم اللہ وجہ کی ذات نرانی کا تعلق ہے، ان کے بارے میں مولے و مورخ کے کسی کو کوئی اختلاف نہیں۔ ہم یہاں ان کے ایک رفیق و رفیق شہزادہ حضرت جابر کا ایک بیان پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں جس میں نبیوں نے خلافت پر ملامت کی قربانیاں و احرار پر ایسے المومنین کے بارے میں اپنی مملکت و اثرات و تاثرات پیش کئے اور اقطار میں تصویب شدہ کی، اس سے یہ بھی اندازہ ہوگا کہ خلافت و حکومت میں بھی اس قدر بنائے کی کیر حاسن تھی جو دور کا و نبوت اور حد و ایمانی بقراونی ہے تو جو کراہی تھی۔

”ان کو دنیا اور اس کی بہار اور دولتیں، دولتیں ہوتی تھیں اور دولت و دولتیں ہی ہمارے کی میں دل بہلتا تھا، انھیں پرانے رہ کر تھیں، ایک لمحہ غلہ اور دھن میں رہ کر تھے۔ اہاں

(۱) ان وسیع و عظیم فتوحات کے نتیجہ میں اس وسیع دنیا میں اسلام کی اثرات و نفوذ نے قلب و قوموں کے قلوب و اندام اسلام میں داخل ہو گئے اور ان کی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے اور ان میں ان کی تباہی و تباہی

(۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰)

”جہاں تک خلیفہ چہارم سیدنا علی مرتضیٰ کریم اللہ وجہ کی ذات نرانی کا تعلق ہے، ان کے بارے میں مولے و مورخ کے کسی کو کوئی اختلاف نہیں۔ ہم یہاں ان کے ایک رفیق و رفیق شہزادہ حضرت جابر کا ایک بیان پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں جس میں نبیوں نے خلافت پر ملامت کی قربانیاں و احرار پر ایسے المومنین کے بارے میں اپنی مملکت و اثرات و تاثرات پیش کئے اور اقطار میں تصویب شدہ کی، اس سے یہ بھی اندازہ ہوگا کہ خلافت و حکومت میں بھی اس قدر بنائے کی کیر حاسن تھی جو دور کا و نبوت اور حد و ایمانی بقراونی ہے تو جو کراہی تھی۔

کھلاست سے دیر بھر غار پایا تھا۔ لیکن انہوں نے قسمت ہی پاک اور اس وقت سفید دھبہ وہ
 سن رسیدہ بچے تھے اور دین اور انصاف ان کی نظر میں حکومت سے زیادہ اہمیت حاصل
 کر چکا تھا۔ منہ کی تنہائی، سادہ زندگی، ان کی طبیعت عالیہ میں چکی تھی کہ وہ بزمین سے
 پادشاہوں کی شان و شوکت کے لئے جڑیں نہ نکال سکے۔

اور یہ کہ ان میں سے کسی نے غصہ کرنے یا خود اپنے بیٹے یا قریب ترین فرد کا حال
 تو اپنا جائز نہیں بنایا بلکہ ہر قسم کے سببوں نے ان کو خواہش کی آمد واری سے الگ رہنے کی
 بدیت اور مسرتوں کو ان کو مقرب نہ کرنے کی وسعت کی، جس کی بنا پر انہوں نے انصاف و
 رخصتوں نہیں کیا۔ ان میں سے ہر شخص نے اپنے اپنے رواج سے اور کچھوں کو اس سے باخبر
 کے ساتھ ہی مقرب نہیں کیا۔ اور نہ ہی وہ سنا کہ وہ سنا یا انصاف کے لئے بہ غرض یہ کہ اس
 تھے وہ ان کے غلامت کی آمد واری تھا کہ ان کے لئے الٹی کی نظر، دین کی اشاعت و
 استحکام اور فتنوں اور خطرات کے دور سے بچانے کے لئے۔ آپجہ کہ یہ بڑے (میں) کہ بعض
 رکاب کا نہیں (میں سے) کہ انہوں نے غلامت اپنے ذاتی خواہش، باطنی اور قہر پروری
 کے لئے قبول کی تھی تو کیا کہ یہ غلامت تھے اپنے اپنی طاقت کو اب کرنا کہ وہ بات سے
 نتیجہ نہیں پاتا اور یہی وہی روش آدمی کا نہیں ہے کہ وہ کوئی غلام ہو اور وہ ان کے
 متوافق ہے۔

حضرت ابو بکر کا زبرد و ایثار اور احمقیاں۔

ہم اس موقع پر ایک مثال حضرت ابو بکر کی سیرت کی اور ایک حضرت عزائے واعدی
 کے یہ واقعات لکھیں گے۔ جس سے بعد میں ہمیں ان کے عقائد ہمیر کے سب سے مطلوب نہیں
 رہے۔ وہ خود ہی فیصلہ کر سکتے ہیں۔

بعد صدیق کا ۱۰۰۸ حج گھڑا ہے

”ایک روز حضرت ابو بکر صدیقؓ نے یمنی نے شیرینی کی قربان کی۔ جواب دیا کہ۔
 پس کچھ نہیں۔ انہوں نے کہا کہ اپنا تہ تو میں خرچ دواں ہوں۔ سے کچھ دارم چاہا سنا
 کروں۔ فرمایا جمع کرو۔ کچھ روز میں چند پیسے جمع ہوں تو منہ سے ابو بکر کو اپنے گھر شیرینی

۱۱۔۔ پیسے لے کر کہا۔ معلوم ہوا کہ یہ غریب ضرورت سے زیادہ ہیں۔ لہذا بیت المال کا حق ہے۔ چنانچہ وہ پیسے خزانہ میں جمع کر دینے اور یہی قدر اپنا وظیفہ کم کر دیا۔“ (۱)

حضرت حسنؓ راوی ہیں کہ ”حضرت ابو بکرؓ کا آخری وقت ہوا تو فرمایا: ”عائشہؓ وہ اونٹنی جس کا ہم دو سو روپے پیتے تھے اور وہ لگن جس میں ہم کھانا کھاتے تھے، اور وہ چادر جو ہم استعمال کرتے تھے، یہ اس وقت کی بات ہے جب ہم مسلمانوں کا کام کرتے تھے۔ جب میرا انتقال ہو جائے تو ان سب کو عمرؓ کے پاس پہنچا دینا۔ جب حضرت ابو بکرؓ کا انتقال ہوا تو انہوں نے وہ چیزیں حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ابو بکرؓ تم پر خدا کی رحمت ہو۔ تم نے اپنے بعد والے پر بڑا بوجھ ڈال دیا۔“ (۲) یہ بھی آتا ہے کہ جب آخر وقت ہوا تو فرمایا کہ ”میری فلاں زمین اس رقم کے معاوضہ میں بیت المال کی طرف منتقل کر دی جائے جو میں اپنی خلافت میں بیت المال سے وصول کر چکا ہوں۔“ (۳) ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ ”میرے مال میں سے آٹھ ہزار درہم لے کر بیت المال میں داخل کر دینا۔ اس لئے کہ اسی قدر مجھ پر صرف ہوئے تھے۔“

انتقال کے وقت فرمایا کہ ”یہ دونوں کپڑے جو میرے جسم پر ہیں ان کو موٹو لٹا اور یہی میں مجھے کنھن دینا، منے کپڑے کی سرنے والے کے مقابلہ میں زندہ رہنے والے کو زیادہ ضرورت ہے۔“ (۴)

حضرت عمرؓ کا سرکاری دو سو روپے اور سفر شام:

اب دوسری مثال حضرت عمرؓ کی پیش کی جاتی ہے۔ آپؐ نے بہت سی مملکتوں کے بادشاہوں اور بہت سی جمہوریتوں کے سربراہوں کے سرکاری دوروں کی روداد لے لی ہوگی اور ان کے شہانہ ترک و انتظام اور کثرت و کثافت کا مشاہدہ کیا ہوگا۔ چھٹی صدی مسیحی کے سب سے بڑے طاقتور فرمانروا حضرت عمرؓ کا سرکاری دورہ (سفر شام) کی روداد مؤرخ کی زبان سے سنئے۔

(۱) کامل ابن عیینہ (مطبوعہ ۱۳۰۷ھ) (۱/۲۵۷-۲۵۸)

(۲) تاریخ الخلفاء صفحہ ۷۸، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۹۵۲ء

(۳) ابن اسحاق ۸۴

(۴) صحائف جلد ۲ صفحہ ۱۳۷

مولانا علیؑ اپنی شہرہ آفاق تصنیف ”الغاروق“ میں ۱۶ھ کے سفر بیت المقدس کا حال بیان کرتے ہوئے مستند عربی تاریخوں کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

”ناظرین کو انتظار ہوگا کہ فاروق اعظمؓ کا سفر اور سفر بھی وہ جس سے دشمنوں پر اسلامی جلال کا عرب بھٹاتا مقصود تھا کس سر و سامان سے ہوگا؟ لیکن یہاں مختصر و نبوت و خدم و حشم دل و شکر ایک طرف، معمولی ذریعہ اور خیرہ تک نہ تھا۔ سواری میں گھوڑا تھا اور چند مہاجرین و انصار ساتھ تھے۔ تاہم جہاں آیا واز پختی تھی کہ فاروق اعظمؓ نے مدینہ سے شام کا ارادہ کیا ہے مدینہ دہل جاتی تھی۔

جاہلیہ میں دریک قیامہ پا اور بیت المقدس کا۔ عابدہ بھی نہیں لکھا گیا۔ مجاہدہ کی تکمیل کے بعد حضرت عمرؓ نے بیت المقدس کا ارادہ کیا۔ گھوڑا جو سواری میں تھا اس کے سم گھس کر تمام ہو گئے تھے اور رک رک کر قدم رکھتا تھا۔ حضرت عمرؓ کچھ کرا رہے تھے۔ لوگوں نے ترکی نسل کا ایک عمدہ گھوڑا حاضر کیا۔ گھوڑا شوخ اور چالاک تھا۔ حضرت عمرؓ سوار ہوئے تو ابلیل کرنے لگا۔ فرمایا کم بخت! یہ غرور کی چال تو نے کہاں سے سیکھی؟ یہ کبر کرا رہے اور پیادہ پا چلے۔ بیت المقدس قریب آیا تو حضرت ابوعبیدہ اور سر داران فوج استقبال کو آئے۔ حضرت عمرؓ کا لباس اور سر و سامان جس معمولی حیثیت کا تھا اس کو دیکھ کر مسلمانوں کو شرم آتی تھی کہ یہ سائل اپنے دل میں کیا کہیں گے۔ چنانچہ لوگوں نے ترکی گھوڑا اور عمدہ قیمتی پوشاک حاضر کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ خدا نے ہم کو جو عزت دی ہے وہ اسلام کی عزت ہے اور ہمارے لئے سیکھا بس ہے۔“

دوسرے سفر شام ۱۸ھ کا حال بھی سن لیجئے:

”حضرت عمرؓ نے شام کا قصد کیا۔ حضرت علیؑ کو مدینہ کی حکومت دی اور خود اپنے کو روانہ ہوئے۔ یہاں ان کا غلام اور بہت سے صحابہ ساتھ تھے۔ ایلہ کے قریب پہنچے تو کسی مصلحت سے اپنی سواری غلام کو دی اور خود اس کے اونٹ پر سوار ہوئے۔ رات میں جولوگ دیکھتے تھے، اپنا چہرہ تھے کہ امیر المؤمنین کہاں ہیں؟ فرماتے تھے ہمارے آگے۔ اسی حیثیت سے ایلائے۔ یہاں دعائیک روز قیام کیا، گزری کا گرجہ جو زیب تن تھا، اکبادہ کی رگڑ کھا کر پیچھے سے پھٹ گیا تھا، مرست کے لئے ایلہ کے پادری کے حوالہ کیا۔ اس نے خواہنے ہاتھ سے پوندنگائے اور اس کے ساتھ ایک نیا تیار

سید حسین نصرانی کی شہادت

مغربی زبانوں میں اسلامیات پر متعدد کتابوں کے مصنف اور ممتاز دانشور سید حسین نصر جو ایرانی المصل شیعہ اور سندھ علی متاثر تھے ہیں، خلفائے راشدین اور صحابہ کرامؓ کے علوم اور خدمات اسلام کا اعلیٰ مرتبہ ہوئے تھے ہیں۔

اسلامی تاریخ کے اس عظیم الکمال اور نے جہاد و مظلوم (جنہیں مظلومی خلفائے راشدین کے نام یاد کرتے ہیں) اور یہ تھے خلیفہ حضرت علیؓ (جنہیں شیعہ پہچاننا چاہتے ہیں) کا نام دیتے ہیں۔ اس زمانے میں قرآنی تعلیمات اور انور رسولؐ کے فرائض و فرائض سے متعلق نہیں سمجھا گیا جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں پیش آنے والے تھے بلکہ حضرت کے ماتحتیوں میں عرب اسلام کی بشاعت سے پیش آنے والے تھے انہی مسائل پر بھی گفتگو کیا گیا۔ بارگاہی خصوصیت کے کچھ حصوں پر اسلامی فقہ اور مابعدی خصوصیت کے (جہاد کے باعث) بہت سے مسائل سامنے آئے جنہیں حل کرنے کے لئے پہلے سے مندرجہ سولوں کے کام میں آیا۔ میں لوگوں نے یہ کام انہی نامیاد و اصحاب زماں جو تھے اور جن کا مقصد نبوی مقامات کے رہائے اسلام کی خدمت تھی۔ (۱)

سید علی مرتضیٰ نے خلافت راشدہ پر انھیں شیعوں کو اپنا پورا عقائد دیا بہت بڑا کام تھا۔ ان کے سبب مشورے اور عقیدہ اور قیمتی ثابت ہوئے۔ ان حضرات نے بھی آپ کے مہم فہم اور احسانت رائے کا سہارا نہ لے کر ان کے اعلیٰ وقت کیا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کی وفات اور حضرت عمرؓ کی شہادت پر آپ نے اپنے بیانات و احکامات کا جس طرح اظہار کیا ہے اس سے ان محضات اعدائے کافراں کا پر اظہار ہوتا ہے۔ یہ دونوں خطبہ حسن میں ان کا محبوب بیان ان کی زبان اور ان کے ادبی و بلاغی خصوصیات پوری طرح نمایاں ہیں۔ کتب تاریخ میں دیکھ جاسکتے ہیں۔ یہاں حواشی سے خوف سے ان کا نقل نہیں کیا جا سکتا۔ (۲)

(۱) سید حسین نصر، نیکو مذاہب، راجہ پبلشرز، لاہور، ۱۹۷۱ء، صفحہ ۱۰۹۔

(۲) (۱) سید حسین نصر، نیکو مذاہب، راجہ پبلشرز، لاہور، ۱۹۷۱ء، صفحہ ۱۰۹۔ (۲) سید حسین نصر، نیکو مذاہب، راجہ پبلشرز، لاہور، ۱۹۷۱ء، صفحہ ۱۰۹۔ (۳) سید حسین نصر، نیکو مذاہب، راجہ پبلشرز، لاہور، ۱۹۷۱ء، صفحہ ۱۰۹۔ (۴) سید حسین نصر، نیکو مذاہب، راجہ پبلشرز، لاہور، ۱۹۷۱ء، صفحہ ۱۰۹۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انسانیت کے محسن اعظم اور شریف و متمدن دنیا کا اخلاقی فرض

معرفت مسلمانانِ دہلی کا یہ مقولہ اور وہ جس ۲۲ اگست ۱۹۴۷ء کو اس ملک اختیار کیا، سترہ اگست اور پندرہ ستمبر ۱۹۴۷ء میں پانچاٹھیاں اور ۲۰ اگست کو لندن کے چار چار کی اسٹاکس سٹریٹ پر ایک دو ایس مختلف ملکوں اور زبانوں کے تعلق رکھنے والے ایک عظیم مجمع کے سامنے عربی، ہندی، انگریزی اور تشریح و تہذیبی کے ساتھ جتنی کہ گیا

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد الامم
والمرسلين، وعلى آله واصحابه اجمعين، ومن تبعهم باحسان
ودعى بدعوتهم الى يوم الدين. اما بعد.

حضرات یہ دنیا جس میں ہم آپ رو بس رہے ہیں اور آزادی کے ساتھ اپنے عقیدہ و ذوق صلاحیت اور دماغی و امکانات کے ساتھ اپنے فرائض منصبی ادا کر رہے ہیں اور اپنے ہم وطنوں (اور اس سے آگے بڑھ کر) اپنے جمعہ ہوں کے ساتھ مہذب اور شریفانہ اور پرسکون طور خوشگوار زندگی گزار رہے ہیں، اسی کے ساتھ تعلیمی و تہذیبی تصنیفی و تحقیقی، خبر باقی و اکثر اخلاقی میدان میں بھی اپنے اپنے ذہن اور حوصلہ کے مطابق حصہ لیتے ہیں، اور اس زندگی اور اس کے ماحول کو اس سے بہتر، اس سے زیادہ محفوظ و پرسکون، اس سے زیادہ خوشگوار و پرسکون، اور اس سے زیادہ ترقی یافتہ و معیاری بنانے کی کوششیں کر رہے ہیں، یہ دنیا اور یہ سرکار میں جس پر ہم رہتے ہیں، ہمیشہ سے ایسا معتدل، پرسکون، منجید ہا قار، متحمل و دروہ دار، فکری و تعمیری خدمات انجام دینے، اپنے اپنے عقیدہ و مسلک کے مطابق زندگی گزارنے ایک دوسرے کے

اگر ہم واقعہ تسلیم کرنے اور جتنے پاس کے لئے ہمیشہ تیار نہیں تھے

اس زمین پر بسنے والی نسل انسانی کوئی بار خودکشی اور خودکشی کے لئے تیار نہ ہوگا۔ اس بات کی نئی بات یہ ہے کہ اس نسل انسانی نے زندگی اور باقی رہنے کا مقصد قائم کیا، اور اس نے باشعور اور پائیدار انسانوں کے بنائے غیر ذی عقل جانوروں اور نوجوانوں اور خودکشیوں کی شکل اختیار کر لی، جب تک کہ ہم وہی انسانیت والے اور اچھے انسانوں کے ہوں۔

سب جانتے ہیں کہ کائنات کی تخلیق کا کام بہت دور سے شروع ہوا، اور ماقبل تاریخ کا دور، بعد تاریخ کے دور سے نہیں زیادہ طویل اور وسیع تر ہے۔ پھر زوال آدیت اور دورِ وحشت کی داستان پڑی۔ ایسی خوشگوار اور قابلِ فخر بھی نہیں تھی کہ اس کو پیش کرنے میں مضامین دو تین اپنی صلاحیتیں صرف کریں، اس لئے ہمیں پڑے۔ طویل اقلوں کے بعد انسانی معاشرہ تہذیب و تمدن اور علم و فن اور انسانی معاشرے کے مصلحت کے لئے پڑا۔ میں تاریخی مباحثات تاریخِ عالم کے مصلحت پر غور کر رہی ہوں، میں اور ان کے مسائل زیادہ تر پانچویں صدی عیسوی سے شروع ہوتا ہے، انہیں سے پسند یہاں اس بات کی جاتی ہیں

مشہور تاریخ نگار H.G. Wells مانی اور بازنطینی خطبوں کے ذکر میں اس مہدی کے بارے میں لکھتا ہے۔

مائنس اور سیاست دونوں میں ہر ایک کو راز و نیاز پر پختہ ہونے میں موت کی قید ہو چلی تھی۔ Athens کے متاخرین فلسفوں نے اپنی جہنم (جو اس پر سالہ لڑائی کی تھی) عہد کے ایک اور سرمایہ کو خریدنے کے لئے لکھ کر سب انتہائی عقیدت کے ساتھ منظور و تصدیق کیا، اب انسانی انسانوں کا کوئی طبقہ ایسا باقی نہیں رہا جو عہدِ قدیم کے شرف کی طرح نہ جڑا ہو، اور انسانی کامیابی اور قدیم تجربوں کی طرف تلاش و تحقیق اور آہستہ انداز سے ان کے بارے میں

کامیابی ہو۔

اس طبقہ کے قسم ہونے کی خاص مہم بنائی، مانی اور اقلدی تھی، لیکن ایک مہم اور بھی تھی جس کے باعث اس مہم میں ذہن انسانی کو دورِ پھر ہو چکا تھا، ایران اور بازنطینی دونوں ممالک میں عہدِ روم اور ایرانی کا دور اور عہدِ دونوں خطبہ میں ایک نئے انداز کی مدد سے تھیں، جس میں

تمہیں، باہمی قریب تک اے ٹھنکے کا تھکے۔

فلسفہ انسانی اور تہذیب جہنم کی اس جان کشی کے لئے میں بڑی مہم میں ہوں۔
 آئینہ انسان پیدا کیا اور نوع انسانی کو نہ صرف پناہ دے بلکہ انسانیت کے اس اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ تک پہنچانے کا ہمارا ترین اور نازک ترین کام ہے۔ دنیا بھر میں انسانوں کے ذہنی تجربے، دانشمندی کے بلند خیالات سے بھی انہوں نے ترقا اور انہیں اس کے لئے قابل انکار تاریخی شہادتیں اور تہذیبوں کو اس کا یقین کرنے بھی مشکل تھا یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تھی جو چھٹی صدی مسیحی میں منجور میں آئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا کام یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اور کو جو نوع انسانی سے سچا ٹھکانہ رہی تھی اور کوئی گھڑی تھی کہ اس کے سر پر گر کر اس کا کام تمام کر دے۔ یہ بتایا اور اس کو وہ حقے مل گئے جنہوں نے سکھائی زندگی عیا حوصلہ بینی طاقت بینی عزت اور نبی مہال سفر عطا کی اور ان کی برکت سے انسانیت تہذیب و تمدن، علم و فن، مہمان نوازی، اخلاص اور تعمیر انسانیت کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ انہوں نے انسانی معاشرہ کو آئینہ بے برادری، غفلت، غماخی جس پر انسانیت کی خیر و برکت اور تعاون کی تعمیر و ترقی کا دار و مدار ہے، و فتنہ سر مایہ بے خطائی سے محبت اور برائی سے نفرت کا مقدس ترین جذبہ اور شرک کی قوتوں اور اس کے سر کو پوشا پاش کر کے نئے اور خیر خلیا وسیع آتی کے لئے قربانیاں دینے کا مہاکرم عزہ انسان کی تمام ترقی سے بر بلند یوں اور نہ قابل فراموش کامیابیوں کا اصل درجہ سب سے پہلی مقدس جذبہ اور مہاکرم عزہ ہے کیونکہ تمام مہاب و مہرسل عالم، مسلمان اور غیر، جو جنت کے ادارے انسان کے خالص اوراد کے تابع ہیں انہوں نے تقیہات و سچیت کو درست اور اخلاص اور شرافت و انسانیت میں بدل دیا انہوں نے اپنی اعلیٰ تعمیرات کی رہنمائی کی اس لئے اس مسلسل و متواتر جدوجہد کی رہنمائی میں آبرام کی پرہیزگاری کی عزت و تکرار قبول نہیں کر سکتی کہ اپنے جسم، باطن یا بھی قبر میں کی اس مسلسل و باطن و عینت و عینت کے نتیجہ میں انسانیت سے ہماری حیوانوں اور پھر انسانوں کے درمیان میں ایسے غیبی نفس لوہے پیدا ہوئے جن کے انہیں سے دنیا و آخرت کی جن کے حسن و انداز سے انسانیت کی ترقی میں اضافی و اضافی آتی جو راحت و مزہمت میں فرشتوں سے بھی آگے نکل گئے تہذیب و عبادت ہوئے۔ انسانی انسانیت یعنی انسانی کی عدل و انصاف کا دور دورہ اور عینا مہر و اس میں حاکمیت و انصاف سے انہیں وصول کرنے کی ہمت، حاکمیت پیدا ہوئی، پھیلنے لگی۔ انہوں نے انسانی کی

انسانیت میں دم و گرم کی خنکی چھائی، الفت و محبت کی خوشبو پھیلی، مٹی سعادت کا بازار گرم ہو گیا دنیا میں جنت کی دکانیں کھلیں، ایمان و یقین کی عطر پیڑھوں میں چلی گئیں انسانیت فطرتاً ہی اُلفت سے آزاد ہو گئے، گلوب بھائیوں کی طرف ایسے کھینچے گئے جیسے مٹیاں کی طرف لوہے کے تھرے۔

ہر شخصدار اور انتخاب کے طور پر ان چند بنیادی اور قیمتی عطیوں کا ذکر کریں گے جنکا نوع انسانی کی رہنمائی، صلاح و فلاح اور تعمیر و ترقی میں نمایاں کردار رہا ہے اور جنہوں نے ایک زبرد اور درخشندہ دنیا کی تخلیق و تشکیل کی ہے جو کہ دور دراز پیر دنیا سے کوئی مشابہت نہیں رکھتی۔

۱۔ عطیات Girls اور جڑیل ہیں۔

۱۔ صاف اور واضح عقیدہ و تہذیب۔

۲۔ انسانی وحدت و مہم و امت کا تصور۔

۳۔ انسانیت کے شرف اور انسان کی عزت و بلندی کا اعلان۔

۴۔ عورت کی حیثیت عرفی کی، خدائی اور اس کے حقوق کی بازیابی۔

۵۔ تاسیسی اور بد حالی کی تردید اور نفسیات انسانی میں حوصلہ مندی اور اعتماد و اختیار کی

آفرینش۔

۱۔ دین و دنیا کا اجتماع اور حریف و برادر جنگ انسانی طبقات کی وحدت۔

۲۔ دین و علم کے درمیان مقدس، انجلی رشتہ کا قیام و استحکام اور ایک کی قسمت کو دوسرے

کی قسمت سے وابستہ کر دینا علم کی حکیم، تعظیم اور اسے بافضلہ، مفید و رہنمائی کا ذریعہ بنانے کی سعی محمود۔

۸۔ عشق سے اپنی معاملات میں بھی کام لینے کا سہہ نہانے اور انفس و آفاق میں خود کو

کی ترتیب۔

۹۔ امت اسلام کو دنیا کی عمرانی و رہنمائی، انفرادی و اجتماعی انسانیت و خدائات کے

انتخاب و نیامیں نصف کے قیام اور شہادت حق کی ذمہ داری قبول کرنے پر آمادہ کرنا۔

۱۰۔ عالم گیر اعتمادی و تہذیبی وحدت کا قیام۔

اب ہم اپنی طرف سے زیادہ کتب اور تشریح کرنے کے بعد چند مستند مغربی مفسرین

مستحقین اور اویا و مسودہ نصیب کرنے والے وراثت و اعتراضات پیش کرتے ہیں، اس مہذب دنیا کی جن چند چیزوں سے آبرو کا کھم ہے اور جن کی بدولت تہذیب تاریخ اخلاقیات اور ادب و شاعری تک کی تدوین و قیمت برقی ہے وہ ناقابل انکار حقائق و واقعات کا ظہار و اعتراف جو ہر و کمال کی قدر دانی اور محسوس کا تشکر اور احسان مندی ہے اور جس دن ہماری یہ دنیا ہماری انبیاءات ہمارا اخلاقی نظام اور ہماری اصولی صلاحیت اور اظہار خیال کی آزادی اس شریفانہ غصہ سے محروم اور عاری ہو جائے گی اس دنیا میں رہنے اور بسنے کی لذت و عزت جاتی رہے گی اور نیا چوپایوں اور درندوں کی ایک بستی بن جائے گی جہاں سوائے بے گھر ہونے اور بے گھر ہونے کی تکمیل اور ہونے ہوس کے کوئی محرک طاقت نہیں ہوگی اور جہاں استاد و شاگرد لینے والے اور دینے والے میں بے تمیز (حتیٰ کہ مادر و پدر فرزند) کے درمیان رفتہ اور ممانہ اور ہٹن کے فرق کا احساس بھی جاتا رہے گا اسی فطری جذبہ احسان مندی کے بارے میں انسٹیٹیوٹ پیڈیا آف ریلیجنس اینڈ فیلوسوفی کے مقالہ نگار و معلم ایچ ڈی ویڈسن William h davidson کا ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے جس سے اندازہ ہے کہ یہ ایک فطری اور عالم گیر انسانی جوہر ہے جس کو ہر زمانہ میں زندہ رہنا چاہیئے۔

مقالہ نگار لکھتا ہے :-

بقول تھامس براؤن Thomas brown جذبہ تشکر محبت کے اس فرست بخش جذبہ کا نام ہے جو ہم کسی دوسرے سے فائدہ پہنچنے پر محسوس کرتے ہیں یہ احساس ہدایت خود اس منفعت کا ایک جز ہے جس سے ہر مستفید ہوتے ہیں۔

احسان مندی کسی مہربانی کا رد عمل ہے جو پورے خصوص اور انضمام کے ساتھ واقع ہوتا ہے یہ رد عمل فوری اور فطری ہوتا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ قدرت انسانی کی تشکیل کچھ اس طرح کی گئی ہے کہ انسانوں کے درمیان محبت و یکجہتگی کی بنیادیں صفت ہے اور نفرت و دشمنی (اپنی تمام غلامتوں کے ساتھ) غیر فطری اور غریب اخلاق ہے۔

اس اخلاقی بستی و رمانت طبع ضمیر کے مردہ و مفلوج ہونے اور شرافت انسانی کے آخری اثر سے محروم ہو جانے کا سب سے بڑا مظہیر مذہبی و عوامی معماران انسانیت اور محسنین عالم کی

دوسری امان فرو موٹی بلکہ ان کے بارے میں وہ زبان اسلوب اختیار کرتا ہے جو بہت سے بہت انسانوں کے بارے میں بھی روا نہیں ہے اور ان سے نہ صرف ان کے کرمزوں ہانٹنے والوں و رشتہ پر جان قربان کرنے والوں کے دل و مانع بھرا جاتا ہے جس سے یہ کہ جتنی بھی خون ہوتا ہے اور دیکھتے وہی آنکھوں میں خاک بھونکی پرتی ہے کسی شریف معاشہ اور کسی مہذب ملک کو بھی ایسے وہی اطمینان خیز لڑوٹ جس میں فراہمیش اور غیر مہذب انسانوں کو براہ راست ٹکراتا ہے۔ یہ اپنے اس کے مقابلہ میں ہم اس مغربی دنیا نے (جہاں ہمارے خیالات پھیل کر رہے ہیں) چند ترقی یافتہ درستیوں کے مکتوبوں کے منسلک حزانہ حقیقت پسند اور پندہ دینے مستحق ہیں اور وہ جہاں کے حقائق سے بہت زیادہ خیالات پیش کرتے ہیں۔

فرانس کا مشہور ادیب ہیرنات Lantierine کہتے تھے کہ ان کی حسیں بھڑکتے ہوئے نکلتا ہے:

”میں بھی انسان نے کبھی بھی شعور کی یہ تھیں شعور کی علم پر اپنے کے تہذیب و تمدن مقصد غائب نہیں ہے اس لئے کہ یہ مقصد انسان کی طاقت سے بہتر تھا تو جمادات اور خوش الحان دیوانوں کو انسان اور اس کے خالق کے درمیان حجاب میں کئی تھیں نہ ہو کر نہ انسان کو خدا کے حوالہ کرنا اور خدا کی چوٹ پر اس کو نہ اس زمانہ کی غلام بننے کے، وہی خداؤں کی تہذیب خدا کے وعدے پانچ، اور عقلی تصور کو اس سرزد انسان کو نہ یہ تھا وہ ”الطیر مقصد“ کسی انسان نے کبھی بھی یہ ظاہر انسان کا ہم کہ جو کسی صورت سے انسانی حقائق کے اس کا عقائد کے تصور اور ان کے کوسا تھوڑا سا انسان

تخلیلا

خدا کی قومید کا ایسے دور میں اعلان کرنا جب کہ دنیا و تمدن انسانی خداؤں کی پادشاهی سے بہرہ دہی تھی نہ ات خود ایک قویٰ مجر و تھا محمد ۱۱۱۱ کی زبان سے بھیجے تھے اس عقیدہ و امان دہانوں کے تمام قہم معبودوں میں سائب اڑنے لگی اور یہ تہائی دنیا کی انسانی تہذیب سے بہرہ دہی۔

جان ویلڈر پچ John William draper، چھٹی جہاں دہی تاریخ کے ضمن میں

نکلتا ہے۔

۶۹۰ء میں جسٹینیان Justinian کی موت کے چار سال بعد رومن عرب نے شیرازہ میں وہ شخص پیدا کیا جس نے نسل انسانی پر سب سے زیادہ اثر ڈالا۔

وہ مزید لکھتا ہے:

محمد ﷺ میں دو حدیث ترقی ہوئی تھیں جنہوں نے ایک سے زیادہ بار ماضیوں کی تکرار سے فیصلہ لیا ہے۔ انہوں نے مابعد الطبیعیات کے یکساں جاسٹ میں پڑنے کے بجائے انسانی صدقوں پر زور دیا اور اپنے آپ کو دماغی استواری بنیادی بنوا۔ وہ رومن کے ذریعہ لوگوں کی مادی ترقی کے لئے وقف ہوئے۔

اس صدی کا عظیم مفکر و دانشور ابن فوریہ Fayyee لکھتا ہے:-

مسلمانوں میں نسلی امتیاز کا مکمل خاتمہ اسلام کا ایک عظیم کام ہے جو سب سے موجودہ دنیا کی جو حالت ہے اس میں اسلام کی مناسبت کی تبلیغ و اشاعت وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ دو سو سال قبل تھامس کارٹرل (Thomas Carlyle) نے تو فرمایا

ہاں میں محمد ﷺ کو اپنے پیروں میں دیکھ کر کہا اور اب بیسویں صدی کے اخیر میں امریکہ کے مانگل ہارٹ

ہارٹ (Michael h hart) نے ان لوگوں کی قبرستان میں جو تاریخ کا عم میں نمایاں ہے

سب سے زیادہ اثر انداز ہوئے ہیں آپ ﷺ کا ہی نام برقرار ہے لکھتا ہے:-

تھمسون بھڑکے تو ہمیں اور آپ ﷺ کو پیدا اور تربیت ملی، وہی امت نے پوری اہل

انسانی پر روز کا اہل فراہم کرنا انسانیت میں وہ اس تہذیب و تمدن کے بنیاد رکھا، جسے مکمل میں اس

کا جو عظیم ہوشیار اور رہنما ہے اس کو ہم نے اہم دنیا کا اہل انکار جبریل و انجیل کی شکل میں پیش

کرتے ہیں۔

تاریخ کے طالب علم جانتے ہیں کہ ساتویں صدی ہجری (سیر ہجری) میں محمدی (جہاں)

میں وہی نیک دنیا کے تمدن میں ایک تہذیب تمدن ہمہ اشکاف و احاطہ و انسانیت و مصلحت

تربیتی اور مصلحتی ترین اشارات رکھنے والے تھے جو اس اسلام اور مسیحیت ان کے ہی دوس اور ان کی

قائم کی ہوئی، مصلحت ترقی یافتہ اور زرخیز مصلحتوں اور خود انہی کے مستحق کو ایک ایسی صورت

حال کا سامنا کرنا پڑا جو ماضی کی سب سے خوشیوں پر پائی بھیجے۔ یہ اہل سال کے حسن و مصلحت اور

[illegible]

ہمارے سامنے جو اس نئی قوت کا تصور پیش کیا ہے، اس کا یہ تقابلی مطالعہ ہے جس سے ہمیں اس
تجربہ و عمل کے مختلف احوال سے روش ہوا، اس کے چارے قویاں بنی جان پر نظر کو یہ ہے کہ
کے زمانہ میں مخلوق کی اصلاح و ترقی کے لیے یہ قوتیں کتنی آسان و آگے نظر آتی ہیں۔
ہے اس کی طاقت بڑھتی ہے، اس کے لیے یہ قوتیں بڑھتی ہیں۔

یہ عمل دراصل کئی ہفتہ سے فرسکین واپس اس امر کی شک اندازہ تھی جو پ کے اور دار نے
مصر کے ملک بھگت چلی تھی جہاں ان کا مددگار تھی۔ تاہم ان کے دل کا نتیجہ ایک عجیبہ آواز کی دے تھی جن
Gibbon اپنی مشہور کتاب میں اسے انجمن کے نام سے لکھتا ہے۔
(Of the decline and fall of the Roman Empire)

سو پڑیں گے ہاتھوں سے روم کے زاریہ آباد کی حقوق کی حمایتی ان پر اتنی درست
حادثی ہوتی کہ وہ ان کے خوف سے اپنے مفسوں کے مطابق انگلستان کو اسلئے بھیج دیتے
تھے۔

[illegible]

کریں اور اس کا بھی وہی حشر ہو جو اسلامی مشرق کا ہوا۔ ایچ جیولز (H. Gwells) کا قول ہم نقل کر چکے ہیں کہ:-

”مگر کوئی یہ بھی چشبین گوسا توہ صدی کے آغاز میں دنیا کا جائز و لایق تو اس نتیجہ پر پہنچتا کہ صرف چند صدیوں کی بات ہے کہ پورا یورپ اور ایشیا منگولوں کے زیرِ اقتدار آ جائے گا۔
ہیرالڈ لمب (Harold Lamb) لکھتا ہے:-

(جنگیز خاں) کی جہاں آشوبی و غارتگری نے تمدن کو ایسا سخت صدمہ پہنچایا کہ نصف دنیا میں تہذیب و شہر آشوب کو سرخسہ و سرخسہ لپٹا پڑا۔ خود زمینی سلطنت، بغداد کی خلافت، روس کی مملکت اور کچھ دنوں کے لئے پولینڈ (پولار) کی حکومتیں مٹ گئیں۔

وہ مزید لکھتا ہے:-

جس وقت مغلوں نے دھوا کیا تو جرمن فوجیں اور پولینڈ کی فوجیں مغلوں کے حملے کی تاب نہ لائیں اور مغلوں نے ان کو تفریباً نیست نابود کر دیا۔

لیکن رخصتا معجزہ کی طرح ایک واقعہ ایسا پیش آیا جس نے تاریخ کا رخ ہی بدل دیا اور متعدد دنیا کو اطمینان کا سانس لینے ہی کا نہیں بلکہ حمد و تہنید کا مستحق بنا دیا۔ اس کا نام اور ترقی و خوشحالی اور علم و فکر کی خدمت کا نیا سفر شروع کرنے کا موقع دیا وہ کہ یہاں قابلِ تسخیر فاتح قوم اپنے مفتوح اور بے دست و پا مسلمانوں کے دین کی حلقہ گمشدہ بن گئی جو اپنی برہمن کی مادی و سیاسی طاقت کھو چکا تھا۔ اور جس کے پیر و پوئلکھ کو تاریخی فتنہ و فساد کی نظر سے دیکھتے تھے۔ پروفیسر ڈی بی آر نالڈ (D. W. Arnold) اپنی مشہور کتاب دعوتِ اسلام Preaching of Islam میں احتجاج کا اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

”لیکن اسلام اپنی گزشتہ شان و شوکت کی خاکستر سے بھر اٹھا اور وہ عظیم اسلام نے انہیں وحشی مغلوں کو جنہوں نے مسلمانوں پر کوئی ظلم نہ کیا نہ رکھا تھا مسلمان کو لیا۔

جن مخلصین نے اس خون آشام تاریخی قوم کو اسلام کا حلقہ گمشدہ بنایا ان بہت کم لوگوں کے نام دنیا کو معلوم ہیں مگر ان کا یہ کارنامہ تاریخِ عالم کے کسی تعمیری اصحاب یا انقلابی کارنامہ سے کم نہیں ان کا احسان نہ صرف مسلمانوں پر نہ صرف مسیحی مغرب پر بلکہ پوری انسانیت پر قیامت

حالم انسانیت اور یہ خصوص مغرب پر (جس کو مستقبل قریب میں اہم اور انقلاب انگیز علمی انکشافات ایجادات و اختراعات اور زندگی اور باہمی واقفیت و وسیل بنانے والے و مائل و آلات کار یافتہ کرنے والا اور دنیا کے دسترس میں دینے والا ملک بنا تھا) است مسلمہ کا یہ کارنامہ ۱۵۴۷ء کی قوم کی تہذیبی تبدیلی (ایک خلائی اور انتظامی نوعیت کا کارنامہ اور انسان تھا۔

اس کے بالفاظ اس کا آئینہ دہرا کارنامہ یورپ کو علم و فکر سے نئے سرے چشموں سے نہ صرف متعارف کرنا بلکہ ان سے مستفید کرنا تھا جس نے یورپ کی قرونِ مظلمہ (Dark age) میں اس کوئی روشنی دھکی اور اس نئی تہذیب (Renaissance) نے نئے نئے ہمواری جس نے نہ صرف یورپ کی دنیا بدل دی بلکہ پوری دنیا کو نئے حقائق و حودات سے آشنہ کیا اور تجربی علم (Science) کا دور دور شروع ہوا جس نے اس دنیا کی کاپی پلٹ دی یہ انداز (Muslim Spain) جس کے راستے سے یورپ میں قدیم علمی ترک (فلسفہ و فصاحت ریاضی و طب) منتقل ہوا اس نے مغرب کو جو سب سے بڑا علمی تہذیب دیا وہ حقیقت پسندی اور منطق و استقرائی (Inductive Logic) کا تہذیب اور جس نے قیاس و استخراج (Deductive Logic) کی جگہ لی جس نے مغرب کے طریق فکر کو بدل دیا اور اس کے نتیجہ میں سائنس اور ٹیکنالوجی کو نہ صرف ترقی کرنے کا موقع ملا بلکہ حقیقت میں ان کا جو عمل ہم آ یا مغرب کی ساری مفید تحقیقات سائنس کے تجربات اور تفسیر کائنات کی جزئی و کچھ دو کامیابیاں اور زندگی کے سفر کی مشکلات کا کسی حد تک ازالہ اسی منطق و استقرائی کا نتیجہ ہے جس سے یورپ نا آشنا تھا اور جو اس کو آزار دیا یاں اور جرأت مند محققین کی تحقیق کے مطابق مسلمان زمین کے ذریعہ حاصل و مشہور فرمیں فی خصل اور مون Gustave Lebon لکھتا ہے۔

لوگ تجربہ اور معانی (منطق استقرائی) کو جدید علمی تحقیقات میں بنیاد کا درجہ دیتے ہیں Francis Bacon کی طرف منسوب کرتے ہیں لیکن ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اب اس کا اعتراف کیا جائے کہ یہ پورا طریقہ اور انتظام فکر عربوں کی اپنی ہے۔

داریٹ بری فائٹ (Robert Briffault) اپنی کتاب تعمیر انسانیت (The making Of Humanity) میں لکھتا ہے۔

یورپ کی ترقی کا کوئی شعبہ اور کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس میں انسانی تمدن کا جھل نہ ہو۔

کی آزادی کو تسلیم کر لینے اور جبر و استبداد (Coercion) کے عمل کے سوا کچھ ہے اور وہ کسی آزاد ملک کے آئین و دستور و اصول کو تبدیل کرنے یا ناقابل عمل بنانے کے ہم معنی ہے (غالب خیال کی ایسی آزادی جو تمام اخلاقی حدود پر پار کر جائے انسانیت کے عظیم القدر محسین بہ مداروں اور پیشوا ان مذاہب نے بارے میں وہ بھندل اور سو قیام Obscene زبان و اسلوب قطع نہ کرنے پر آمادہ ہو کر ہے جو دنیا پر ہے وہ غلط بات اور کاموں کی نظاری کے لئے ہی مددگار یا ناقابل قبول ہو سکتا ہے جس سے تاریکی، ظلمت و ستم کا خون بہہ اور ان قابل حد واسع اہم مذہبی پیشواؤں اور قلم نویس کے کرداروں ماننے والوں کے دل پر تاریکیوں اور وحشیوں کے مختلف عناصر اور اجزاء سے تاریکی کے شعاعت پر اثر پڑے ایسا بڑا مانع ہے جس کی کسی مہذب انسان یا متمدن اور مظلوم یا ہم (Coexistence) کے اصول پر عمل کرنے والے ملک میں وجہ نہ بن سکتی ہو۔ متمدن مغربی ممالک نے اور بلند مرتبہ ممالکوں نے ان مدار خیالی کی آزادی کو غیر محدود اور غیر محدود اور غیر مہذب بنانے سے انکار کیا ہے اور ان کی غیر محدود آزادی اللہ و انبیاء کے ان عقلمندانہ کی طرف اشارہ کیا ہے جو نظریہ خیالی کی آزادی کو تسلیم کرنے سے بھی زیادہ مضبوط اور خطرناک ہیں یہاں پر صرف یہ بات ہے کہ یہ نظریہ کیا جاتا ہے کہ ایسے عقلمندانہ سے اور غیر عقلمندانہ سے لیا اور ایسا مناسبت کی جانب سے ہے۔

سفر شب یا شخصی ملاقات کے متعلق تو زمین و آسمان کی آزادی پر ناقابل ہوا ہے یہ سبھی سمجھ کر احتجاج کرنے کا مطالبہ یہ ہے کہ ہم پہلے سے یہ تصور کر لیتے ہیں کہ ہمیں آزادیوں پر یہ قوانین پابندی ہو سکتے ہیں وہ تالیف بہت (بائس بھی) و حاشیہ میں انسان کی بنیادی ضرورتوں میں سے ہیں اس کے برعکس ان قوانین کے دفاع کا مطلب یہ ہے کہ یہ ضرورتیں انسانی نہیں ہیں یا یہ کہ ان ضرورتوں کا حصول ان وقت اور طریقوں کے بغیر ممکن نہیں ہے جو شخص آزادی سے علی تراز انسان کی حقیقت ترین ضرورتوں کو پورا کرتی ہیں۔ یہ وہ اعلیٰ اللہ ارتقا کی جو شخص داخلی نہیں بلکہ عمومی حیثیت رکھتی ہیں کسی شخص یا گروہوں کی آزادی کی حد کیا ہونا چاہئے اس سوال پر منصفانہ ہے کہ وہ کسی حد تک آزادی زندگی پر مبنی ہو کر نہ پائے ہیں اور دوسرے قدر مثلاً انسانی انصاف مسرت حفظ یا امن عام کے تحت پائے یا ہیں بلکہ یہ ہے کہ یہ غیر محدود نہیں ہو سکتی۔

سٹیج بلک و سٹون Blackston کی دو تقریریں جو امریکہ میں آزادی نظریہ خیالی کے

قانون کی بنیاد تصور کی جاتی ہے اس میں اس نے کہا تھا کہ۔

ہر آزاد انسان کو بلاشبہ یہ قانونی حق حاصل ہے کہ وہ ۱۶ ام کے سامنے اپنے جذبات کا اظہار کر سکے اس پر پابندی لگانا پرہیز کی آزادی کو ختم کرنا ہے لیکن اگر وہ ایسی بات بھی کہتا ہے جو اس میں شر انگیز یا غیر حق کوئی موقعا اسے اپنی اس ہدایت کی ذمہ داری قبول کرنی پڑے گی پر اس کو محنت ہے کہ یہ قدغن کی تحت مرتا آزادی ضمیر کو یک ہی شخص کے ذاتی رجحان پر چھوڑ نہ ہو گا جس میں مذہب اور حکومت کے اختلافی مسائل میں فیصلہ کن اور شخصی سے بہرہ مان لینا یہ ہر لیکن خطرناک اور مجربانہ تحریریں جنہیں یہ جانبدارانہ اور متعصبانہ مقدمہ کے بعد نقصان دہ سمجھا جائے اس پر مزادینا امن و امان حکومت اور مذہب کی بقا کے لئے ضروری ہے۔ کیونکہ انہیں یہ شہری آزادی کی بنیاد میں قائم ہیں اس طرح افراد کا ضمیر تو آزاد ہے لیکن اس نے غلط استعمال پر مزادینا تعزیری قانون کا مقصد ہے۔

محضر اس امر میں مضمون کو علامہ اقبال کی ایک نظم پر مشتمل کرتے ہیں جس سے نہ صرف کانوں کا بلکہ لوں اور روحوں کا ذائقہ بھی تبدیل ہو گا بلکہ ان احساسات اور فوہات کا تصور بھی وہ چرچا جو وقت گھڑی اور ذرات و سرات پناہست وجود میں آئیں اور جن کی مثال مذہب و اصلاحات کی تاریخ اور ناموران تمام کی زندگی میں نہیں ملتی۔

اقبال کہتے ہیں۔

ازوم میراب آں ای القب
الہ رمت الزلیل محوئے عرب
حریت پروردو آفتوش اوست
شہنشاہ زور ازادش اوست
او آں دہر ہے آبر نہا
او القب از طاقت آدم کش
ہر خداوند کہیں راہ نکشت
ہر کین شہن از خم آفتابست
کمری بچکد پیرا نشین

حیدر و صدیق و فاروق و حسین
 سطوت باکگ صوٹ اندر نبرد
 قرأت الصافات اندر نبرد
 شیخ ابوبی نکہ باج ۛ
 منیا ہائے ہر دہ عالم را کلید
 مشکل دل راستی از یک جام سے
 اختلاط و تر و فکر روم و رے
 مم و حکمت، شرع و دین لکم امور
 اعدون سینہ دل ہانا صبور
 حسن عظام سوز الجرا و تاج
 آنکہ از قد و سیاں گمیر و خراج
 این ہر یک لکھ از دو وقت دوست
 یکہ جلی از تعلیمات دوست
 ظاہرش این جلوہ ہائے - دل فرور
 بخش از عارفان پندیاں ہنوز

اس ای قتب نبی ﷺ کی خوش انطاسی کے فیض سے صحراے عرب کے گیزاروں میں گل
 دلال کی بہار آگئی۔

آزادی کا جذبہ آپ ہی کی آغوش مبارک کا پروردہ ہے اور اس طرح گویا اقوام عالم کی
 موجودہ ترقیوں آپ ﷺ کے عظیم الشان ماضی کا شہرہ و تہیہ ہیں۔

انسان کے پیر خاکی میں آپ ﷺ نے دھڑکتا ہوا دل رکھ دیا اور صحیح معنوں میں انسان
 کی صلاحیتوں سے پردہ اٹھایا اور اس کے جو ہر ذلتی کو آشکار کیا۔ آپ ﷺ نے تمام ہی خدایان
 کہیں کو شکست کاش دی اور آپ ﷺ کے فیض سے سرجمائی ہوئی شاخوں پر برگ و بار آنے
 لگے۔

بدھ جنم کی کمری بنگارہ آپ ہی کے جوش و خروش کے دم سے تھی اور حضرت صدیق و

فردی اپہر راز اور شہیدہ کی تمام حضرت مسیحی کی امتحان شخصیتیں آپ علی بن ابی حمزہ سے
ان کی تجویز تھیں۔

انست جنگ میں بندہ دے دانی انہوں کی حکومت و تربیت اور عداوت اور فساد کی مدت
وعداوت آپ علی بن ابی حمزہ کی ہوئی ہے۔

عداوت اعدائے موعود کی تشہیر آید اور بیان یوں کہ طوفانی طاعون حقیقت میں وہ عالم کے
قرآن کی علیہ ثابت ہو گئی۔

باقی نوٹ لکھنا یہ ہم سے ملنے والی روایتیں مست وہ شہر ہو گئے اور آپ علی بن ابی حمزہ کی
تربیت وہیں رہی کا ذکر اور رازی کی فکر فکریہ ہم سے ملتی۔

عموم حضرت زین و شریعت ازکھ مصلحت اور دینی کے اندر یعنی دینی روحانی طب و کاش
در سببوں میں ان کی ہے قرآن کی۔

اور ان کی فکر کا جو حسن عام و ذوال افراد و جماعتوں سے بھی عقیدت سے لیتا
ہے۔

یہ سب کارنامے آپ علی بن ابی حمزہ کے عزائم و کماں مایہ کے ایک مختصر لمحے اور آپ علی بن ابی حمزہ
کی فکر و تجلیات میں۔ یہ ایک نئی اور ایک جھلک کی حیثیت رکھتے ہیں۔

نوبت چھٹے کے فہم کی کہ ہر ایک کے اثرات ان علوم و ہائے فرائض کی شکل میں تو خارج ہوتے
لیکن آپ علی بن ابی حمزہ کے جو وہاب رک کا باطنی چلو و کارخان کاش کی نگاہ سے اب بھی پوشیدہ ہے۔

بعد نبی اللہ کی نعمتوں کو پانے سے لئے اور جنت میں جانے کے لئے آپ ﷺ نے وہی بات اٹھا نہیں رکھی، آپ کا کلام، آپ کے ارشادات ایسے ہیں کہ ان میں ایک ایک ارشاد ایسے ہے کہ اگر اللہ ہمیں توفیق دے، مگر ہماری قسمت اچھی ہو اور اللہ کو منظور ہو تو ساری عمر سے لئے کافی ہے اور تمام حالات کے لئے کافی ہے۔

کوئی ہم سے قربائش کرے کہ کوئی بات ایسی کہہ دیجئے کہ ہم اس کو پکڑ لیں، ہم اس کو دل پر لکھ لیں، پلو میں باندھ لیں اور پھر ہم اس کی روشنی میں مادی کے سایہ میں پوری زندگی گزار دیں اور ہر بات کے لئے ہمیں بار بار پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے، ہم سب کو چھٹنے کی ضرورت نہ پڑتی ہے۔ راستہ پوچھنے کی ضرورت نہ پڑتی ہے اور بہت سی چیزیں، لیکن اللہ کی رضا حاصل کرنے اور ہماری زندگی دو چاہتا ہے اور اس کے رسول ﷺ جس زندگی گزارنے کا طریقہ بتلانے کے لئے دنیا میں تشریف لائے تھے، اس کے لئے بار بار پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الرّٰسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَاَنْتَ بَلٰغَتُ رِسٰلَتِهِ (سورہ المائدہ)

ترجمہ: اے اللہ کے نبی جو کچھ آپ پر اتارا گیا ہے سب یہی بخواتین پڑھ کر اپنے آپ نے اپنا نہ کیا تو رسالت اور نبوت کا حق نہیں ادا ہوا۔

قرآن آپ ﷺ نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی آپ کے ارشادات تو بہت ہیں، اس کا یہ تمام جن سے بڑھ کر کوئی قدر دان نہیں ہو سکتا، عشق رسول ﷺ نہیں ہو سکتا، شیخ نے پروائی کی چیزیں ہیں وہ شیخ رسالت کے لئے پروانوں سے بڑھ کر پروانے تھے، ان کو دین کی باتوں سے سیر کی نہیں ہوتی تھی، لیکن کسی صحابی نے ایک مرتبہ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کوئی ایسی بات بتا دیجئے جس کو میں پکڑ لوں اور میں اس میں باندھ لوں، دین کی باتیں بہت ہو گئی ہیں، حکام و مسائن بہت ہیں، اور پورا اللہ کا کلام ہے، قرآن مجید ہے، لیکن کوئی ایسی بات بتا دیجئے جس سے میرا چارہ دستور العمل بالوں اور ہمارے لئے کافی ہو جائے، آپ ﷺ نے فرمایا آپ ﷺ نے بتایا فل ربي اللہ ثم استقم (ایک مرتبہ دل سے کہہ دو میرا پروردگار اللہ ہے، پھر اس پر جم جاؤ)۔

اب اس وقت میں آپ کو ایک حدیث سناؤں گا، اگر آپ اس کو اپنے ساتھ لے گئے، یہاں چھوڑ نہیں گئے، یہ پختہ ارادہ کر کے گئے کہ اس حدیث پر عمل کرنا ہے تو یہ زندگی بھر کے لئے

کافی ہے اور وہ حدیث ایسی ہے جو چونکا دینے والی ہے اور پوری زندگی کا دستور العمل اور عمل ہدایت نامہ ہے اور دین و دنیا کی کامیابی کی ضمانت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

لا یؤمن احدکم حتی یشکون ہواہ تبعھا لما جئت بہ۔

(تم میں سے کوئی شخص صاحب ایمان نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہشات اس کے تابع نہ ہو جائیں جس کو میں نے کرا یا ہوں)۔

حضور ﷺ سے بڑھ کر تو مضع دنیا میں کسی کے اندر ہو ہی نہیں سکتی لیکن اس موقع پر آپ نے جو لفظ استعمال کیے ہیں ان میں بڑی غیرت بھی چھلکتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کتنی زور سے بات کہی اور آپ نے اس وقت مقام رسالت کا خیال کیا اپنی بشریت کا نام بہت سی چیزیں جو شترک ہیں ان میں سے کسی کا خیال نہیں کیا اس میں تو مضع سے کام نہیں لیا بلکہ اپنے منصب اور مقام کو سامنے رکھا، بہت جوش کے ساتھ بھی کوئی بات کہی جاتی ہے اور افکار کر کہی جاتی ہے، سوئے ہوئے کو جگا کر کے اور جاگتے ہوئے کو جا کر کے اس کو متوجہ کر کے بات کہی جاتی ہے اس طرح فرمائی کہ کوئی صاحب ایمان نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہشات نفسانی اس کی خواہشات، اس کے عادات و اطوار اس کے مصالح و منافع اس کے ماحول کے دم و رواج ذلت و عزت کی پینے اس کے مطابق نہ ہیں مگر اس کے تابع نہ ہو جائیں جس کو میں نے کرا یا ہوں، تبعھا لھا جنت بہ اور اس میں آپ نے بالکل تواضع سے کام نہیں لیا واحد مشکل کام میں استعمال کیا جو عربی جانتے ہیں وہ اس کو سمجھتے ہیں پھر عربی میں صوفی کا لفظ جو ہے اس میں خواہشات، لذت خواہ و منافع، خوف اور لالچ کے اسباب سب آ جاتے ہیں، یعنی زندگی کا پورا وقت، اندر کا بھی باہر کا بھی، اندر کا کیا اندر کی خواہشات، باہر کا کیا باہر کی عادتیں باہر کا ماحول اس کے تقاضے اور لوگوں کی امیدیں کسی چیز کا ذکر کہ ہم نے یہ نہیں کیا تو یہ نقصان ہو جائے گا یا ہماری خرافات و گھلیاں دھج جائیں گی اور ہمیں لوگ بدنام کریں گے ہمیں ذلت و حقارت کی نگاہ سے دیکھیں گی ہمارا اتنا زبردست مانا نقصان ہو جائے گا ہم منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گی، ہم سر اٹھا کر چل نہیں سکیں گے ہم گھبریں جائیں گے تو ہمیں اس کا بھی ڈر ہے کہ گھر میں لگھیاں اٹھیں اور گھر والے شکایت کریں کہ ہمارے خاندان میں یہ ہوتا آیا ہے ہماری برہنہری میں یہ ہوتا آیا ہے ہماری ماحول میں یہ ہوتا آیا ہے، یہ کسی شادی کر دی لڑکی کی یہ

نیسے لڑکے کا کالج کر دیا اور اس خرچ خرچت کر دی وہ ساری دھوم کہہ سکتی "اس کے جو فوائد تھے اور جس میں شان و شوکت تھے جو مظاہر تھے اور جو حیثیت عرقی ہزاری تھے اور ہماری جو سوشل پوزیشن تھی اور جس میں انصاف سے دیکھا جاتا تھا اور ہماری جو عزت تھی مجھے میں اور وہاں جس میں اس سب کے مطابق آپ نے مجھ کو بھی کیا سب سے پہلی چیز کیا اور سب سے پہلی پہنچی انھیں لگیں دیکھو یہ جہاں ہے ان کی یاں پیٹھ نہیں رہے ہوں نے کسی عداوت اور ہنی تجھو یہ اپنے ہونہر فرزند کو دیر سے پرستوار رہے ہیں کوئی اچھی کو کوئی نہیں ملے گی یہ پتہ کیا لگا ہے کیا آپ پہنچے گا اور کیا کھلائے گا وہ وہاں صاحب نے سو پہنچو دیا نہیں لیا اور قافوں نے کچھ نہ بھروسہ دیا اسکا پچاس باتیں ہیں۔

قرمیں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب اس کے دل کی یہ بات ہو جو وہ تمہیں میں اور جس کی جو حیثیت سے اس نے لے لی قانون بن جاتا ہے۔ اپنے لڑکے کی عداوت کرے گا تو اس معیار سے دعوت لڑے گا تو اس معیار سے پڑا ہے پہنچے ہمارے کھاتا ایسی ساری ہوئی ایسا احساس ہوگا اور ملاں سے ملے گا تو اس سے نہیں ملے گا ملنے ملنے کے لئے بھی کوئی فیصلہ کن بات نہیں ہے کہ اس کا حق ہے جو اس کا عزیز ہو نہ اس کا یہ رشتہ ہے اس پر اللہ سے یہ مانگ کر وہ حقوق ہوتے ہیں جس سے ملنے میں عزت ہے اس سے ملنے میں بے عزتی ہے اس سے ملنے میں فائدہ ہے اس سے ملنے میں نقصان ہے اور کہاں پہنچنے کو کہہ دیکھیں اور اشارے کریں کہ دیکھو کیسے سوز آ رہی کے ساتھ بیٹھا ہے اور نہیں بیٹھتا زیب کی بات بھی جانتی میں بھی ملاؤں میں ہو گیا وہ تم کو کہاں بیٹھا ہے سبہ جانے لگا اب اس کو بھی کسی کی ہوا نکلتی یہ سارے معیار ہیں اور یہ ہماری شریعتیں مسطور فرماتے ہیں یہ سب یہی الہی ہوتی تعلیم میں جو شریعت ہمیں ملے لڑا یا ہوں یہ حلال یہ حرام یہ جائز ہے یا ناجائز یہ مفروضہ ہے۔ دین داری سے یہ دین داری یہ خدا کی مرضی ہے یہ اس کی تفریق ہے یہ شریعت ہے یہ شریعت کا پیکار۔ جو شخص جب تک یہ سمجھ نہ کرے گا کہ اچھی بات وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بھی چاہی اس سے عزت حق ہو چاہے بے عزتی ہوئی ہو چاہے مجھ بہت جانتا ہو۔ اٹھانے و پھرنے نہ رہتا ہو یہ تو میں کچھ نہیں رہیں انھیں ان بات یہ ہے کہ یہ شریعت نے حکایت ہے یہ شریعت کے خلاف ہم علم رکھنے والے سے پوچھیں گے اس کے بارے میں شریعت کو کیا علم

ہے حضور ﷺ کے زمانہ میں تقریبات کبھی ہوتی تھیں۔

ایک بڑے صحابی جو مشرہ مشرہ میں ہیں یعنی وہ ان میں خوش قسمت صحابہ میں شامل ہیں ان کو حضور ﷺ نے ان کی زندگی ہی میں نام لے لے کر کبہہ پر کریمہ فرمائی تھی۔ حضور ﷺ کو بتا دیا گیا کہ یہ ہفتہ میں یہ ہیں مگر ان ہی میں ایک حضرت عہد اہل بیت بن عباس بھی تھے۔ پھر مہاجر بھی تھے مگر مہاجر نے جرحہ کر کے آئے تھے لہذا ان کے آپ ﷺ نے قبول نہ کیے تھے۔ ہر شخص ہے دیر جا کر کسی کو رشتہ ملتے ہوں، آپ ﷺ میں ہر روزی میں شادیاں ہوتی ہیں، ہر روزی بات یہ کہ تھوڑے سے آدمی کہ عظیمہ سے آئے تھے اور نسب کوئی کسی ملک سے کسی دوسرے سے ملنے کو جاتا ہے تو عام طور سے قریب قریب رہتے ہیں ذرا آسانی ہوتی ہے ایک دوسرے کی ضرورتوں کو سمجھتا ہے ایک دوسرے کی ضرورتوں کو جانتا ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کرتا ہے۔ مباد کو سمجھتا ہے، چنانچہ ہمیں نے کوئی دو تاجر تھے سب کچھ اپنی جائز غنیمت سے یہ بھر دہاری شہر بہ تھار کی مرکز ہے مین ذک اور جو غنائی لکھتے تھے دکاندار ہر دیکھی میں دھلی میں ہر حال تجارت کو تھا دالا ہوا میں۔ یہ یا راچی میں اکثر لوگ کراچی میں مقیم ہوئے اس لئے کہ ہر ایک دوسرے کی زبان سمجھتا ہے اور ایک دوسرے کو سمجھتے ہیں آپ ﷺ میں ہمدردی ہوتی ہے ہر وقت داریاں بھی ہوتی ہیں۔

اس کے مطلقہ ہوا ہے حضرت عبدالرحمن بن عوف حضور ﷺ کے قریب قریب رہتے ہوں نے اور یہ میرا اس وقت کوئی بہت بڑا شہر بھی نہیں تھا قریب ہے حدیث کی روایت ہے کہ ماکہ چلتا ہے کہ حضرت عہد اہل بیت بن عباس میں عوف ایک مرتبہ مشرہ مشرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہاں پہنچو زیا، ابھی اتنی خوشبو تری تھی مگر کہ ہوا اتنا آپ ﷺ کے ہونے فرمایا عبدالرحمن نے بت ہے یہ بات ہے۔ بے تکلفی میں آپ ﷺ نے پوچھا ایسا ہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے شادی کی ہے اس لئے یہ عطر وغیرہ ہے ہم نے یہاں سے جموں میں کیا اور اس کے سامنے کہا کہ آج تک کسی حدیث یا سیرت و تاریخ کی کتابوں سے پتہ نہیں چلتا کہ آپ ﷺ نے ایک طرف بھی زبان سے حکایت نہ فرمائی کہ کسی شہر یا قصبہ میں کوئی تقریب ہوئی ہو کسی بڑے ہائے والے کی تو کیا جانتا ہے کہ نہ تو کی ہوئی چاہے تم نہ کہتے دیکھا کر دیکھ اور پھر حضور ﷺ سے ہر حال میں اس کی بات ملتی ہے کچھ نہیں سمجھتے کہ اس لئے تو فرماتے کہ یا رسول اللہ ﷺ میں شادی کرنے چاہیے ہوں ۱۱

فرمائیے، اللہ مبارک فرمائے اور آپس میں الفت و۔۔

یہ حضرت عبدالرحمن بن عوف کی شکل ایمانی تھی کہ ہم یقینی دیر کے تے آپ کو تخریف رکھنے کی دعوت دیں گے اتنی دیر میں معلوم نہیں وہی کا کتنا حصہ نازل ہو جائے گا، دیر یا معلوم کوئی روز نامہ چاہتا کہ کل کون سا حصہ نازل ہوا، آج کون سا حصہ نازل ہوا تو ہم یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ جو وقت حضرت عبدالرحمن بن عوف کے یہاں شادی کا تھا اس وقت بھی قرآن مجید کی کوئی سورۃ یا اس کا کوئی حصہ نزل ہوا تھا وہ جگہ اس کے لئے مناسب نہیں تھی، پھر ہو سکتا ہے کہ اس وقت میں کسی آدمیوں نے اسلام قبول کیا، آپ نے حرف شکایت کا نہیں کیا، انہوں نے ایک حرف معذرت کا نہیں کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ کو زحمت ہوئی یہ مجبوری تھی، وہ دشواری تھی، کچھ نہیں کہا، خود انہوں نے معذرت کی ضرورت سمجھی نہ آپ کے دل میں شکایت پیدا ہوئی اس طرح شادیوں ہوتی تھیں۔

اس طریقہ سے اور یہ تہیں ہیں پانچ وقت کی نماز ہے سب سے پہلے عقیقہ کی بات ہے، معلوم کیجئے کیا توحید ہے کیا شرک ہے اور کیا ایمان ہے کیا کفر ہے اور پھر اس کے بعد ادا کا سبب قرآن میں پانچ وقت کی نمازیں ہیں آپ کچھ کر لیجئے، عمران پانچوں نمازوں کا اپنے اپنے وقت پر پڑھنا لازمی ہے، یہ جمعۃ الوداع ہے چاہے وہ چار آدمیوں کے ساتھ ہے اور جمعۃ الوداع پانچ سو آدمیوں کے ساتھ ادا ہوتا ہے اور عید کی نماز اس سے بڑی دھوم دھام سے ہوتی، لیکن نماز نمازی ہے چاہے جائناز بچھا کر پڑھنا پڑے وہ جمعۃ الوداع کی نماز سے بڑا بھی پڑھی گئی ہے اس سے بھی وہ کم نہیں ہے یعنی اللہ کا حکم ہونے میں اور اس پر عمل کرنے میں سب برابر ہیں اب جو نمازیں آئیں گی ان کا مرتبہ یہی ہوگا، ان کے پڑھے بغیر فرض ادا نہیں، دکان آپ نے فجر کی نماز چھوڑ دی چاہے آپ اپنا گھر لٹا دیجئے آپ سے پوچھیں پوچھا جائے گا کہ گھریوں میں آیا آپ سے پوچھا جائے گا کہ فجر کی نماز کیوں نہیں پڑھی۔

سب سے پہلے عقیقہ کا وجہ اس میں بھی سب سے پہلے توحید، پھر رسالت حضور ﷺ کی کہ اس کے ماننے بغیر کوئی نبوت نہیں پاسکتا چاہے کوئی ہو جب تک آپ کو آخری توحید آپ کی شریعت کو آخری شریعت نہ مان لے اور اس پر چلنے نہ لگے۔ نماز کے بعد پھر زکوٰۃ کا وجہ ہے، معلوم نہیں کتنے بھائی ایسے ہیں جن پر زکوٰۃ فرض ہے، کسی سے پوچھتے ہی نہیں کہ زکوٰۃ فرض

ہوتی ہے کتنی مقدار میں ذکوہ فرض ہوتی ہے ماحولوں سے پوچھنا چاہئے اور کئی بھائی ہوں گے کہ ان پر فرض ہو چکا ہے مگر کسی سے پوچھتے نہیں جتنے حق فرض ہو۔ چنانچہ ان کی یہ صورت ہے کہ ایک رسم و رواج پر زندگی چس رہی ہے میدانی بقرعید کی نماز بڑی دھوم دھام سے پڑھ لیں گے اور کسی سے کچھ پوچھنا معلوم کرنا نہیں اور پھر شادی اور یہ رسم و رواج نہیں ہے سب شریعت کے کام ہیں، بیٹے کی شادی نہ راجا اور بیٹی کو رخصت نہ کرے، یہ سب شریعت کا قسم ہے اور شریعت کی طرف سے ہدایات ہیں، دین کا کام ہے، مگر اسے دیکھنا چاہئے جیسا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بتایا ہے۔

پھر اس کے بعد یہ فضول خرچیاں ہیں، سودی قمار ہے، سہاف ہے، ماس ڈھونڈنے سے شیرت کے لئے بانی بڑی دھومیں کرتا، کام کی خوشام کرنا، ان سے تعلقات پیدا کرنا، کچھ دیکھنا نہیں آئے گا۔

حتى تكون هواءا تبعا لعدا جنتہ

جوئی کا لفظ یہاں کہہ دیا جو سب پر صادق آتا ہے، جس کو دل چاہتا ہے، جس سے دل خوش ہوتا ہے، جس سے تعریف ہوتی ہے، جس سے دل کو اطمینان ہوتا ہے، یہ سب عیار اس کے تابع اس کے ہیں، وہ ہو جائیں اس لئے کہ وہ مول کے نیچے نہ آجائیں جس کو میں لے کر کے آیا ہوں، منظور بھیجے فرماتے ہیں۔ چہا لہذا ہٹا ہے، جو حدیث سے اعتدال رہتے ہیں، اسے تہمت بھیجنا کامطلوع کرنے میں ہو سکتی ہے۔

آخری بات یہ ہے کہ ایک آئندہ نسل کی حفاظت کیجئے، مذہب قائم کیجئے، اپنی تعلیم و رواج دیجئے، تم رب مدرسہ ہے وہاں اپنے بچوں کو بھیجے کہ محلہ سے محلہ سے نئے باندی ہے براہوی کے بچے اور واسقہ میں، وہاں کہیں کہیں قرآن کو پڑھنے لگیں، اپنی کتابوں کو سمجھیں، اے عقلمندو فرمائیں اور احکام سے واقف ہو جائیں، تب ہی مسلمان رہ سکیں گے، یہ آپ کا دیکھنا، اس وقت ہذا ظہر یہ پیدا ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہہ دیں میں یہ بات بے کتابوں میں نہیں سیکھی ہے تجربوں میں بھی آگئی ہے انہاں میں بھی آگئی ہے کہ اس ملک میں ہمیں ہندوستانی میں کر رہنا چاہئے، یہ ہندو مسلمان کا فرق جو ہے صحیح نہیں بات، بات یہ کہنا کہ ہندو مسلمان ہیں اس کے لئے ہم قرآن شریف پڑھ سکیں، اپنی مذاہب کو میں پڑھ سکیں اور وہ پڑھ سکیں، یہ سب کچھ نہیں

یہاں میں ہندوستانی میں کر رہا ہوں ہے اور صرف کھانے پینے کی فکر کرتی چاہئے کہ ہم اس قتل ہوں اور ہم یہاں کی زندگی میں کھپ جائیں اور کوئی چیز ضروری نہیں۔

تو اس وقت بہت خطرناک منصوبہ چھپ رہا ہے۔ مسلمانوں نے وہ دنوں سے منظر اللہ نے اور وہی ہے یا نہیں کہ ضرور ایک نئی سل ہے انہیں یا کھانے کی فکر نہ رہے، ان کا عقیدہ تو یہاں ہوگا کہ شریعت کو نہیں کے انہیں جو نہیں کے اس کے حکموں کو انہیں کسائی کی چیز دینی اس کے دینہ اور انہیں کے دینہ اور انہیں کرنے اور انہیں کے کافرق پہنچائیں کے دینہ انہیں کو آپ کے لئے قرض ہے اور ساری چیزوں سے زیادہ ضروری ہے کہ آپ طلبہ کا نذر کر لیں اور سہ قائم کریں اور ہم میں بھی ایسا مانع مانع ہے کہ وہ دن کے تواترین مستورات سے کہہ دینے کے حکم میں دینی یا انہیں کیا کریں انہیں کو انہیں کے لئے قہر کے واقعات، سلطانہ کی حکایت یہاں کیا کریں اسلئے اور انہیں مانع مانع مانع کہ انہوں نے قہر کا نذر کر لیا انہوں نے اس طرح سے بتا دیا کہ انہیں کو آپ کو پوچھتے ہیں ان کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے، انہیں کو آپ پر سستی کرتے ہیں اور انہیں نہیں کرتے، میں نے ان کے ساتھ کیا کیا وہ اپنے کو بھی نہیں پہچا سکتے تو آپ کو وہ کیا پوچھیں گے، انہیں طلبہ اسلام کے قہر سے ناہور انہیں علیہ السلام، یہ مانع ہے اور پھر سرورہ نکات حضور ﷺ کے تھے، سنانا اور ان سے واقف کرنا اور محبت یہاں کرنا۔

یہ سب چیزیں ضروری ہیں، یہ چیزیں آپ اپنے ساتھ لے کر گئے جائیں، یہ میں انہوں کو بھلادی دیتی ہے ملنا مانا دیتا ہے، اس سے اس وقت ہم نے ذرا طمیزان سے بات کر لی کہ نہ کھانا ہے اور نہ کوئی اور کام اور پیش ہے، اس ان چیزوں کو یا اور کھنے اور میں پھر اس حدیث نور ہر اتانہوں انہیں سے کوئی صاحب ایمان نہیں دے سکتا، آپ تک کہ اس کی چاہتی چیز اس کی یہ نہ یہ چیز اس کے مانع اس کے چھوڑ دینا چاہئے اس کی خام نہ بن جائے، اس کا چاکر نہ بن جائے، اس کو میں سے کر کے لے لیں، انہوں جو شریعت لے کر گئے آیا ہوں۔

وما علیہ الا البلاغ للعین

اس دنیا کی فلاح، سعادت اور تباہی و ہلاکت انسانیت کے ساتھ وابستہ ہے

الحمد لله نعمدة وسعته ونستغفره ونومن به ومن كل عليه ويعود
سافه من ضرور انفسا ومن سيات اعمالا من بهدى الله ولا مضل له
ومن يضلله فلا هادي له ومشهد ان لا اله الا الله ومشهد ان محمدا
عبد ورسوله .

دو ہزار اور پانچ سو اس وقت تمام دنیا میں مختلف اختلافات، جہاد و زمرہ، جو تہمتیں، سوج
کی طرح روشن ہیں اور جن میں اختلاف کی کوئی وجہ نہیں، ان میں بھی اختلاف پیدا ہوتا ہے،
کوئی دعویٰ ایسا نہیں جس کی ہر جگہ سے ہر ادا سے اور ہر طبقہ خیال سے تائید ہو۔ ایسی کوئی
حقیقت نہیں جس پر سب کے سب متفق ہوں، لیکن ایک بات ایسی ہے جس کی تائید آپ پر
طرف سے نہیں کیے اور جہاں جاکیں گی اس کی صدا سے ہر شے پائیں گے، وہ یہ ہے کہ اس
وقت دنیا میں ایک عالمگیر فساد پھیل چکا ہے، اور یہ دیکھ کر سے جس نے دنیا کا کوئی گوشہ خالی نہیں ہے
یہاں تک کہ جو آپ اپنی مادی ترقی کے لئے عموماً پر غفلت تھے، وہیں بھی آ کر آپ جا میں
گئے تو ایمان کا رونا پڑ نہیں سکے۔

کوئی جگہ کوئی کتب کوئی مہاشہ کوئی مذاکرہ کوئی عذر، ہر جگہ اس سے خالی نہیں۔
دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہر جگہ آپ ہی کا حکم پائیں گے کہ
پکار بہت بچل کر رہا ہے، اور دنیا میں ایک عالمگیر فساد پھیل چکا ہے، یہ وہ حقیقت ہے جس پر قریب
قریب اس وقت دنیا کے تمام سوچنے اور سمجھنے والے یہاں تک کہ جو سوچنے سمجھنے کی صلاحیت
نہیں رکھتے، وہ بھی متفق ہیں جو کفاروں کے چلنے والے ہیں وہ تباہی کے دانے سے چلنے
ہیں ان لوگوں کو اس کا اتفاق نہیں دیتا یا اس کی فرصت نہیں دیتی، ان کے کانوں میں بھی یہ بات

پرتی ہوتی ہے۔ ہر ملک ہو یا کوئی بزرگ ملک۔ یورپ ہو یا امریکا۔ افریقہ ہو یا ایشیا۔ اور یہاں تک کہ وہ سرزمین جو خیر و برکت کی سرزمین ہے۔ وہاں بھی انہی آپ بانیوں کے توسل کا احساس عام ہو رہا ہے۔

یہ ایک نئی اچھی دینی دُور ہے جس کو سراسر اسی کوئٹہ میں دیکھو تو ضرور جیسے سونے کا تار
 سبب دیا ہے جو جس قدر اس کا دھوکہ سلجھنے لگتا ہے شش کی پانی ہے۔ وہ بھٹک رہی تھی جانتی ہے۔
 کہ کتنے کدیرا ہاتھ میں پھنسا اور اس کا تار لے کر کھینچ کر دیکھ رہی ہے اور جو خدا نے پیدا کیا وہ
 تم کو کیا ہے اور اس کی کوئی غلطی نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق اور ان سب لوگوں کے عقیدہ کے مطابق جو خدا ہے، جو پرہیزگار رکھتے ہیں اور خدا کی صفات کا کوئی شک کوئی تصور ان کے اندر پایا جاتا ہے، وہ سب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کی اصدات کو اس دنیا کا فرماندار اس دنیا کی حاکم اور اس دنیا کی شکاوت اور اس کا بڑا بڑا ماس کی خوش حالی اور کسی بربادی۔ سب کو انسان کے ساتھ وہی ہے۔ انسان اگر اچھا ہے تو یہ دنیا اچھی ہے، اگر انسان مجرا ہوا ہے، راستہ چھوڑ چکا ہے، خود کھٹی پر آمدم ہے، باتیں دیر بادی پر کمر بستہ ہے، اس کو اپنی قیمت معلوم نہیں، او خدا کو بھول چکا ہے اس کے مقید میں نے کبھی بھول چکا ہے۔ اس کو اپنے آغزو انجام کی خبر نہیں، فکر نہیں تو پھر اس دنیا کے بڑا کو کوئی مدد نہیں سکتا اور اس بھڑکی ہوئی دنیا کو کیا نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ذات غنی ہے۔ وہ انسان کا محتاج نہیں لیکن اس نے ایک توہین مقرر کر دی ہے۔ یہ سنت الہی ہے اور سنت الہی کبھی تبدیل نہیں ہوتی۔

وَلِيْن فَجَد لِسَةٍ اَللهُ تَعَالَى وَلِيْن فَجَد لِسَةٍ اَللهُ تَعَالَى

قرآن شریف میں بار بار یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو قانون جس سے
سے بنادیا جس میں جو خواہش رکھ دیئے ہزاروں لاکھوں برس گزر جانے کے بعد بھی وہ خواہش
ان کے اندر پختہ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا قانون اسی طرح سے جاری و ساری اور کارفرما ہے
جیسے ہزاروں برس پہلے تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حکمت بالحدیث سے، اپنے انوار و احیاء سے، اپنی قدرت سے ربی کی

سعادت و شقاوت کو انسان کے ساتھ وابستہ فرمایا ہے۔ خدا کا یہ قانون ہے کہ یہ دنیا انسان کے واسطے ہے۔ انسان اچھا ہے تو یہ دنیا اچھی ہے، انسان اُتر برا ہے تو یہ دنیا فساد کا گہوارہ ہے۔ آپ اگر تاریخ میں اس کا سراغ لگائیں گے اور تاریخ کی کتابوں میں دو تک جائیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ دنیا کا بگاڑ انسان کی وجہ سے ہے۔ انسان سرچشمہ ہے دنیا کی خلائق، سعادت کا اور انسان سرچشمہ ہے دنیا کی تباہی و بلاء کا۔ اس لئے انسان چیز جس پر محنت صرف کرنے اور توجہ کرنے کی ضرورت ہے، وہ انسان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی صحیح تربیت فرمائی اور ان کو ماسور فرمایا۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے جو عقل سلیم اور نبوت کا نور عطا فرمایا تھا اس کی روشنی میں انہوں نے اس حقیقت کو پایا کہ اس دنیا میں جو کچھ ان کے کرنے کا کام ہے وہ انسان کی مدد دہی ہے اور انسان کی ہدایت ہے۔ راستے کو سمجھ لینا اور اس پر اپنی طاقت اور صلاحیتوں کو لگا دینا ہے۔

انبیاء علیہم السلام نے اس حقیقت کو سمجھا۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت ان کے شامل حال تھی اور ربہ الہی ان کی پشت پر تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فیصلہ تھا کہ ان کے ذریعہ سے اس گم کردہ انسانیت کو اور اس تباہ شدہ دنیا کو ایسا امن و سکون اور راحت عطا فرمائے گا کہ اس دنیا میں بھی انسان کو جنت کا مزہ آجائے اور اپنی زندگی ہی میں وہ جنت کا حشاق ہو جائے، اور اس دنیا میں اس کو انسان بن کر رہنے کا سلیقہ آجائے۔ اسی لئے انبیاء علیہم السلام نے ایک لمحہ تردد کئے بغیر اور ایک دن بھی تجربے کی ضرورت سمجھے بغیر جس وقت دن کا پہلا چھان پر نازل ہوا، انہوں نے ساری طاقتیں ایک موضوع پر صرف کر دیں اور وہ انسان تھا۔

لیکن خود انسان ایک عالم ہے۔ انسان کسی طرف سے اپنی وسعت میں اپنی گہرائی میں اپنی پیچیدگی میں، اپنے تنوع میں، اپنے راز باطن میں، اپنے تہ بہ تہ پردوں میں، کو طرح اس کائنات سے، سیاروں سے، نظام شمسی سے، نظام فلكی سے اور ہماری اس لمبی چوڑی دنیا سے کم نہیں۔ انسان تو اتنی وسیع مخلوق ہے جس کی تہ تک پہنچنا ہی ناممکن ہے جس طرح پتے سے آپ سمندر میں ایک چٹکی ڈالیں اور پتہ نہ چلے کہ وہ کہاں گئی، انسان کی سہرائی اس سے بھی کم نہیں زیادہ ہے۔ اس کی تہ کو اس کے پیدا کرنے والا ہی جانتا ہے۔

"إلا يعلم من خلق وهو اللطيف الخبير."

یہ انسان خود ایک عالم ہے۔ اس کو اللہ نے دماغ دیا ہے، اس کو اللہ نے دل دیا ہے، اس کو اللہ نے اعضا، جو ارتح دینے ہیں، اس کو اللہ نے مقاصد مضافہ مائیں ہیں۔ بڑے ہو کر دروازہ سر بلند۔ اس کی یا خواہشات ہیں، کبھی کیا خواہشیں ہیں، کیا کیا اندازے ہیں۔ اس کی کیا کیا تمناں ہیں۔ آرزوئیں ہیں۔ غرض کہ اتنا بڑا دنگل ہے کہ بڑے سے بڑے محقق اس میں خم ہو جائیں۔

دنیا، علیہم السلام کے سامنے دو انسان آیا اور ان کو معلوم ہوا کہ اس انسان پر ان کو محنت صرف کرنی ہے اور اس کو جانا ہے تو اب ان کے لئے جزا امتحان تھا۔ اور اس موقع پر انسانی نفسیات کے ماہر ہوتے، بڑے بڑے معلم ہوتے، بڑے بڑے مفکر و فلسفی ہوتے تو ہزاروں خونریں کھاتے وہ انسان کی انسانیت کا صبر بٹکانے کے لئے نکلتے اور اس کا سر دھو بیٹھنے کے لئے وہ مشور و معترض کرتے تو عمر گزر جاتی بلکہ ٹپٹیں گزر جاتی اور ان کو اس کا سرا نہیں ملتا۔ یہ انسان ایک ایسی پہلی ہے جس کا بڑھنا ہی مشکل ہے خود انسان اپنی حقیقت سے واقف نہیں اس کے سینکڑوں شعبے ہیں، کتنے شعبے ہیں جو معلوم ہو چکے ہیں اور کتنے شعبے ہیں جو ابھی تک نامعلوم ہیں۔

دنیا، علیہم السلام کے ساتھ آخر اللہ کی رہنمائی نہ ہوئی اور اللہ کی نصرت شامل نہ ہوئی اور تقدیر الہی کا فیصلہ نہ ہوا کہ اللہ کے آخری نبی جس سے قیامت تک جہاد کا کام لینا ہے اور اس دنیا کا بگاڑ ان سے دور کرنا ہے اور انسان کو اس کے خالق سے ملانا ہے اور انسان کا مقصد زندگی سے آگاہ کرنا ہے تو انسان کی ہدایت کا کام آسان نہ تھا۔

انسانیت کے محققین کی ٹپٹیں گزر گئیں جو دماغی کے اندر سرزدان رہیں اور دماغ کی کافر پر انہیں ترس گئیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں علیہم السلام کی رہنمائی فرمائی کہ دنیا کی اصلاح و تبدیلی کا مرکز انسان ہے اور انسان کی اصلاح میں تبدیلی کا مرکز اس کا دل ہے۔

دن کب کو تو ایک لفظ ہے لیکن اس کا بھی کوئی اور چہرہ نہیں، اس کی وسعت کا کوئی اندازہ کر سکتا ہے، یہ سارا عالم اس کا لقمہ بن سکتا ہے یہ سارا عالم اس کے دل کی نو ہمتوں میں ویسا گم ہو سکتا ہے کہ پتہ ہی نہ چلے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت و رہنمائی فرمائی کہ انسان کے اندر خیرہ ارادہ پیدا ہو جانا اپنی

ہستی سے واقف ہو جائے اور ایسا رکامہ داس کے اندر پیدا ہو جائے اور انراض سے اس کا پاک ہو جاتا
 اپنی اور دوسروں کی زندگی کو خدا کے صف کے راستے پر ڈالنے کی توجہ کش کرنا تاکہ سب کے سب
 خدا کی رضا سے جو یا میں جائیں۔ اپنی شہوتوں اور خواہشات کی بندگی سے آزاد ہو جائیں اور ایک
 خدا کے واحد کی بندگی میں ملج جائیں اور ان پر ان کے وہ صف کی حکومت نہ ہو ان کے
 خواہشات کی حکومت نہ ہو ان کے غلی مقاصد کی حکومت نہ ہو۔ وہ صرف اپنا اور اپنے بچوں کا
 پیٹ بھرنے کے لئے ہاتھ پاؤں نہ ماریں اور اس دنیا کو صرف اپنے گھر کے اندر محدود نہ
 سمجھیں۔ اپنے چار بچوں والی، آٹھ بچوں والی، دس بارہ افراد خاندان والی دنیا نہ سمجھیں کہ
 ماری، دنیا ہی ایک گھر کی گھر آگنی اور سب ماری دنیا ہے۔ پس مجھے مرنا اور جینا ہے۔ اس
 قفس سے جس کی تیلیاں کہیں مرنے کی ہیں، نہیں مرنے کی ہرگز بہر حال یہ آپ بخت ہے۔ اس
 منجر سے وہ آزاد ہو جائے اور خالق کی دستوں سے آزاد ہو جائے۔

”وكلنا لك نرى ابراهيم ملكوت السموات والارض وليكون من

المؤمنين“

اس کو معلوم ہو جائے کہ میرا خالق کیا ہے؟ اس کی کیا کیا صفات ہیں؟ اس کے پاس کیا
 ہے؟ اس سے کیا چیز مانگی جا رہی ہے؟ اس کے خزانے میں کیا کچھ ہیں؟ اس کے خزانے سے کچھ
 کیا مل سکتا ہے؟ وہ کون سے اعمال ہیں؟ کون سے اخلاق ہیں؟ کون سے عقائد ہیں؟ کون سا
 طرز زندگی ہے؟ جس سے میں خالق سے وہ نعمتیں حاصل کر سکتا ہوں جن کا کوئی تصور بھی نہیں کر
 سکتا۔

”املا عين رافت ولا اذن سمعت ولا خطر على قلب بشر“

کسی آنکھ نے اس کو دیکھا نہ کسی کان نے اس کو سنا اور نہ کوئی دل میں اس کا خیال گزارا۔
 نہ ان ایک جنگل ہے۔ اس میں ہر طرف کے شیر، چیتے اور تیندوے موجود ہیں۔ یہ نہ
 سمجھے گا کہ یہ اس کے باہر کی دنیا میں موجود ہیں بلکہ درحقیقت یہ انسان کے اندر موجود ہیں اور
 باہر ان کا ظہور ہے۔ انسان کے اندر کے شیر اور تیندوے، انسان کے اندر کے چیتے اور
 بھیڑیے، انسان کے اندر کے کتے اور سور، باہر کے کتے اور سوروں سے کہیں زیادہ خطرناک،
 کہیں زیادہ ترہیلے، کہیں زیادہ خونخوار اور کہیں زیادہ انسان کے خون کے پیاسے ہیں۔ اور ان

اللہ تعالیٰ کی دوسری توفیق یہ تھی کہ اس نے ان کو یہ سمجھ دیا کہ انسان کے دل پر اپنی ساری طاقتیں لگا دیں، حدیث شریف میں آتا ہے۔

"ان فی الجسد مصفٰۃ او صلحت صلح الجسد کما واذ فسدت فسدت کلہ الا وہی القلب"

انسان کے اندر ایک مقدس گوشت ہے، ایک حقیر سرنگھڑا ہے انسان کی گوشت کا۔ اگر وہ درست ہو جائے تو رانسم درست ہو جائے۔ پارکوں۔ یہ وہ ہے اس کے انہوں نے دل پر اپنی طاقت صرف کی انہوں نے اس حقیقت کو پالیا کہ مسائل اور اراکے، ذہنیات، حقائق، کائنات کے بارے میں، یہ یہ ہے اور ان کے اندر اللہ تعالیٰ نے جتنی بھی طاقتیں پیدا کی ہیں اور جتنے بھی غامض پہنچانے اور نقصان پہنچانے والے ذرائع پیدا کئے ہیں وہ سب انسان کے اراکے کے تابع ہیں۔ انسان کے اندر خیر کا اراکہ پیدا ہو جائے تو اراکے نہیں ہوں گے تو وہ وسائل پیدا کرے گا اور خدا اس کے لئے وسائل پیدا فرمادے گا۔

اگر انسان کی طبیعت کا رقعہ صحیح ہو جائے، اگر انسان خیر کا طرب، اگر انسان انسان کی خلاصہ چاہئے والا ہو، اگر انسان انسان کو فطرت پہنچانے کا خواہش مند ہو، اگر انسان اپنی آسما کو دوسروں کے لئے متنازع ہے، دوسرے کے زندہ رہنے کے لئے اپنی زندگی کو خطرے میں ڈالنے کی ہمت رکھتا ہو، اور اس دنیا سے بدھتی ہو تو روز کرنا چاہئے، اس دنیا سے نفرت کو دور کرنا چاہئے، اس دنیا کو امن سے خوش حالی سے اللہ کی محبت سے انسان کے قدر سے، انسانی جان کی قیمت کی احساس سے بھرنا چاہئے تو پھر مسائل نہ ہوں گے تو بھی وہ اتنا بڑا کام انجام دے گا جو بڑے سے بڑے مسائل کے ساتھ آج تک نہ انجام دے گا۔ یہ انسان پہنچتا ہے۔ اصل چیز ہے انسان کا ارادہ ہے اگر ارادہ صحیح ہو جائے اور اس کا سر پرست صحیح ہو جائے، وہاں سے وہ ارادہ نکلتا ہے تو سب کچھ درست ہو جائے

ہمارے اس ہاتھ میں اللہ نے جڑی طاقت دے رکھی ہے۔ لیکن یہ ہاتھ خود کوئی چیز نہیں، اس کی کوئی ہستی نہیں۔ یہ ہاتھ مصلوبہ ظلم کے لئے اٹھ سکتا ہے، ظالم کے لئے اٹھ رہا ہے، آج ساری انسانی قومیں اور اس کی ساری طاقتیں ظلم کے لئے وقف ہیں اور یہ کوئی نہیں اور جدید اذقیاس بات نہیں کہ جب انسان کا دل بدل جائے انسان کے دل میں اور اس کی نیت میں خیر

آجائے اور اس کے دل کے اندر انسان کی دشمنی گھر نہ رہ جائے۔ اس کو انسان کے خون کی چھت فلک جائے تو اس کا باوجود قیام کا سر قلم نہ رہے۔ یہ وہ ہے کہ آفرین ۱۲ بعد ہر جود فرشتہ سہارا دے گیا ہے، اس کو چھین لینے کے لئے غریب مظلوم کے فاقہ زدہ گھر سے جس کو بھوکوں کے بعد چند دانے پکانے کے لئے اپنا اور اپنے پیسے قیام بخون کا پیسہ بھرنے کے لئے ملے ہیں۔ یہ چند دانے اور اس کے چھ لکھے کو اٹھا لینے اور اس کی آگ کو بھل کر رہنے کے لئے اس وقت تیار رہتا ہے۔ لیکن مسئلہ صرف ہاتھ کا نہیں بلکہ اس کا اور اس طرح کی ساری خرابیوں کا اٹھنا اس پر ہے کہ انسان کے دل میں کیا ہے اس کا ارادہ کیا ہے؟

کیا انسان کے اندر خیر کی طلب پیدا ہوگئی؟ کیا اس کے اندر خوف پیدا ہوا؟ کیا انسانیت کی حقیقت اس پر بھل گئی؟ کیا انسان کو مسیحی کا آغاز و انجام معلوم ہو گیا؟

انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ نے عقیقی زہری دھکی ہے اور اس کے دل کی اندر سونا اٹھنے کی جو صلاحیت رکھی ہے اس کے سامنے سہ ہریا کے میدان اور ہندوستان کی سرسبز زرخیز زمین بچ ہے۔ اگر اس کے اندر نیک ارادوں کے امنے پھیلنے چھوٹے اور پرورش پانے کی حمایت پیدا ہوگئی اور انسان کے تعلیمی اغراض و مقاصد اور اس کی عقیقی خواہشات اٹھانے کے لئے تیار رہے تو انسان ان کو کو دینا کر اپنے دل کی سر زمین سے نیک ارادوں کی عقیقی پیدا کر سکتا ہے اور یہ بھتی پھس سے سختی ہے، پک سکتی ہے، اور کالی جاسکتی ہے۔

لیکن اگر یہ دل کی سر زمین خیر ہوگئی ہے تو اس کے اندر کانٹے تو پیدا ہو سکتے ہیں، پھول پیدا نہیں ہو سکتے۔ اس کے اندر تواریں تو آگ سکتی ہیں لیکن امن دینے والی چھانٹیں نہیں پیدا ہو سکتی۔ زہر تو پیدا ہو سکتا ہے لیکن تریاق پیدا نہیں ہو سکتا، بد امنی پیدا ہو سکتی ہے امن پیدا نہیں ہو سکتا، نفرت تو پیدا ہو سکتی ہے محبت پیدا نہیں ہو سکتی۔ اپنے بچوں کو پانے کے لئے تیسروں کا پانی پھانڈنے کا جذبہ پیدا ہو سکتا ہے لیکن کسی بے کس کسی مظلوم اور کسی مسکینت راہ کی حفاظت اور عقیقہ کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھنے کا جذبہ نہیں پیدا ہو سکتا۔

اگر انسان کی فطرت ہی کچھ ایسی ہوگئی ہے کہ اس کی پیاس شربت سے نہیں بجھتی، مردودہ سے نہیں بجھتی۔ جس کو اللہ نے "لَبْسًا حَالِصًا مَالًا لِلشَّارِبِينَ" کہا ہے۔ اس کی پیاس خنجر سے چھ پانی سے نہیں بجھتی جس کو قرآن "مَاءٌ اَمْرًا" کہتا ہے۔ اس کی پیاس جلد و

فراٹ کے پانی سے نہیں بجھتی بلکہ اس کی ہر سانس انسان کے خون سے بجھتی ہے۔ انہی حالت میں اگر یہ چوہہ اور دوسرے پکارے جن تک خنچے اور وہاں کی آب و ہوا اپنے منہ سے نکلے گا۔ انسان جتنی مادی توانائیاں صرف کر رہا ہے۔ یہ چوہہ مر جائے گا اور دوسرے یہ دیکھ کر پکڑ جائیں گے۔ انسان کے کلمہ مومن کے نیچے ہوا میں اور یہ مادی دنیا جنت کا تصور بنائی جو نے نہیں انسان کے دل کی کھینچ خراب رہے اور ان سے تھیر پیرا کرتے ہی صبریت جاتی رہتی ہے تو وہ دیکھ کر ان کی فکر میں جتنا بھی بدلتی ہے۔ اس کی حالت بھی۔ یہ کہ نہیں کہتی اور یہ دنیا انسانوں ہی کے ہاتھوں پھر بھروسہ دین چاہئے۔

[illegible]

کوفی پور میں کرملہ کو بیٹا اس نے احمد اسی ہے نوحی پیر ہو گئی ہے کیا اسات
... میں میں نے طریقی ہو، قربان کر سکتا ہے یا انسان وعدہ دلا کرے کے لیے اپنی قربان سکتا
کے ایک منکر ہو چائے کے لیے اپنے علم کے کھینچتے کائنات میں رہتا ہے وہی

انسان خود رشتی ہے اور بیاس سے خلق میں کائنات پر لگے ہیں، امر باہر ہے، اچھڑ بھی دوسرے رشتی کی بیاس بچانے کے لئے اپنا پانی پٹا کر سکتا ہے، ادنیٰ کی عقل اس کا تصور کرنے سے بھی عاجز ہے۔ یہ سب کچھ خدا کے فیصلہ کی مخلوق کا، انہوں نے دل کی تختی پر صحیح طریقہ سے محنت لی اور اس سے خود اللہ کے رکھے ہوئے خلقی شرائط اور دینیوں کو نکالا اور غائبانہ نیت لوگوں سے مایہ مال کر لیا۔

خدا کے فیصلہروں نے اس زمین کو چھوڑا، بڑے بڑی ماہرین کو چھوڑا کہ: صنعتوں کو ترقی دیں، اندان کو دکھان ان کی رہنمائی کا دعویٰ کیا بلکہ انہوں نے صاف کہہ دیا "انتم اعلم بالصور دنیاکم" صنعت والے صنعت کے میدان میں ترقی کریں، زراعت والے زراعت کے میدان میں اور علم والے علم کے میدان میں۔ اللہ نے زمین کو ایک اور میدان دیا: یہ ہے۔ وہ انسانیت کا میدان ہے انہوں نے اس میدان میں محنت صرف کی تو دنیا کا نقشہ تیار کیا ہو گیا۔ صرف ایک دور کی تاریخ دیکھیں کہ وہ دور کی جب حضور ﷺ کو اللہ نے یہ موقع دیا کہ وہ دہلی کی سرزمین میں کھیتی کریں تو آپ دیکھنے لگے کہ اس زمین میں کیسی بہار آئی۔

اس وقت ہزاروں شکلات تھیں، تھن اپنے بالکل ابتدائی دور میں تھا۔ انسانیت نے بہت سے میدانوں کا انکشاف ہی نہیں کیا تھا، سائنس نے گویا اپنا سفر ہی شروع نہیں کیا تھا، قدم قدم رکھتے تھے، سفر کی دشواریاں تھیں، آئندہ جگہ سے دوسری جگہ آدلی کے پھینچنے کے لئے محنت، شکلات درجہ تھیں۔ لیکن جب نیک ارادہ پیدا ہو اور ان کے اندر انسانوں کو خدا کا پیغام پہنچانے کا انسانوں کو ہر مہل سے نکالنے کا اور ترہ کا سچا جذبہ پیدا ہو کہ انسان اپنی جہت کو اس طرح خاک میں ملاتا رہے اور ن کو اپنی آغلیوں سے صاف نظر آجائے جہنم کے شعلے بھڑک رہے ہیں، اور انسان اس میں چھلانگ مارتا چلتے ہیں۔ جیسے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ میری اور تمہاری مثال ایسی ہے کہ جیسے کسی شخص نے آگ روشن کی اور چوہے اس میں گرے لگے۔ وہ جانتا ہے مگر جانتا نہیں پاتا، پروانوں کی طرح آگ میں کودنے اور چھلانگ مارنے کے تیار ہیں اور نہ تمہاری مگر پھر پھر کرتے ہیں اس سے بڑا مایا جانتا ہوں۔

جب خدا پر کراؤ یہ حقیقت مشکف ہوئی تو پھر سب کی صورتیں اور اس کی دشواریاں ان کی راہ میں آج کل ہوئیں اور ان وقت کی اقسیم اور سفر کی طوالت، راستوں کے خطرات۔ ان

میں سے کوئی چیز بھی ان کے عزم کے سامنے نہیں ٹک سکتی۔ اس لئے کہ ایک تو نیک ارادہ پیدا ہوا ہو اور یہ کہ فراموشان پرستوں کی ہو کیا ان کے اعصاب پر اور ان کے دل پر غلبہ چھا گیا۔ اب ان کو لکھا چٹا مکمل ہو گیا۔ وہ لقمہ توڑتے تھے اور کہتے تھے۔ میں لقمہ توڑتا ہوں اور اللہ کے جواروں بند۔ ہم اکل "مخلہ حنظلہ" من اکل "جنم کے کنارے نکلے ہوئے ہیں جتنی میر میں لقمہ منہ میں رکھوں گا اور تاروں میں جاتی رہیں گئے خدا سے بندے جنم کے لقمے میں ٹر پڑیں گے۔ عبادت اور ذکر و دعا تو خیال جو ہے لیکن دوسروں کو جتنی کہ اپنی اولاد کو بھی سنا ہوں سے نہیں رہتے اور امید رکھتے ہیں کہ مسیت رفع ہو جائے۔ بڑے تعجب کنہ اور ہیں مجھے لے لو اکل پڑھتے ہیں نہ لقمہ والے مرشد ہیں لیکن بڑے طاقتور ہیں اور بھی معذرت سے ہیں لڑکیاں بے پردہ اور مزاج چارہ ہیں لیکن جان ہے کہ اپنی نیکی کی کھمبہ میں جھکا ہیں کبھی حرف غلط کی طرح بھی نہ بنوں پھر ایک نوک نہیں آرتے۔

ایک ہستی کو اللہ کے کھم:

ایک حدیث میں ارشاد ہے اللہ جل شانہ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو خیم فرمایا کہ تم فلاں ہستی کو اس کے رہنے والوں کے ساتھ جنت الہیہ میں لے جاؤ۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا اس پر درکار ان میں آپ کا فلاں بندہ بھی ہے جس نے چل چھٹکنے کی جگہ بھی آپ کی فرمانی نہیں کی کیا اس کو اس حداب میں شریک کر لیا جائے اللہ جل شانہ کا ارشاد ہوا کہ اس ہستی کو اس شخص پر اور باقی رہنے والوں پر انتہی دو کیونکہ یہ شخص خود کو نیکیاں کرتا رہا اور نہ فرماندوں سے بچتا رہا لیکن اس کی پیروی پر میرے احکام کے بارے میں کبھی کسی وقت ممکن نہیں پڑی۔ (مشکوٰۃ شریف)

اسرار و معرفت نبی من اللہ کی فریاد کی انجام دہی میں کوتاہی کر سنا کا وبال اس قدر ہے اس حدیث سے ظاہر ہے۔

کی، صورت پرستی کی، تلمیذوں کو جسے تو اس نے خصوص برآمد ہوگا، اس سے صداقت برآمد ہوگی۔
اس سے انصاف برآمد ہوگا، اس سے انسانیت کی غلامی کی غلب برآمد ہوگی اور پھر دنیا میں بہار
آئے گی اور یہ دنیا آخرت کا راستہ بن جائے گی۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ

صور زندگی

الحمد لله وكفى وسلاح على عباده الذين اصطفى ام بعد O فاعوذ
بالله من الشيطان الرجيم O بسم الله الرحمن الرحيم O

بعثت سے پہلے دنیا کے حالات

طغوت اور پتھر و سویریں پہیلی - کیا پتھر و اے، اوٹکی اور ٹکی ٹکارتوں، سونے چاندی کے اچیر وں اور رقی رقی لباسوں کو چموزا، جینے، یہ تو تیر کو پانی تسویروں کے مرتع اور مرد و جانب ماند میں بھی نظر آ جائیں گے، یہ، لیکن کو اسائیت بھی ایسی جھٹی جائی تھی، مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک پھر کر، یہ لیکن اور سانس روک کر آرت لیجئے، میں اس کی بعض چٹنی دیتی اور اس کا دل بھرتا، یہ معلوم ہوتا ہے؟

زندگی کے دستور میں بڑی پھٹی چھوٹی پھٹی کوکھ - جابری تھی، اسائیت کے منظر میں شیر اور پیچھے، سوار اور بھیڑ - پتھر و سویریں اور بھیڑ، یوں کوکھ رہے تھے، جبری - ٹکی پر، درالت شرافت پر، خواہشات عقل پر، عینت کے قہر سے، میں نے مفاصلوں پر، اب آپ نے تھے، لیکن اس صورت حال کے خلاف اتنی ہی چوڑی زمین پر نہیں استحقاق تھا، مانہ نیت کی پوزی پیشانی پر غصہ کی کوئی ٹھنڈی نظر نہیں آتی تھی، ساری دنیا، امرنی ایک - مذنی میں بھی تھی، بادشاہ و وزیر، امیر و غریب، اس مذنی میں سب، اندام ٹک رہے تھے، اور سب کو یوں میں کھ رہے تھے، کوئی ایسا نہ تھا جس کا وہ جہ اسائیت خریداروں کے ہاتھ سے ہلتا ہو اور جو پتھر و سویرے کہ یہ ساری فضا میری ایک ازان کے لئے کافی نہیں، یہ ساری، کیا اور یہ پوری زندگی میرے ہوسلہ سے مچھنی، اس لئے ایک دوسری ایسی زندگی میرے لئے پیدا کی تھی، جس میں کوئی زندگی اور اس محدود دنیا کی ایک چھوٹی سی سرپرانی، روئے ٹوکس طرح فراغت نہ ملے، ہوں؟

مقاموں اور ملکوں کے اہل ان سے نہ رقیقوں اور نہ اور میں سے اور ان سے آگئے ہوں

ان کا بچہ لڑکا ہے، وہاں کی دولت کے سامنے یہاں کی راحت و عروجوں کی تکلیف کے سامنے یہاں کی تولی و تحلیف حقیقت نہیں تھی، اس نے ان کے فطرتی تقاضا خدا کے وعدہ کی عبادت اس کی خود بخود رضا کے آئین و خاصہ اور اس کی زندگی میں ان کے لئے ہر وجہ سے اور ان کو کسی رونا کسی غمی و فحشی طاقت سے دور رکھ کر اپنی فطرتی محبت اور مہارفتہ کی دلی و دولت کی جگہ عزت و انسی طاعت و آیت اور ان کی روحانیت و حضرت کے سامنے بندگی میں صبر و محنت اور بزرگی طر میں پامل کرنے کی ضرورت نہیں، وہ صرف ایک بلندی کے سامنے سب سے زیادہ پست اور سب سے نیچوں کے مقابلہ میں سب سے زیادہ بلند ہے، وہ سارے عالم کا مخدوم اور ایک ذات کا خدوم ہے، اس کے سامنے فطرتوں کو سجود کرنا اور اس کو اللہ کے مودود و عیب کے مجرم سمجھنے کے لئے ثابت کرنا یا کہ کائنات کی حقیقتیں جن کے فرشتے ایمان میں ان کے سامنے سرنگوں اور سر کھڑے ہیں اور اس کا مراسم کے جواب میں اللہ کے سامنے جہان کا واسطہ ہے۔

کفر و کفر کی حضور پروردگار کو چٹکیش :

وہاں کا ذہن اتنا مشکل ہو چکا تھا کہ وہ مادیات و محسوسات اور انہماک پر ہیبت کے حجاب سے باہر آسانی سے نہ نہیں کر سکتا تھا۔ وہاں کا ذہن اتنا تھا کہ وہ چکا تھا کہ وہ انسانی سے متعلق کلمہ اور بلند تصور و تمہید نہیں کر سکتا تھا۔ وہاں نے بھونچا ہے بنا کر کہے تھے، میرے شخص کو اس خیال نے - تا - پتے تھے زندگی کی جو پھوٹی چھوٹی بلندیوں میں چلی تھی، ہر سرفرازان کو انہیں کے سامنے آکر دیکھتے تھے، انہوں نے بڑے محروم و غمناک و غمناک سے کام لیا اور وہ رسول اللہ ﷺ کے لئے اس کے آگے نہ جاتی تھے کہ یا تو وہاں دولت کے پروردگار کی وادہ دہانی کے یہ پیش و پشت کے صاحب ہیں، انسانی کیجئے تو اس وقت تک دنیا کا تاجر ہاں سے نہ پر وادار کیا تھا اور اس نے اپنے زمانے کے تصور مندوں اور شریکوں کی اس سے بلند پر وادار کب دیکھی تھی یا انہوں نے آپ کی خدمت میں ایک وفد بھیج دیا، راسل میں مصر کے ذہن و دماغ اور تقیات کی ہی قیادت کی اور اس نے جو کہو کہو، وہ زمانے کے سامنے کہ جس تربیتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے جو اس کا جواب دیا، وہ دولت کی کج فہمائی اور امت مسلمہ کی حقیقت کا اصلی اظہار تھا، آپ نے ثابت کر دیا کہ آپ ان میں سے کسی چیز کے مخالف نہیں، آپ جس چیز کے دانی ہیں وہ ان کی ہر بند چیزوں سے

اور اس سے بھی زیادہ، والہی نہیں ہے۔ مطلقاً انسان اس میں سے آپ اپنی ذاتی راحت اور ترقی کے لئے فکر مند نہیں بلکہ نوع انسانی کی نجات اور اس کی راحت کے لئے اپنے چین میں آپ اس دنیا میں اپنے لئے کوئی مستقل جنت بنانے کے خواہشمند نہیں بلکہ جنت سے نکالے ہوئے انسان کو اعلیٰ جنت میں، میٹھے کئے لئے داخل کرنا چاہتے ہیں۔ آپ اپنی سزاوارتی کے لئے خوشامی نہیں بلکہ تمام انسانوں کو انسان بنی نامی سے نکال کر یہ دشاہ جنت کی عطا کی میں داخل کرتا چاہتے ہیں۔ اتنی زیادہ پر یہ مست بنی اور یہی پورا مگر تمام دنیا میں پھیل گئی۔ ان کے فیروں نے جو اپنے اندر دعوت کی لگی روح اور اسلام کی صحیح زندگی رکھتے تھے، مگر یہی اور قیصر کے بھرتے اور بار میں صاف نہ دیا کہ ہم کو اللہ نے اس کام کے لئے مقرر کیا ہے کہ ہم اس کے بندوں کی بندگی سے نکال کر اللہ کی عطا کی میں، نیا کی لگی سے نکال کر آخرت کی راحت میں اور نہ اسب کی نالافتاب سے نکال کر، ظاہر کے لاف میں داخل کر دینا کو جب اپنے اصولوں پر نکلے۔ مست قائم کرنے اور چلانے کا موقع ملتا تو وہ جو کچھ کہتے، تھے اور جس کی، وسروں کو دعوت دیتے تھے، اس کو بدی کر کے دکھا دیا۔ ان کی معیاری حکومت کے زمانے میں کسی انسان کی بندگی نہیں ہوتی تھی، بلکہ اللہ کی بندگی ہوتی تھی، کسی انسان کی رعایت کا حکم نہیں پڑتا تھا بلکہ خدا کا حکم چلتا تھا، ان کا حکم، جس کو وہ نفی نہ کہتے تھے معمولی بنی انسان کی اختیار، کو برا بھلا تھا کہ وہ ماں کے پیٹ سے آزاد پیدا ہوئے تھے۔ تم نے ان کو اس سے تمام نکال دیا، ان کا پاس سے بدو، احکام پر ہی بڑی بادشاہتوں کے دارا اس وقت میں شان، سے برتر تھا۔ لوگ اس کو خود اور بھرتوں کے سر پر بوجھ رکھ دیتے تھے اور وہ اس کو ان کے لئے بچا آتا تھا۔ ان کا دولت مند سے دولت مند انسان اس طرح زندگی گزارتا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس زندگی کو زندگی اور اس کی راحت اور مست بنی نہیں سمجھتا۔ اس کی نظر کسی اور زندگی پر ہے اور اس کو طلب کسی اور راحت کی ہے۔

دنیا میں مادی ضرورتوں کے غم و آہ ایک دوسری روحانی حقیقت بھی ہے۔ اس وقت کو جو دنیا کے ہر گوشہ میں مادی تعلیم اور جسمانی لذتوں کے علاوہ ایک باطل دوسری حقیقت کے وجود کا اعلان ہے۔ اس کا ہر ذریعہ ہو کر اور سرانجامی اس حقیقت کا اعلان کرتا ہے کہ دنیا کی طاقتوں، سے بڑی اور ایک دوسری طاقت ہے اور اس زندگی سے زیادہ

حقیقی دوسری زندگی ہے۔ وہ دنیا میں آتا ہے تو اس نے کان میں اسی حق کی آواز سن لی ہوئی ہے۔
مرتا ہے تو اسی شہادت و عقاب و کلمات میں کوئی شک نہیں رہتا ہے۔ وہ سب سے زیادہ بے غش و
موت کا سکوت جاری ہو جاتا ہے اور شہر کی ساری آوازیں مٹ جاتی ہیں۔ وہ سب سے زیادہ
زہریلی ہے اور دنیا میں مادی ضرورتوں سے باز و بی اثر رہتا ہے اور محض حقیقتوں سے مدد
دین اور حقیقت سے ملتی جاتی کھڑکیں آتی ہیں۔ وہی وہی زبانیں سنائی دیتی ہیں اور اسی کا اعلان
کرتی ہے کہ میں نہیں ہوں اور یہ ہے۔ یہ وہ ایک دوسری روشنی حقیقت ہے جو دنیا کی ساری دنیا
سے۔ لیکن اس اسلوب کی ہی اللہ تعالیٰ باز رکھا ہے۔ اس امر حق کے ساتھ رہ جاتا ہے اور سب
حقیقتیں اس حقیقت کے سامنے مٹ جاتی ہیں اور اللہ کے لئے آواز پر چلنے والے
دور پہنچتے ہیں۔ جب رات کو یوں شہر بھی نیند میں ہے اور یہ جگہ جاتی ہے اور ایک بے غش و
ہوتی ہے۔ اور موت کی اس جگہ میں زندگی کا سر پہلے اس طرح آتا ہے جس طرح رات کی
بیانی میں صبح کی پیدائی نمودار ہو۔ اسلوب و تجربہ میں انہوں نے کھنکھائی ہوئی آواز کی اور
اندش کا پچھم ہوتا ہے۔ جب کسی طاقت و طاقت کا کوئی قریب کو رہا انارکس اس میں تہہ و
سب سے اونچے پروردگار ہوں اور مالک ملک میں الہ غیری (میرے) واقف و کوئی اور نہیں مالک ملک
کا نام تو قلیہ غریب دولت اسی ملکات لی جائے گی۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام سے دعائیہ کی کہ
تسبیح ارات ہے اور احمد ان اللہ اللہ ہے۔ حقیقی یا شہادت کا اللہ ان کو ہے۔ اس طرح انہوں کا
مردی ہے اعتدالی ہے اور اس کا درجہ جتنے سے بھلائے رہتا ہے۔

اس مقام پر ایمان اور ایمان کا چاند محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت اور آپ ﷺ کی تعلیم و دعوت اور
ایک کہہ کر ایمان اور ایمان دنیا کی بیانت کو کہہ رہے ہیں اور اس طرح ان کا ایک بار یہ ہے

یہ سحر جو بھی قرا ہے کبھی مراد
نہیں معلوم کہ ہوتی ہے کیا سے پیدا
وہ سحر جس سے رزق ہے جہان و دوز
ہوتی ہے بندہ کائنات کی اس سے پیدا

وہ سحر جو ایمان احمد ہے وہ میں

توحید خاص اور اتباع سنت کی دعوت

[illegible]

الحمد لله سبحانه و متعبد و مستغفر و من يدرك كل عيب و
نعوذ بالله من شر أنفسنا و من سيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضل له
و من يضلل الله فلا هادي له و منه نك لا اله الا الله وحده لا شريك
له و منه ان سيدنا و مولانا محمد اعد و رسول الله تعالى الله تعالي
عليه و علي له و صحبه اجمعين اما بعد فانه قد سمعنا من الشيطان
ان يجيب بسم الله الرحمن الرحيم

میں نے اس کی طرف اشارہ کیا۔

میں آپ کو یاد ہو گا، کیا ہوں، خاص طور پر اپنے اس صدیق کو جس علاقہ سے یہ ملاقات
کئے آں پاس سے آئے ہیں، ان کو یاد ہو گا، جو اس آلہ تحقیق کے ذریعہ ان کے ایمان پر جگہ
ان کے والدین پر کچھ انھوں نے اپنے بچوں کو دینے سے روک دیا، ان کی تعلیم کے لئے بھیجا تو انھیں
اسی جگہ پر جمع کیا، اور انھیں ہزاروں کی تعداد میں ہاتھ بندھے ہوئے رکھ دیا، یہ تھے جو حیدرآباد
کے قیدی تھے اور انھیں جیل کے اندر تھے، انہیں جیل کے اندر رکھا اور ان کے وہ مدت سے ان کو
ختم غفرت تھی، ان کو کھانسی، وقت غفرت نہیں، وقت غفرت سے ان کی غفرت نہیں، وقت غفرت
ہو رہی ہے، ان کی غفرت نہیں ہو سکتی، اور انسانی کھانسی سے ان کی حالت سے اور یہ نشان نہیں ہو

حق جتنی ان کو شکر دے گا، بقول سے نجات دے گی۔ اس علاقہ کا قبضہ بہت دور در تک پہنچا۔ اس میں ایک انتہی بڑے بیابانوں کی مثال تان میں جتنا مثل ہے، کھریاں اور نموت ہے۔ تان پر عثمانی نہیں، بلکہ لکھتا بھی ہوں آپ۔ یہ کہتا ہوں بیابانوں کے ساتھ اور سلطان کی فتنی میں بہت ہوں کہ یہاں ایک شہیاں پیدا نہیں، کہ ہندوستان میں بھی بہت سے ایسے مہاجری شہیاں پیدا ہوئیں، ان کو مارے ہندوستان کے مہاجرین اور یہ بتایا برا آئندوں میں تھیں۔ اور جب ان کو کرتے ہیں تو اپنے آپ نے ساتھ اور یہ عقیدت کے ساتھ کرتے ہیں کہ جب دوتا ہے، اس میں حضرت عیسیٰ مصلیٰ علیہ السلام جو اس علاقہ سے بڑے بڑے چلے گئے اور وہاں قیام اختیار کر لیا، اور مسیح بنائی اور وہاں کا نام رکھا، شروع کیا، اللہ رسول کے نام سے لوگوں کو واقف کرانے شروع کیا، یہ وہ عید و ملت کی تعلیم تھی اور ملک و ملت کی فہمیت سے اختیار کرنے اور شہادت پر چلنے کے پورا عادی بنایا، ان کے حالات میں سنیں بھی ہیں، اور ان کا تذکرہ دور در چیل۔ ان کے بعد انھیں کے چوتھے حضرت سید احمد شہید نے بہت بڑا کام ادا کیا جو دیا لوگ انھیں امام المسلمین اور مسیح جو مسیح کا مجدد بنے ہیں اور ہم نے اپنے بڑے لوگوں اور دوسروں کے بڑے لوگوں کو اور اس کے قس و نس دینی کے بڑے لوگوں کو دیکھا ہے، ان کا کام بڑے بڑے سے لیتے تھے، اور انھیں احمد بنی فرماتے تھے کہ حضرت سید احمد شہید وہ بزرگ تھے جن کی وجہ سے ہمارے مسلمان ہیں اور امام ہیں پورا مثل کہہ رہے ہیں۔ سید احمد کی تحریک سے مارا نہ وہاں متاثر ہوا، انھوں نے ان کے راستہ میں شہادت پائی، ان کا یہ حال تھا کہ وہ چہرے سے نکلے جاتے تھے، کئی شہر میں تھوڑی دیر کے لیے ٹھہر رہے تھے وہاں سے شہادت کا فوجیہ جانی تھی، اور ان کا نام مست ہوتا تھا اور ان کے نام پر شہادت دیا کرتے تھے، اخلاق ان کے سحر پایا کرتے تھے، یہ ان کی ان میں یہ وہ جتنی تھی اللہ تعالیٰ وہ انہما تھا مخلوق اللہ کا خدایاں ہیں، وہ بجا و بی بی بی بی ان کے حالات پر کھنکھائی ہیں، انگریزی میں بھی اور عربی میں بھی، اور ہر طرف میں بھی۔

نہ ہوا کرتی پامے لکھے آجی تے مانتے آئے، لکھتے یہاں تے کے تر افتادہ و شک
سب ان تے واقف ہیں، مانا کے بعد حضرت خواجہ احمد صاحب ٹھیکر آبادی لی ہوئے بہت دور
شک ایجاں تھکے کہ روانہ چھپا اکر شریعت و حدت تے تحریر ہوئی و پھر آخر میں حضرت

مولانا پیر محمد امین صاحب نصیر آبادی جن کے دیکھنے والے ابھی زندہ ہیں تھے، دو بھائی اس خاندان کی وجہ سے یہاں سے جو نیکو رنگ اور اعظم گڑھ تک اور اس پاس کے جتنے اضلاع ہیں ان میں سنت کا نور پھیلایا اور توحید کا عقیدہ پھیلا، شرک و بدعت سے نفرت پیدا ہوئی، جب ہم ندرتہ انعماء میں پڑھتے تھے، وہاں ایک بڑے عالم تھے مولانا شبلی فقیر، ان سے ہم فقیر کی کتابیں پڑھتے تھے وہ کہنے لگے کہ تم کو ہمارے اعظم گڑھ میں کوئی شرک و بدعت کو نہیں پڑتا، امام باڑے ہیں، شرک ہے نہ بدعت، ہم نے کہا الحمد للہ خوشی کی بات ہے فرمایا جانتے ہو کیوں؟ ہم نے کہا فرمائیے فرمایا کہ حضرت خواجہ احمد صاحب نصیر آبادی اور مولانا محمد امین صاحب کی وجہ سے ان کی آواز وہاں تک پہنچی، یا قدم ہمارے پہنچے تو کبھی کبھی شہر کا شہر صاف ہو گیا۔

ہم آپ کو مبارکباد دیتے ہیں، آپ ایسی جگہ کے رہنے والے ہیں، یہ درست ان کی دعاؤں کی مقبولیت کا نتیجہ ہے، کہ اتنے دنوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہاں اس کی توفیق عطا فرمائی کہ اتنا بڑا مدرسہ بنا، کہ کم جگہ ایسے مدرسے ہیں، اس مرتبہ ہم بہت دنوں کے بعد آئے مدرسہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے کہ یہاں اتنی بڑی بڑی عمارتیں ہیں، کئی سو طیارے مڑتے ہیں اور اچھے اچھے استاد ہیں، جس آپ سے کہتا ہوں اور یہ بات ذہن میں تازہ کریں ذہن میں جب چیز ہزار نہیں ہوتی تو وہ رکی بن جاتی ہے تو اس کا شکر نہیں پڑتا، کبھی کبھی اس کا شکر ادا کیا کریں، نمازوں کے بعد شکر ادا کریں، سداے اللہ تبارک و تعالیٰ ہے کہ تو نے ہمیں ایسی بستی میں پیدا کیا اور ہم کو ایسے مدرسہ میں بھیجا اور ایسے مدرسہ کا جوار سے سنے انتخاب کیا، جو صحیح عقیدہ پر قائم ہے، توحید و سنت پر قائم ہے، یہی نایاب ہے۔

اور توحید و سنت نہیں ہے تو چاہے ہوا میں اڑے، چاہے پانی پر چلے، چاہے سارے دن ساری رات تہ زپڑھے ہو کوئی فائدہ نہیں ہے، اصل چیز توحید و سنت یہی دین کی بنیاد ہے یہ دین اللہ کے رسولوں کے لئے ہے، اس دین کو طبیعتی کے ساتھ چکنا چارے، دین کے ایک ایک ختم کا پختہ ہونا ہے، اس کا جب تک ہے شرک و بدعت کے سایہ سے اور دینا ہے، اور اس سے اس سے نفرت کرنا ہے یہ دین کی بنیاد ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اے اللہ ہمیں اس کی توفیق دے۔

قدیم مذہب جو کام ہوئے وہ اس لئے کہ اخیر میں جا کر بنے اس لئے کہ میں میں وہ
خلو عقائد شامل ہو گئے، رسم و رواج شامل ہو گئے، وہ مذہب نہیں رہا بلکہ ایک دھرم بن گیا
تھا، ان کے بزرگ یوں کیا کرتے ہیں اور ہمارے بزرگ یوں کیا کرتے تھے، اس طرح
عبادتیں کرنی چاہئیں، اس طرح بلانا چاہئے، اس طرح چمکنا چاہئے، اس طرح تحلیل کرنی
چاہئے، اس طرح بزرگوں کے حراز پر سر جھٹا چاہئے اور دعا کرنا چاہئے۔ کیسے کیسے روایات
بمستول خرجی شادی چاہئیں، یہی کسی نہیں شرم ہو نہیں کہ کچھ مذہب آتا ہے۔

بنو وہ جب کواچھٹکے، یعنی مہاسب کو لکھنے، سب روایوں میں ہے، ۱۶۰ سے خاندان میں بھی اس طرح ۱۶۱ آئے، اور یہ ہمارے یہاں کا دستور ہے، ہجرت تو میں نے اللہ کا حکم لیا ہے، ان کے رسول کا حکم لیا ہے، دین کیا کتر ہے نہ میں اور آسمانی نصیحت کیا کہتے ہیں، دستور کی سنت کیا کہتی ہے، ان سے بحث کس لایا، ۱۶۲ آیا ہے۔

”نا وجدنا آباءنا على أمة رانا على آثارهم مقتدون

آج کے اس نئے دور میں (انٹرنیٹ کے دور) میں

نہ تو وہی کریں گے، اس پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اور ان مضمون کو اپنے ذہن میں تازہ رکھنا چاہئے۔ حسبِ میل بھولی نہ رہے جو جاتی ہے تو اس کا اثر نہیں رہتا، کبھی کبھی اس بات کو تازہ کر لینا چاہئے وہ جتنا چاہئے، اپنے ذہن کو تازہ کرنا چاہئے کہ ہم کہاں ہیں، کس جگہ ہیں، یہاں ایسے کیسے لوگ تھے، کیا ان کی دعوت تھی، اس چیز کے لئے انھوں نے قربانیاں دیں، جان و مال عزت و آبرو سب اس پر نفاذ دئی وہ یہ کہ صرف ایک خدا ہے، احدی عبارتِ نمرود اس کے سوا کسی کو کہہ رہا، اسی وعدہ کے راہ اور کسی آزمائش کے کشادہ اور کسی خوب جہت روانہ تھو رہے، وہی ہے جو بتاتا ہے، وہی ہے جو عزت دیتا ہے، وہی ہے جو روزی دیتا ہے، اسی ہے جو ۱۱۱ آیت ہے، وہی ہے جو ۱۱۱ آیت ہے جو ۱۱۱ آیت ہے جو زندگانی پر حاوی ہے، "اللاہ الحلیق والاہرہ" ان کا نام ہے پیرا
 اہل حق سے چاہا ان کا نظام نہ رہا۔

میں سے عزیز جو چھٹی بات تو یہ ہے کہ آپ اللہ کا شکر ادا کریں، بعد آپ کے والدین و حجاز کے خیر و صلاح کا، ورا بعد ان کا یہ چھٹا نمونہ ہے اور ان کے بیٹے نے اللہ تعالیٰ ان کو عزت فرماتے کہ انھوں نے آپ کو ایسی انوری دی، اس میں میں نہیں سمجھتا، کہ آپ بھی نے

جانتے کہ آپ کون ہیں اور کس نے یہ دنیا بنائی ہے اور کس نے بنائی ہے، کس طرح اس کو راضی کرنا چاہئے اور کیا اس کی رضا و خوشی کے کام ہیں، کیا ناپسندیدگی کے کام ہیں، کیا حرام ہے، کیا حلال ہے، کیا صحیح عقیدہ ہے، کیا غلط عقیدہ ہے، کیا کفر الہی ہے، کچھ نہیں جانتے، وہاں یہ چیزیں بتائی گئی تھیں، جن سے وہاں تو کس نے یہ کہ فارغ ہو جائیں، کوئی پھوٹی موٹی نوکری مل جائے، جس سے اپنا پیٹ بھر لیں اور اپنا گھر چلائیں، مادی نہ عقیدہ نہ اخلاق نہ تربیت اور نہ صحیح انسانیت، کچھ نہیں، اس پر شکر ادا کریں، کہ اللہ نے آپ کی حفاظت فرمائی، جب چیز کی اہمیت دل میں نہیں ہوتی تو آدمی کا شکر ادا نہیں کرتا تو یہ بہت بڑی دولت ہے بھرو دی ہوگی۔

”لین شکرتم لازید نکم“ قرآن شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے اگر تم شکر کرو گے تو روزیہ وہ تم کو دوں گا، تو قرآن مجید میں شکر ادا کرنے کی اس کے جاننے کی اور محسن کو پہچاننے کی بڑی تاکید آئی ہے، تو آپ شکر کریں کہ اللہ نے وسع دین کو ہمارے سر پرستوں کو تو جنس دی، جنہوں ہمیں یہاں بھیجا، تاکہ ان کی دورگاہوں میں تعلیم حاصل کریں، جہاں صحیح عقیدہ بتایا جاتا ہے اور جہاں دین سکھایا جاتا ہے، اخلاق بتایا جاتا ہے، اور پیغمبر سید المرسلین علیہ وسلم کی محبت کی تعلیم اور سنتوں پر چلنے کی ترغیب دی جاتی ہے، اگر شکر کریں گے تو اللہ تعالیٰ وعدہ پورا ہوگا، ”لین شکرتم لازید نکم“ اگر تم شکر کرو گے تو روزیہ دوں گے، اور یہ کچھ نہ خیال کیا، بس دوسرے میں گئے پڑھ لیا، کھانا کھا لیا، نماز کا وقت آؤ نماز پڑھ لی، لیکن یہ یہ نہیں کہ ہم کہاں ہیں، یہاں کی کیا خصوصیت ہے، یہاں کی کیا تعلیم ہے، یہ میں دنیا پر قائم ہے، تو یہاں جی بات نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”لمجدد ابس علی التقویٰ من اول یوم احسن ان تقوم لہ“ وہ مسجد جو خدا نے خوف پر قائم کی گئی، اس کی بنیاد رکھی گئی، وہ زیادہ اس کی مستحق ہے کہ تم خدا کی عبادت کرو، ہم آپ کو مبارکباد دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقدر فرمایا کہ آپ اس مدار میں آئے جو صحیح عقیدہ کا مرکز ہے، صحیح العقیدہ جسے کے قریب واقع ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ہائی اول مولا نامہ ثانی یعنی رجبہ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائے، انہوں نے اسی جذبہ سے اسے قائم کیا کہ یہاں صحیح دین سکھایا جائے، اہل اعمالوں کو دایا بنایا جائے، نہ صرف خاندان کے لئے بلکہ قسبات کے لئے بھی، بلکہ اس سے بڑھ کر مدار عالم کے لئے ان کو تیار کیا، دوسری بات یہ ہے کہ آپ تعلیم حاصل کرنے کی پوری

کاشف کر میں، اللہ تعالیٰ نے اس امت کی قسمت دین سے وابستہ کی ہے، ہم جو نیز بارہ روز پڑھتے ہیں، وہ فی الواقع اس آیت پڑھنے کی بات ہے۔ کہ جب پہلی جی ہازل ہوئی، حضرت محمد صلی اللہ علیہ السلام کے تقریباً پانچ سو برس بعد یہ عزت انسانیّت کو ملی ہے، صحیح نسل کو ملی ہے، ایک حقیقی کو ایک مخلوق کو جن کا نام محمد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو مکہ کے رہنے والے تھے، نبوت کے لئے ان کا انتخاب فرمایا، وہ پڑھے ہوئے نہیں تھے، روایت تھے اور قرآن مجید میں بھی یہ لفظ بار بار آتا ہے اور اس کے معنی ہیں ان پڑھا، آپ نے تعلیم حاصل ہی نہیں کی، آمد میں تعلیم کا رواج ہی نہیں تھا، آپ کو موقع نہیں ملا، اور ایسے حالات تھے کہ وہاں مدرسے تھے نہ مکاتیب تھے تو آپ بنی امی میں اور یہ تو سبھی امی کہلاتی ہے، کیونکہ وہ قوم بھی ان پڑھ تھی، بلکہ وہ کہہ کر رہتے تھے "نحن اعدا امیون" (انہم کے غور پر کہتے تھے، ہم ان پڑھ لوگ ہیں اس کو بے عزتی کی بات نہیں سمجھتے تھے، ایسے انداز سے کہتے تھے کہ اس پر کفر ہو، ہم لوگ پڑھے فاضل لوگ نہیں ہیں، کہ پڑھے تھے لوگ معلوم نہیں کیا کیا کرتے ہیں، انہی کی کسی چیز کو ماننے کرتے ہیں، اس لئے وہ جیسے تھے کہ ہم ان پڑھ لوگ ہیں، یہودی بھی کہتے تھے ان کو تکلیف دہ عقائد یا ان کی کسی چیز پر قبضہ کر لیا، غنا نہیں ہے، یہ امی لوگ ہیں، ان کو تکلیف دینے سے ان کی چیز پر قبضہ کر پینے سے کوئی گناہ نہیں ہوتا، جیسے آدھی چائے روٹوں سے کبجے کہ اس کے مارنے کا لینے یا تکلیف دینے یا کام لینے میں کوئی حرج نہیں۔

ایسے ہی بنی پانچ امت امیہ پر اور ایسے ہی مقام و شہر میں پہلی وئی ہزارہ بودھی ہے اور انسان سے رشتہ قائم ہو رہا ہے اور میں جین سے رشتہ قائم ہو رہا ہے اور چھ سو برس کے بعد قائم ہو رہا ہے، اس کے پہلے پیغام میں کیا کیا جاتا، پتہ نہیں کیا کی چیزیں ہیں، سمجھتی، پھر قرآن شریف پھرایا ہے اور آپ پڑھیں گے اور عربی سمجھیں گے، کہ معصوم نہیں کیا یا معلوم اور پہلی درجہ کے حفاظت اور نگہ کی فرمایا ان کے اندر نہیں، وہ ایسی تھیں کہ ان میں سے کسی ایک کو نہایت ہٹایا جاسکتا تھا کہ خیمہ اللہ کی پرستش نہ کرتا، جو چیز اللہ کو سب سے زیادہ ناپسند ہے اس کو مست کرتا، اور ایسے ہی بہت سی بد اخلاقیات تھیں، مڑ کیوں کو زندہ رہا، ان کو مارا کرتا تھے، اس دہی کے ذریعہ کہ پہلی تعلیم دی جا رہی ہے کہ پڑھو کھلو، ایسے لوگ ہیں جو کتابوں کے مصنف ہیں لیکن ان کو غفلت کرنے میں جھوٹ بولتے ہیں، لوگوں کو غلام بنانے میں، اپنی خواہش پوری کرنے میں کوئی

پہنچا کھیں اور نسبت کریں کہ آپ ایسے مذاق کے رہنے والے ہیں کہ جہاں کی آواز و فضا سن کر غرضی تک سید احمد شہید رحمتہ اللہ علیہ کے ذہن پہ پہنچتی، جو اسی مذاق کے رہنے والے تھے، ان کے بعد سوانہ خوب احمد صاحب پر ہوا ہوئے جو بہت بڑے بزرگ تھے، بہت سے لوگ ان سے فیضیاب ہوئے، اور ولایت پائی، اس کے بعد سوانہ محمد امین صاحب جو دین کے داعی اور مبلغ اور شرک و بدعت کے سخت مخالف، جس نے ان کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا، شرک و بدعت سے نفرت کرنے لگا، یہ باتیں ذہن میں تازہ رکھیں اور اس تذکرہ کو بھی جاننے کہ وہ بھی یاد رکھیں اور حلیہ و مشرقی دلائل۔

اللہ تعالیٰ سوانہ محمد ثانی حسنی رحمتہ اللہ علیہ سے درجات بلند فرمائے، ان کو اجر عطا فرمائے، ان کے اعمال میں اس کو شامل فرمائے، اور دلوں کو چلا رہے ہیں اللہ ان کی عمروں میں برکت عطا فرمائے، اور دوسرے کہ ترقی عطا فرمائے۔

(آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

مسئلہ صرف دین و ولادینیت کا ہے

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد O

يا عباد الله من الشيطان الرجيم O بسم الله الرحمن الرحيم O

حضرات! ابھی ایک فاضل مقرر نے اپنی غیر مقدس تقریر میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ مشہور اور تسلیم شدہ عقائد ہیں اور اس میں کسی بات و سہار کی تحقیق نہیں بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ بیشتر روافضی سے بچنے اور اختلافات کو ختم کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اصل سرچشموں اور مرکز کی طرف رجوع کیا جائے اس نئے کہ دب بھڑوں کا ریوز اشتقاق پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ جو بات ہے تو ان کو ایک طرف جمع کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مرکز کی طرف رجوع کیا جائے۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ بھڑوں اس بھڑی کو اپنے قدم سے پکڑتا ہے جو اپنے ریوز سے پیچھے ہو، اس لئے انگل میں منتشر بھڑیوں کا قدم ہٹنے سے بچانے کے لئے ان کے باقی و مخالف کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے اور ان کی سرکاری و غیر اعلیٰ میں اس بھڑے کو شیرازہ لڑنا پڑتا ہے۔

حضرات! ہر ایک امت سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہمارے بھی ایک ہیں اور ہماری کتاب اور ہمارا قبلہ بھی ایک ہی ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی سب اپنے معاصرین اور بادشاہوں و جمہوری خطوط تحریر سے تھے تو قرآن مجید کی یہ ساری تبلیغ اور خیمہ سائیت تحریر فرماتے تھے

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعٰلَوْا اِلٰی كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ لَا تُعْبَدُ اِلٰلٰهَ وَّلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاَنْ تَبْلُغُوْا

فَقُولُوْا اَشْهَدُوْا مَا نَعْبُدُوْنَ اِلٰهًا عِندَ عَلٰی (۲۴)

کراتے اہل کتاب آؤ ایک ایسا بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے، یہ کہ جو اللہ تعالیٰ کے ہم کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اللہ سے سوا کسی اور کو شریک نہ سمجھیں

مخالف۔ بلکہ ان کے خلاف صرف آرا ہے، دوسری طرف انبیاء و اولاد ان کے مانجین کا کھسپ ہے، جس کے ہم آہنی خام اور رضا کار ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم اور بے پایاں احسان سے ہمیں اس خدمت کے لئے مامور فرمایا ہے۔ اس میں ہماری کسی صفا حیت اور استحقاق کو دخل نہیں ہے، ہمارا فرض ہے کہ جو پرچم محمدی ہمارے ہاتھ میں ہے، ہم اس کو ہمیشہ سر بلند رکھیں اور اس کے تلے جمع ہو کر اتحاد و اتفاق سے اس دین کو تمام دنیا میں پھیلا لیں اور اس کو سر بلند رکھنے کے لئے اپنی تمام صلاحیتوں، کوششوں اور جدوجہد کو بروئے کار لائیں۔

وما علینا الا البلاغ المبین

ایمان کی سلامتی

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده . اما
بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم . بسم الله الرحمن الرحيم

حضرات: میں اپنے خطبہ کا آغاز قرآن شریف کی ایک چونکا دینے والی آیت سے
کروں گا۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔۔

ام كنتم تهتدون اذ حصر يعقوب الموت اذ قال لبيد ماتعبدون من
بعدي قلوا الهك والله ابنك ابراهيم اسمعيل واسحاق اثيا واحدا ونحن
كذلك مسلمون (سورة البقرة: ۱۳۳)

بھلا جس وقت یعقوب علیہ السلام وفات پانے لگے تو تم اس وقت موجود تھے جب
انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ تو انہوں نے کہا کہ
آپ کے معبود اور آپ سے باپ دلدار ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے
جو موجود کیمناس ہے اور ہم آپ کے قسم برابر ہیں۔

بادجوہ اس کے کہ یہ پیغمبروں اور پیغمبر زادوں کا خزانہ تھا جس میں تو حید اور اللہ تعالیٰ کی
خالص عبادت کے سوا نہ کوئی اور تعلیم تھی نہ جس نہ مامول اور نقصا پھر بھی عقیدہ اور عمل اور توحید
خالص کی اہمیت اور گہر اور انبیائے نسل کے اس عقیدہ و عمل سے دائمی وابستگی کے خیال سے کہ۔

عشق است • ہزار ہر ملتی

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں پوتوں اور نواسوں کو جمع کر کے ہر یاشتہ
کیا کہ عزیز و میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ ان فرزندوں اور بی زلوں نے اس کے جواب
میں یقیناً یہ کہا ہو گا کہ یا جان و اما جان: جان آپ نے ابھی تک ہم کو تعلیم ہی کی دینی؟ اور اس

لئے یہ پوزیشن قبول کرنے کے لئے یہ نہیں کہہ دیا جاتا ہے جس کی بدل جانے زندگی کے چاہے کسی سے ہی تعلق نہیں، مسلمانوں کو دھاک لگنے کے لئے کہیں ہی سائے تیار ہوں بخار دے نہ سب پر کوئی اثر نہیں پڑے ہم بدستور مذہبی فرائض ادا کرتے رہیں گے، درنہاں اور خدا کا رشتہ ایسی طرح قائم رہے گا جو مذہب ایک پورا نظامِ حیات ہے جو زندگی کے ہر شعبہ کیلئے متعین ہدایت اور احکام دیتا ہے، اس لئے ہمیں ہر ملک اور ہر دور میں چونکہ رہنا چاہئے اور یہ دیکھتے رہنا چاہئے کہ کیا ہمیں اپنے ذاتی اخلاقی اور روحانی نشوونما کیلئے مناسب نفع اور سازگار ماحول میسر ہے یا نہیں اور ہماری آئندہ نسلیں صحیح معنوں میں مسلمان رہ سکیں گی یا نہیں؟

پھر یہ بھی یاد رکھئے کہ اسلام صرف چند رسوم اور تقریبات کا نام نہیں چند عبادات تک بھی محدود نہیں بلکہ یہ مکمل زندگی گزارنے کا طریقہ اور کامل دین ہے ایک مختصر جملہ میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ مستقل تہذیب بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں اسلام کا کوئی مخصوص طرزِ زندگی، لباس کی کوئی مستقل تہذیب نہیں، لہذا دوسری قومیں اور دوسرے ممالک کے لوگ اسلام قبول کریں تو اسلامی عقائد کو لے لینا ہی کافی ہے تہذیبی افتاد کو بننے اور اختیار کرنے کی ضرورت نہیں، میں بڑی صراحت کے ساتھ یہ واضح کر دیتا چاہتا ہوں کہ یہ غیر اسلامی طرزِ فکر ہے، اسلام کو صبرِ اجر ہے کہ عقدہ و اجمال کے ساتھ اس کا مخصوص طرزِ زندگی بھی اپنا ہی جائے قرآن و سنت سے منصبِ خریقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام ایک خاص صریح کی زندگی اور خاص طرح کی معاشرت چاہتا ہے، اسلام میں سونے نہ گئے کہہ لئے پینے سے نہ شرعی قانون نکلا، دھاری اور ورثہ تک کے متعین ضوابط و احکام ہیں اور اسلام کا مطالبہ ہے کہ انہیں کے مطابق زندگی گزار دی جائے اس کے خلاف ورزی نہ ہو لہذا ہم نے پوری باتوں سے لے کر انتہائی معمولی اور معمولی چھوٹی باتوں تک کی تعلیم دی اور صحابہ کرام نے انہیں سیکھا اور بتا۔

پورے نصابِ تعلیم کی تبدیلی اور ایک نئی تادیبی وضع و تدوین تو بڑے وسیع اور اعصاب آغیز منصوبے ہیں، رسمِ انفرادی تبدیلی ہی قدیم طبعی اور مذہبی سرمایہ سے ورثہ ختم کر دینے اور ان سے بچاؤ نہ دینے کے لئے کافی ہے آئندہ نوآئین بنی نے جو اس زمانہ کا بڑا فلسفی اور مورخ ہے لکھ ہے کہ اب کسی کتب خانہ کو آگ لگانے کی ضرورت نہیں رسمِ انفرادی بدل دینا کافی ہے رسمِ انفرادی تبدیلی سے قوم کا رشتہ اپنے ماضی سے بالکل نوٹ جوئے گا، اس کی پوری تہذیب اس

میں بھی نہیں مل سکتی۔

مذہب ہالی جو انہیں اس کا عمومی اور انتہائی جلد کا فتنی مذہب تھا اس کی پیروی اس ملک کی تھی کہ اس دور میں مذہب مانع کا یہ فتویٰ اور فیصلہ تھا مکمل اہل قرطبہ جو تھے (اہل قرطبہ کا مکمل بھی ایک شریعی اور پس ہے اہل علم جانتے ہیں کہ مذہب مانع کا یہ غم اور فتویٰ اصلاً مذہب طیبہ کیلئے تھا اور اس کا یہ درجہ تھا کہ فقہ مانع کا یہ فیصلہ ہے کہ مکمل اہل الذمہ یہ جو تھے (اہل مذہب کا مکمل ایک شریعی و پس اور معیار ہے) احمد بن حنبل سے یہ سزا سنیں اور پورا ملک بودین کا نہ صرف ہندو بلکہ طیبہ دار ملو اسلام کا نہ صرف اس بلکہ اس میں نہ ہندو نہ درجہ رکھنے والے تھا اور جس کی سرکاری اور حوائی زبان عربی تھی اس کی فتنہ بکسر ہے ازان ہے اور اس کی مساجد تک (جن کی نظیر ہرے پڑے اسلامی ملک میں بھی مشکل سے ملے گی) کو جو کچھ سے محروم ہیں۔

حضرات۔ اب اس داستان کو جس میں شکوہ و شکایت کا حصہ زیادہ ہے مختصر کرتے ہو۔
کہوں گا کہ ایک آزاد جمہوری حکومت کا جس کی بنیاد انہیں حسب الوطنی رضا کارانہ مذہب نہ مت اور اس مشترک جنگ آزادی پر پڑی ہو جس میں ملک کے تمام شہریہ اور انتہائیت و اقلیت کے افراد و اہل بدوش شریک رہے ہوں۔ اب سے عظیم و مقدس فرض یہ ہے کہ اس کی آبادی کے تمام عناصر اور اس کے مختلف فرقوں اور اقلیتوں کو اس ملک میں اپنے ہر قانونی مسئلے کے قیام پر پورا احساس اور مکمل عینیت کی ناکافی اور خود کی خالی کی اس سے بڑھ کر مثال نہیں ہو سکتی کہ اس ملک کا کوئی شریعی تحفظ کے حواس سے محروم ہو اور واضح رہے کہ ایک حقیقت پسند انسان کی حیثیت سے میں مذہب تحفظ کا لفظ بڑھاتا ہوں تو اس سے مراد نہ سنی و معنوی نہیں، اعتقاد ہی ہر صورت کا تحفظ ہوتا ہے کہ محض دسمانی تحفظ آدم و جان کی سلامتی اور قس و غارتگری سے حفاظت پڑوئی باشعور ہائیں صائبہ عقیدہ اور صاحب تہذیب جماعت کو قس و غارتگری سے محفوظ ہو سکتی، ایسا تحفظ تو جنگل کے بعض جانوروں اور پرندوں کیلئے بھی کیا جاتا ہے اور بقا کوئی ان کی نسل و نوع کی حفاظت کے لئے سخت قوانین بنائے جاتے ہیں، مجھے محال کیا جائے اسلام آباد کو معیار اس ہرے میں اور زیادہ بلند اور ان کی حساسیت میں اور زیادہ تیز رہے اس کا تعلق ان کے مذہبی عقائد ان کے اصول زندگی و ان کے اس فہم و فکر و نقطہ نظر سے ہے جو وہین و دنیا فورا غائب نہ ہوں نہ ان کی کمیابی و سعادت کے بارے میں وہ نہ سمجھتے

رسالت محمدی کی عظمت

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد

وعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم

عصر جاہلی کا المیہ:

مختصر سہا صحیح! اس جاہلی مصر کے المیہ جس کے انحراف و ذوالی پر مورخین کا اتفاق ہے۔ انز و فہر، معاصی اور گناہ، ظلم و ستم، انسان کی حیثیت عرفی کا ازالہ اور اس کے حقوق کی پامالی، اجارہ و غلبہ، اور ظالم بادشاہوں کا غلبہ تھا۔ اسی طرح یہ المیہ خدا کی عبادت کرنے والے صالح بندوں کی کمی اور ان کی کمزوری بھی تھی اگرچہ یہ سب چیزیں قابل افسوس ہیں، لیکن یہ سب انسانیت کی طویل تاریخ میں بار بار ہو چکا، اور اس کے خلاف دعوت و اصلاح کے مرد میسر۔ یہ رہنمائی اور قومی عزائم والے افراد اپنے اپنے زمرہ نواں میں کام بھی کرتے رہے ہیں۔

در اصل جاہلیت کا وہ المیہ جس کے نتائج بد سے انسانیت کو نجات دینے اور انسان کی حیثیت عرفی بحال کرنے کے لئے جنت محمدی ہوئی وہ المیہ یہ تھی کہ علم صحیح، فیکہ ارادے و راجح کے لئے سید پیر ہونے والی اور باطل سے بچنے والی کرنے والی سماعت اس وقت کی وسیع دنیا میں کہیں پائی نہیں جاتی تھی یہ المیہ اس خفائی لرزہ کی یا کا تھا جو شرکی خالقوں سے ہر دورہ ہمزہ فیروز دنیا و اس پر ایک عالم کی تعمیر کر سکے۔

علم صحیح کا فقدان:

عصر جاہلیت میں وہ علم صحیح کم ہو گیا تھا جس سے ذریعہ انسان اپنے رب کو اچھی طرح پہچانتا اور اس تک پہنچتا ہے اور جس کے ذریعہ صحیح خالص اور پندہ ہم مہادت کر سکتا ہے ایسے زمانے میں اگر تک و بروتی ارادہ اور طلب صادق کسی شخص میں پائے نہی جائیں تو اس کے لئے ماحول کی قربانی کے سبب چھڑے یا وہ بغیر نہیں ہو سکتے ایسے زمانے میں جو ہم بھی پایا جاتا ہے وہ

جیات و خرافات کی آمیزش لئے ہوئے اور اصل سے بنا ہوتا ہے اس میں سخت کم تعلیمی زیادہ قطع تھوڑا اور نقصان بہت ہوتا ہے۔

قوی ارادہ خیر کی کمی:

اور اس پر علم صحیح اپنی مہیاں سے باوجود ہی غائب ہے۔ جیسے یہ کسی حکیم کے سینے میں یا قدیم زمانے میں نازل شدہ کسی صبر کی باقیات نے ظہور کیا ہے۔ چنانچہ جاتا ہے تو اپنے حق میں وہ ارادہ خیر نہیں دیتا جو اس کی جگہ سے چلے لے اور اسے سناں جان بنالے اور اس کے ذریعہ اپنی نفسانی خواہشات اور معاشرے کا مقابلہ کر سکے۔

چنانچہ اس عہد میں خدا طبعی اور طاش حق کا جہ پھٹو ہو گیا تھا تو تیس اور عزیمتیں اس کی طلب کئے مسئلے میں درمیانہ ہو چکی تھیں وہ طلب معاش دین داری نفس کے مطالبات کی تکمیل و دشمنی کی وجہ سے اطاعت اور ان کے لئے ہمارے ہی میں لگائی تھیں۔ بہت کئے شعلے بچھ پئے تھے۔ ان کی انہی نصیات سر پر چڑھی تھیں اور ان پر سب دنیا کی برف جم گئی تھی دین کے مطالبہ و تہذیب سے صرف خرافاتی بت پرستی اور سطحی قسم سے ہم و ان باقی رہ گئے تھے۔

حق کی حامی و ناصر جماعت کا فقدان:

انہی بغرض حال، ایسے ماحول میں کہیں علم صحیح اور ارادہ خیر کا وجود بھی تھا تو کوئی ایسی پشت پناہ جماعت اور طاقت نہ تھی جس کا وہ سہارا لیتے اور کمزور پڑنے پر اس سے طاقت حاصل کرتے۔ چنانچہ یہ دونوں چیزیں انفرادی کوششوں اور شخصی اصلاحات ہی میں ضائع ہو گئیں اور یہ افراد جو کلیساؤں، مندروں یا غاروں اور پھاڑوں کی چوٹیوں میں گوشہ گیر تھے ایسے چراغ کی مانند تھے جس کا فتنہ جن چکا جس کا تیل ختم ہو چکا اور اس کا نور ہٹا پڑ چکا ہوا ان کی مثال ایسے جگنوؤں کی تھی جو سما کی بارش زدہ اور تاریک راتوں میں اندھ اور بڑے اور چمکتے ہیں لیکن ان سے نہ کوئی بھول بھیک مسافر راست پاسکتا ہے اور نہ کوئی سروی سے پہچان لیا ہوا غریب مری پاسکتا ہے۔

ایک آفتاب تازہ کی ضرورت:

وہ علم صحیح جو لوگوں کو اس کائنات کے خالق و مالک کی ذات و صفات و برتری و عبادتوں کی

صحیح پوچھنا عطا کرے، نصیب اس سے نیک مضبوط ورستے رشتے میں جوڑ دے غفلتوں اور دما غلوں کو نئے ایمان و یقین سے بھر دے دوسری محبت سے پر کر دے غموں کو نئے والوں کی تحریف اور باطل پسندوں کے غلط الحائق و اعتساب کو دور کر کے غموں کو اندھیرے سے جالے اور شک سے یقین تک پہنچا دے۔ وہم صرف نبوت محمدی کی شعلہ میں دنیا کو تلاوکی ان اوہام و خیالات سے۔ مخالفوں کا پردہ چاک کر سکنا تھا جس میں ان کی ریت پرست اور خدا، آتش قومیں عرصہ سے جلا نصیب تھیں۔ وہی یہود و نصاریٰ اور اہل کتاب کا صحیح اعتقاد کر سکنا تھا اور ان میں اہل خوف خدا اور انصاف ہوتا تو وہ اعتقاد کرتے کہ ستارے و نہر پڑ چکے ہیں جتنی سے آفتاب تیز و پید ہو چکا ہے اور جس کی روشنی پر انہوں سے بے نیاز کر چکی ہے۔

لہ یکن الدین کھروا من اهل الکتاب والمعنہ کون منفکیں حتیٰ

نابیم البیہ رسول من اللہ یصلو صلیا مطیبرۃ ۵ فیہا کتب قیمۃ

اہل کتاب میں سے کافر قوتور شرعیین پھولنے والے نہ تھے جب تک کہ ان کے پاس بھی دلیل یعنی اللہ کی طرف سے رسول نہ آجاتا جو پاکیزہ و اوراق کی عداوت نہ تھی جس قیمتی کتاب میں ہیں۔

قسطہ اور شرب کی: ایمان کو کمزور اور انسان کو
گمراہ کرنے کے لئے سازش

ادراہ خیر ہمیشہ شیخ اور ایمان قوی کے تابع ہوتا ہے جب انسان چند حقائق پر ایمان لاتا ہے اور دنیا میں اور مغفرتوں کو چھوڑتا ہے اور اس میں حبیہ دہم و خراب و جمع کے جذبات پیدا ہوتے ہیں تو اس نے ادراہ بھی نہیں کا ساتھ دیتے اور اس کے اعتقاد بھی نہ کرتے ہیں لیکن مصریہ علی میں ایمان قوی، متہدہ دنیا اور انسان خدا کے اور جنت و دوزخ کے وجود اور آخرت اور اپنے اعمال کی جواب دہی کے عقیدہ سے محروم ہو گیا تھا فحشاء و شرب نے بھی اس ایمان اور خدا و بندہ کے باہمی ربط کو کمزور کرنے میں خاصا حصہ لیا۔ فحشاء نے صفات کی فنی میں غلو سے کام لیا اور شرب نے ان صفات میں خلل کو شامل کر دیا اس صریح دہلیوں نے بدو مہور کے راجہ کو خستہ کیا۔ چنانچہ جس شخص کا تعلق فحشاء سے ہوا اسے صفات قدرت و عظمت اور عظمت و قدرت سے محروم

سے جو غور کرنے سے اس کے بارے میں پرامیدانہ نوعیت کی کوئی ضرورت ہی نہیں محسوس ہوتی اور جو شرک میں مبتلا ہوا وہ حقوقات میں سے الگ کیا جاتا تھا۔ وائٹس میں مشغول رہا اور اسے آنکھوں سے غائب کر دیا۔ اس معاملہ میں وائٹس، اندازے لگاتا ہوں، ضرورت غرض آتی تھی، اور اس کی ضرورت تھی تھی۔

اس طرح، نیا دینیہ میں تقسیم ہوتی تھی ایک کمپ تو اپنے اندر آخرت کے لئے اس کو کشش کا کوئی اور چیز نہیں پاتا تھا، اور دوسرے کمپ کو رب الہیہ سے سوال کی ضرورت ہی نہیں تھی، ان دونوں نظریات نے مابین میں چوری دیا اور اصولی مہد کو خدا سے کاٹ کر دیا اور انسانی دین کے اندر محبت اور خدا طلبی کا شعور ازاں بچھوڑ دیا۔ اس طرح انسانی فطرت میں وہیت کی ہوتی صلاحیتیں اور قوتیں بہرہ و ضرورت شرک و خرافات نفس اور ہمارے دین کی تھیں، طاعت اور شیطان کے قریب کا شکار ہو گئیں اور مشرق سے لے کر مغرب تک تمام تہذیبی دنیا میں اس سلسلہ سے بددین کی مہارت میں ہوتا تھی جنہیں اس کے قبل نے ختم دیا تھا جو وہ تہذیب پر رحم و روغ کا جز بن چکے تھے، ان تمام سلسلہ نصب بھین اور اقدار حیات کی مانت، جو بڑھتی تھی انہیں اس نے خروہی کر دیا اور اپنے لئے لازم کر لیا تھا اور ان سب پر مہارت ادا کرنا کا یہ قول صادق قرار دیتے تھے۔

العبدون مانتھون

نیا قرآن کی مانت کرتے ہوئے انہیں اپنے ہی ہاتھوں سے لڑتے ہوئے

جہاں ماحول میں تبدیلی نہیں کی گئی ہوئی عالمگیر

دعوت ایمانی ہی سے ممکن ہے:

”حضرت اقدس رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں اللہ انسان نے سہا سہی نے کے لئے صدیوں سے کمر لگایا ہے انہوں میں پھر سے تازہ کرنا ہے، ایک نئی ممکنہ و مشق پیدا کرنا ممکن نہ تھا کہ اس نے قومی اور اس کو پر غریب اور اذیت دینے کی طلب اور اس کے مزید اللہ نے جو خصوصیات جنہیں سے ہر گزہ جاننے والوں انہیں عظیم الشان پوشا ہوں کی خوشامد سے بنا کر ان دینیہ خدا کی طلب

پر نکل اور اسے خدا کی مرضی پر راہ بھی، اور اس کے راستے میں چاہت و مانا اور مزاحمت کی خواہش اور اس کی امید پر قربانی کرنے پر آمادگی جانتے۔

اس اہم کام کے لئے سب سے پہلی اور اس کی ضرورت ہوتی ہے جسے سرِ بخل پر نہ بھی نہ بلائیں اور جنہیں ہم انسان کی مجموعی مخالفت بھی نہ کر سکتے، اس حقیقت کی ترجمانی زبانِ نبوت سے نکلے ہوئی اس فقرہ کے کی تھی۔

لَوْ وَضَعْتُ السَّمْسُ فِي يَمِينِي وَالْقَمَرُ فِي يَسَارِي مَا تَرَكْتُ هَذَا الْأَمْرَ حَتَّى يَظْهَرَ إِلَهُاءُ هَذِهِ فِي ظُلْمِهِ.

اگر قریش میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں میں چاند بھی رکھا میں تو میں تکیہ نہ کرتا۔ اس پر جو ترک نہیں کر سکتا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے عیب کر دے یا میں اس کی طلب میں ہلاک نہ ہوں۔

اس امر کے لئے جس کی ایمان کی ضرورت تھی ہونا کرنا تھا، اور دنیا و اہل پر تقیہ کرنا، یہاں تو سب نے لئے کافی ہوئے اور سب کے شک کو یقین اور ضعف کو قوت سے بدل دیا، اور اس نے ان صاحبِ ایمان کی زبان سے اس وقت بھی بڑھ کر جب زبانیں ٹک رہی تھیں اور ان کے چہرے صاف ہوتے تھے اور ان کے دھڑکنے پر جانی دشمن کھڑے۔ جس مگر نبی ﷺ اپنے ساتھی کو بھی دے رہا ہے۔

لَا تَحْزَنُوا لِمَا مَعَا

فَمَنْ كَرِهَ اللَّهُ جَوْدًا سَاخِرًا هُوَ۔

نبی کی ہمت اور ایمان اور مافیہ و مافوق پر اس نے جس نے کے باوجود عیب کے یہ فقیر بدلتی مراثی کی باتوں میں شہنشاہِ ایران سرخی کے نشیمن اور جھوک کی شدت اور عمارت کی طوالت کے باوجود اندر سے ایک پتھری پر نگاہ میں قصہ درہ کا سفید گل دیکھ لیتی ہیں۔ ہجرت کے موقع پر سراق بنِ معصوم جب تعاقب کرتا ہوا پہنچا اور اس کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں چھلنے لگے اس نے اپنی گستاخی کی معافی چاہی تو آپ نے فرمایا سراق وہ سب باتوں کا جب شہزادِ ایران سرخی کے نشیمن تیار ہوا ہاتھ میں بول کے مددگار بنے ہوتے ہر کسی کے دہش طبعی نشیمن والی نصرت میں آئے تو حضرت نے اسے نہ کو پہنایا اور ناقابلِ قیاس پوشش کوئی

حرف بہ حرف پوری ہوئی اسی طرح غزوہ خندق میں جب آپ نے ایک پتھر پر کد ایل ماری اس سے ایک شعلہ نکلا تو آپ نے فرمایا کہ اس روشنی میں میں نے قیصر کا سقید کس دیکھا نبوت کی یہ دور جی بھی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی اور مسلمان قیصر کے کل پر قابض ہو گئے۔

عائشہؓ جاہلیت کا خاتمہ اور اس کی جگہ زندگی و یقین اور دینی جوش کا اعادہ ایسے ہی طاقتور اور پیغمبرانہ ایمان کے ذریعہ ممکن ہوتا ہے، اور انسان کے حق میں خدا کی رحمت کے تحت ٹھہور میں آتا ہے۔

هو الذي بعث في الاميين رسولا منهم يتلوا عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة وان كانوا من قبل لفى ضلال مبين
وہ ذات جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اللہ کی آیات سنا ان کی سیرت کو سدھارتا اور انہیں کتاب و سنت کی تعلیم دیتا ہے مگر چوہ اس سے پہلے کھلی گرا ہی میں تھے۔

هو الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الذين نكبه
ولو كره المشركون

وہ ذات جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے وہ تمام دینوں پر غالب کر دے خواہ اسے مشرکین کتنا ہی ناپسند کریں۔

دائمی اصلاح و جدوجہد والی قوم کی ضرورت:

جاہلیت کا یہ فساد چند مصلح افراد یا کسی مضبوط جماعت یا کسی بڑے ادارے کے بس سے باہر تھا اس لئے کہ یہ فساد اپنی آخری شکل کو پہنچ گیا اور ناقابل علاج بن چکا تھا اس لئے ایک مستقل امت کی ضرورت تھی جو اس کے لئے متحدہ اور مستقل جدوجہد کرتی رہے اور خدا کی زمین میں پھیل کر باطل جہاں بھی ہو اس کا مقابلہ کرے شرکی طاقت جہاں بھی ہو اسے اکھاڑ چھینے اور خدا کی سر زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے جیسے کہ وہ ظلم و جور سے بھری جا چکی تھی، اس طرح دنیا کو ایک پیغمبر اولوالعزم کی ضرورت تھی جس کی امت ایک عظیم امت ہو چن نچا ایسا ہی ہوا۔

كُتِبَ خَيْرَ امَةٍ اَخْرَجَتْ لِدُنْسِ اَمَرٍ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهْيٍ عَنِ

الْمُنْكَرِ وَتَوْحِيدٍ بِاللّٰهِ

ترجمہ: جن امت کو دوزخ میں کے لئے یہ پائی گئی ہے قرآنی کا قضا: یہ ہے کہ اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

نہایت اچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جیسے ٹھیک اور وقت ہوئی: اب انہی نیت اس کے لئے اسی طرح چتر ہو اور روش برآ اور جمعی جیسے کرمی سے تجلی ہوئی اللہ اور خلق ہوئی زمین و آسمان کی جلی و روش کے لئے ہوئی ہے۔

وَتَرَى الْاَرَضَ سَامِعَةً لِّمَاذَا اُنْزِلَ عَلَيْهَا اَنْسَاءُ اَنْهَرَاتٍ وَرَبِّ

وَالنَّبِ اس كُلِّ دُوْحٍ يَّبْحِ ذَالِكُمْ يٰ اَنَّا اللّٰهُ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهُ بَعِي

الْمَوْنِ وَاَنَّهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

اور تم زمین کو سنا رہی ہوئی دیکھتے ہو اور اب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو پہلے اٹھتی ہو پانی ہونے اور ہر جسم کے قریب بچھل پھول و کاسے نکلتی ہے یہ ثبوت ہے کہ اللہ ہی معبود و حق ہے اور وہ ہی مرے کو جانتا ہے اور وہ چیز پر قادر ہے۔

بعثت محمد کی کی انقلابی تاثیر:

پچائیک: جس مردہ انسانی جسم میں جسے نسل انسانی کو جانتا ہے روح حیات دہڑے نکلتی ہے اور اچانک یہ مردہ انسانی لینے لگتا ہے، جو سنے کے لئے قریب ہو گیا تھا، اس حقیقت کو دیکھیں، اچھی محد و زبان میں ایوان سنی کے اندر نے اور آتش فاش کے بجھنے سے تعبیر کرتے ہیں، آپ نے دیکھا ہوگا کہ پختہ اور مضبوط عمارتیں اور فلک ہو کر مہلات زمین کے دہڑے کی ایک حرکت سے خراباں زور چوں کی طرح زمین پر آ رہے ہیں، تو قیصر و سربراہ کے نظام اور فرمان و سرکے کار سے نئی نظم و ضبط اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور دنیا میں نئی سعادت کے ظہور سے کیوں نہ ہال پڑیں گے۔

ایک نئی دنیا کا ظہور:

حضرت محمدؐ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وادعت و بعثت صرف ایک نبی کی یہ صرف ایک امت کی یہ ایک عصر کی یہ پیدائش نہیں بلکہ ایک نئی دنیا کی پیدائش تھی، جو آپؐ کی بدولت ظہور میں آئی اور آپؐ کی یہ دنیا تاقیامت بنی رہے گی، اب میراٹھ مہینہ آفریقہ اور اسی کے شمالی ہونگا، آپؐ کی بعثت مہارگہ کے آثاروں دنیا کے چپے چپے پر موجود ہوگا اس کے بارے میں میں برایت کہتا ہوں ہیں، اور دنیا اپنے عقیدے کے اندر غمخیز رہے بہت دن۔ اطلاق و حد شرع اور غمخیز وقت کے خطے میں بعثت محمدی سے متاثر ہو گئی ہیں بلکہ اس سے اثرات میں میں اس طرح کی پوسٹ ہو چکے ہیں کہ کسی شخص اس کا ان سے جدا ہونا نہیں نہیں اور انہوں میں سے ایک کہہ چکے ہیں تو وہ اپنے ہمت یں سرے اور الٹا سے محروم ہو رہے ہیں۔ دنیا دراصل اپنی زمین کے لئے بھی بعثت محمدی کی جہان ہے اس لئے کہ ہی نے سزہ کی کا اتقان بخشا اور اس کی عمر میں اس کو دیا، اور غیر خوش حال ہے اس لئے کہ اس نے خدائی غضب کی مار اور اللہ کی لعنت اور بد بختی سے اسے بچایا اس کی وہ اسحق بہت بڑی تھی، دنیا، بعثت محمدی سے پہلے اس کی پانچ ہزار آدمی کہ اس کی بساط اوقات میں جاے اور اس کی دنیا دکھو زوالی جاتے۔

ظہور النبی البر والبحر بعد کسبت ابدی اناس لیذنبھم بعض

الذی عدوا العلیہم بر حعون

لوگوں کے برے تو بہتے ہوئے نبیؐ کی اور تری میں قیام پھیل گیا تو انہوں نے ان کے لئے کچھ دیکھنے کے شاید وہ چتے تھے کہ باز آئیں۔
حضرت شریفؒ میں اس سلسلے میں آیا ہے۔

ان الله ينظر الى اهل الارض فيحشونهم عربهم وعجمهم لا بقايا

من اهل الكتاب

اللہ نے اہل زمین کی طرف نگاہ کی اور عرب و عجم دونوں کو تباہ نہ کیا سوائے ان کے کہ ان کے کتاب ہے۔

عصر جاہلی کی تصویر:

خدا نے جو نصیر و ملہم بھی تھا زمین پہ نیا دیکھا؟ اس نے یہ تو کس کو بت گئے "جگہ درین
 دیکھا پاسی کو جیت کا پجاری یا کسی کو سلطنت اور شیطان کا بندو بایا جہاں تک دین خالص طلب
 صادق، ہم صلیح اور ملل صالح اللہ سے رجوع، آخرت کی مٹی کا سوال تھا تو یہ چیزیں نہیاب اور
 کیسی نئی صفر عرایز اور جو، ہوئی تھیں، بلکہ صراحتاً اللہ و ملائکہ نے ہی معرکہ لانا
 را، تھیں "جستہ لہذا لہذا" میں، اس دور پر نیست کی جو تصویر پیش کی ہے، میں نے اس سے
 بہتر تصویر کسی مصنف کے قلم سے نہیں دیکھی فرماتے ہیں۔

"مردیوں سے آزادی حکومت کرتے کرتے اور نیا کی لذتوں میں مبتلا رہتے آخرت کو بکھر
 جوں پائے اور شیطان۔ کسے پرے نہیں آتے آتے ہی جہ سے یہ لہذا اور مردیوں نے زندگی
 کی آسائشوں اور سامان آرائش میں بڑی خوشگامی اور تازگی اختیار کر لی تھی اور اس میں ہر قسم
 کی ترقی اور نکاست میں فیک اور بہ سے حقیقت لے جانے اور فخر کرنے کی کوشش کرتے
 تھے، دنیا کے مختلف گوشوں سے ان مردوں میں بڑے بڑے ملے بنے اور ملے ملے جمع ہو گئے
 تھے، جو اس سامان آرائش اور راحت میں نزاعیں پیدا کرتے تھے، کوئی نئی تازگی فراموش نہ کرتے
 تھے، ان پر نکل پورا شروع ہو کر تھا اور اس میں برابر اضافے اور چہ میں، کوئی رہتی تھیں اور ان
 باتوں پر فخر کیا جاتا تھا۔ زندگی کا معیار انکا بلند ہو گیا تھا کہ امراء میں سے کسی کا ایک لاکھ درہم
 سے کم کا پتہ نہ ہوتا، اور ان میں پہناتا لذت محبوب تھا، اگر کسی کے پاس مادی شان تک، فورا، تمام با
 لذت خوش خوراک اور تیار بہ نور، خوش رو جوان اور غلام نہ ہوتے، کھانے میں تکلفات اور
 بہ اس دوپشاک میں قہر نہ ہوتا، ہر پیشوں میں اس کی کوئی عزت نہ ہوتی اس کی تفصیل بہت
 طویل ہے، اپنے ملک کے بادشاہوں کا ہوس اور کھیتے اور جانتے ہو، اس سے قیاس کر سکتے ہو۔

یہ تمام تکلفات، ان کی زندگی اور معاشرت کا بڑا حصہ تھے، دوران کے اہل اس صفر
 راج میں گئے تھے کہ کسی طرح نگل نہیں سکتے تھے، اس کی وجہ سے ایک ایسا لاطنتا مرض پیدا ہو
 گیا تھا، جو ان کی پوری شہری زندگی، اور ان کے چہرے نظام تمدن میں سہایت کر گیا تھا، یہ ایک
 مصیبت عظمیٰ تھی، جس سے عاموں میں اور امیر و غریب میں سے کوئی محفوظ نہیں رہا تھا۔ ہر شہری

پہلے جسے جو نیکو کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے اللہ پر ایمان لاسے اور انکے راستے میں جہاد کرتے اور اس سب میں کسی ملامت کی پروا نہیں کرتے تھے اور اس طرح جہاد و اصلاح و رحمت و ارشاد کی ایک مسلسل تاریخ بن گئی جس میں کوئی غفلت اور وقفہ نہیں۔

لا تزال طائفة من امتی ظاہرین علی الحق لا یضرهم من

غللہم حتی یانی امرائہ

میری امت کا ایک طبقہ ہمیشہ حق کے ساتھ غالب رہے گا اور ان کا غلبہ انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا کیسا تک کر قیامت آجائے گی۔

امت محمدی محمد رسول اللہ ﷺ کا معجزہ عظیم ہے:

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب "جواب المسئ" میں بیشت لکھی ہے کہ: "وہی اللہ تعالیٰ اس کی اہمیت اور شان کی بڑی اچھی تصویر کشی کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: "رسول اللہ ﷺ کی سیرت و اخلاق، اقوال و افعال اور ان کی شریعت خدا کی آیات میں سے ہے، اور ان کی امت اور امت کا علم و دین اور اس امت کے صالحین کی کرامت بھی اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔"

رسول اکرم ﷺ اللہ کے حکم پر پوری طرح قنم رہے، اور اس میں پوری صداقت عدل اور وفاداری برتتے رہے۔ کبھی کوئی جھوٹ، کسی پر ظلم کسی سے بے وفائی، نہ ہت نہیں بلکہ آپ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ سچے، اجمالی پسند اور وقار شاعر تھے، اگرچہ آپ ﷺ جنگ و صلح، امن و خوف، فقر و خوشحالی، قلت و کثرت کا میالی و ناکامی کے مختلف حالات سے برابر گزرتے رہے، لیکن ان تمام حالات میں اچھے اور پسندیدہ رہتے سے آپ بھی نہیں ہٹے، حتیٰ کہ دعوت اسلام عرب کی اس سرزمین میں پھیل گئی جو اس سے پہلے بت پرستی و اکبر پرستی و کفر و شرک و فتنہ و فانی اور فتنہ و کفری تھی اور جو لوگ آخرت اور جاودہ جانتے تھے نہ تھے اب وہ روئے زمین پر سب سے زیادہ ہم و ملے، دین و ملے، انصاف اور عدالت والے بن گئے، حتیٰ کہ شرع کے تضاد کی بھی ان کو دیکھ کر یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ: "میں نے اللہ کے ساتھ اور خدائی ان سے بہتر نہ تھے، اور روئے زمین پر آج بھی مسلمانوں اور غیر مسلموں کے علم و فہم کے قیام و پھیلے ہوئے ہیں اور

نبوت محمدی کا کارنامہ

سبحہ و تعالیٰ علیٰ رسولہ الکریم اعا بعد ۝ فاعوذ باللہ من

الشیطان الرجیم ۝ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝

انسان کی اہمیت :

حضرات سامعین! دنیا کا مقدر انسان کے حقدار سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے اور یہ کہ انسان کی سعادت و شقاوت، بلند اتالی اور کمست کا تحقق انسان ہی کی ذات سے رہا ہے۔ چنانچہ اگر حقیقی انسان کا وجود نہ ہو تو دنیا کی ہر قابل فخر چیز بے اہمیت، اور بے وزنت ختم ہو جائے۔ جب بھی کوئی ایسی بڑی مصیبت نہیں آجائے گی اور نہ دنیا کا کوئی بہت بڑا خسارہ ہو جائے گا کہ حقیقی انسان کا وجود نہ ہو۔ چنانچہ اگر تمام الہدیں، ہر بحر و بیابان کی مخلوق، اور ہر چیز کی کار آمدی، ثابت ہو جائے اور انسان اپنے انسانہ کار و خیر میں کوتاہی کرے تو اس کا نہ تو دنیا کی اور نعمت و بہت سے دنیا و دوزخ تمام چیزیں دوبارہ مہیا کر دے گا جو دنیا نے کھو دی ہوں گی اور صرف یہی نہیں بلکہ پچھلے سے بہتر اور بڑھ کر فراہم کر دے گا اور اگر دنیا کو دیکھیں تو کسی ذمہ دار کو یہ اختیار دیا جائے کہ وہ انسان بغیر دنیا و دنیاوی بغیر انسان میں سے کسی ایک کا انتخاب کر لے اور وہ اس انتخاب میں نقص سمجھ کر خدا کی وحی ہوئی قوت قیصر سے کام لے گا تو اس کا انتخاب یقیناً انسان ہی ہوگا اور اس میں سے کسی فرد کو برگزینے کا سزا نہیں رہا پڑے گا اور اس لئے کہ دنیا نہ دنیا ہی کے لئے بنائی گئی ہے اور نہ ہی عزت و قدر و قیمت اسی کے سبب سے ہے۔

اس دنیا کی بد قسمتی و بد نصیبی آیت و نازل اور ساز و سامان کا فقدان نہیں بلکہ ان آلات و اوزار میں کمال و کمال ہے۔ ہر شے کی تخلیق و استعمال ہے اور ہر شے کی تخلیق اور طاعت سے بھری ہوئی تاریکیوں میں رہنے کو تیار ہے۔ سورت پیش کوئی اس کا سبب انسان کی کراہی، براہ راست اور اپنی فطرت سلیمہ سے مجبور ہے۔ اس ہزاروں و ہزاروں کے لئے۔ ہر شے میں خاموش اور "صمد" است ہیں جو اس کا ختم

مانتے اور اس کی مرضی پوری کرتے ہیں۔ ان کائنات کا ان کو کوئی قصور ہو سکتا ہے تو کیسی ہو سکتا ہے کہ وہ اس مصیبت میں سرعہ و تندگی اور اس کی کثرت و بغیرت میں قسمت پیدا کر دیتے ہیں۔

انسان و قدرت کے اسرار و عجائبات:

قدرت الہیہ وسیع کائنات اسرار و معجز اور عجائب و دُرر ہے اس طرح بھاری ہوئی ہے کہ اس کا حسن و جمال عقلوں و کمبوت کا راجہ اور وحشت و حیرت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ لیکن اگر انسانی قدرت کے سر و عجائب اس کے امکانات اور کئی صلاحیتوں، قیاب انسانی کی عمرانی اور آئینہ کی فکر انسانی کی بلند پروازی اور ذہنی قوت کی وسعت و روح انسانی کے سوز و گداز، اس کی اجتماعی امیدوں و ہر روزی، اس کی بلند ہمتی و ملی نظری (جس کی کوئی انتہا نہیں) اور ہر لمحہ حیات، لذتوں اور مسرتوں، ملک و قومیت اور وطنی و آسودگی کی مقتدر پارہ پنجہ خلائق ہوئی کہ اس کی تجویز اور تاج قضا، ہے شمار اور لامحدود صلاحیتوں کا دنیا کے اسرار و عجائب سے مقابلہ کیا جائے تو یہ وسیع کائنات اس کے سامنے سمندر کے آگے کیل قطرہ یا ساحر کے مقابل ایک ذرہ کی طرح معلوم ہوگی اور اپنی پوری وسعت کے ساتھ قلب انسانی کی وسعت اور عمرانی میں اس طرح گم ہو جائے گی جیسے ایک چھوٹی سی کھنکری ایک بحرِ بیکراں میں گم ہو جاتی ہے، اس کے ساتھ وہ غیر محسوس لڑائی کے آگے پیاز پیچ ہو جائیں اس کی محبت کے بھڑکتے ہوئے چند بات سمجھنے والوں کے سامنے آگ سرد اور نہ کمرِ نغمہ آئے اور خوفِ خدا یا کسی طاقتوں پر ترس کھٹنے یا انہوں سے نہ امت پر نکلے ہوئے ہر قسم کے قیام کو دیکھ کر نہ رہ پائی ہوئی ہو جائے اور اپنی کل ظرفی کا قمر جو ہے، انسانی قدرت کا جمال اس کے اخلاق کا حسن اور اس کے جذبات کی لطافت اور آواز کا رواج ہے تو اس کے کم کی تمام برکتیں اور انعموں پر پانی پھیر دے اور حسن کائنات کو مات دے۔ یہ ہے انسان کی ذات اس کائنات میں جو ہر مقصود اور بیت الغزل کی حیثیت رکھتی ہے اور خلاق عالم کی نشانیوں میں سے سب سے بڑی نشانی ہے جسے اس نے بہترین صورت ممکن میرت اور عمدہ ترین ساخت و طاقی ہے۔

انسان ہر پیمانے سے بلند ہے :

دنیا اپنے تمام مہزنیوں اور رفیضوں اور دولت و حکومت کے ساتھ بھی اس انسانی عقیدے کا بدل نہیں بن سکتی جو شک اور کمزوریوں سے بالاتر ہوتا ہے، اور اس محبت کی قیمت بن سکتی ہے، جو مادی فوائد و مصالح سے بے نیاز ہوتی ہے، اور اس جذبے کی قہر و مقامی کر سکتی ہے، جو حدود و قیود سے آئینہ نہیں، نہ اس اخلاص کی چوڑی بن سکتی ہے، جو عرض و منافع سے بے نیاز ہوتا ہے، اور اس کے اس اخلاق کی قیمت بن سکتی ہے، جو سودے بازی اور انتقام سے بلند ہوتا ہے، اور نہ اس نیکو خاندان خدمت کے برابر ہو سکتی ہے، جو بدنامی اور شہرے کے بھی مستغنی ہوتی ہے۔

انسان اگر اپنے آپ کو پہچان لے اور اپنی قیمت طلب نہ کرے تو یہ دنیا اس کے دام بھگتے سے بے اثر ہو جائے، اور اگر اس کی ذات و وسعت اختیار نہ کر لے اور اپنے عزم و ہمت کی عنان اچھلی چھوڑ دے اور اپنی فطرت کو اس کے بہاؤ پر زائل نہ ہو تو یہ دنیا اس کے لئے ٹھک ہو جائے، نور مسک کر اس کے لئے ایک بے پروائی اور ہوا کا ٹھنڈا بات ہو۔

تھکے اگر تو بس ایک مشبہ خاک ہے انسان

ہر جہ تو وسعت کو نہیں میں سنانہ سکے

فطرت انسانی کی مہرانیوں کو نہٹا پا جاسکتا ہے نہ اس کی جھک۔ پہنچا جاسکتا ہے نہ اس کے اسرار کا احاطہ ہو سکتا ہے، نہ اس کی وسعت و حقیقت کا پتہ لگایا جاسکتا ہے اس کی حیرت انگیز اور اجازت نامہ صاف حقیقتیں اس کا نظم و حکم، اس کی شرافت و کرم انسانی، اس کی شفقت و محبت، اس کا رحم و کرم، اس کے شعور کی لطافت اس کے احساس کی نزاکت اس کا زہد و انکار، اس کی خود داری و انکار، معرفت الہی کی اس تعداد اور فانی اللہ ہونے کا ذوق، انہی نوع انسان کی خدمت کا شوق اور پیچیدہ، مشکل اور نئے علوم و فنون کی گمن، یہ سب انہی چیزیں ہیں جن کو دیکھ کر عقل حیران رہ جاتی اور ذہین ترین قوموں کو مارا پکڑا جاتا ہے۔

نبوت محمدیہ کا کارنامہ :

انسان کا وجود بر خیر و برکت اور اقبال و سعادت کی گنجی اور بر مشکل اور ہر مسئلہ کا حل ہے

اور ادب اس کی سعادت میں بھی اقبال اور اس کی شہدایہ کا سدھو باقی ہے۔ حقیقی انسان دور دورہ کا وہ ہے جو جانتے ہے اور ادب اپنے آئینہ نگار کا۔ وہ ان کے جوہر سے نہیں جانتا بلکہ ان کے مضمون میں ہے اور ہر نئی دہائی کے زمانے میں اسی محسوس کے تراجم ہے اور ایسے ان لوگوں کا احساس نیست و کیفیت میں اچھا ہے اور جس کا مطالعہ کرنے کی انھوں نے بھی ضرورت تھی اور ایسا نظارہ چشم قلب نے سامنے آیا ہو اور ایک طرف تو ایک سید۔ پائی، عابد اور مہدی باطلت و عجمیت میں کئے ہوں اور ایک شاعر کے قصود و مقصد و سہ نے، انھیں قلوب کو کھلنے کے مواقع دیے ہوتے محمدی کا کارنامہ اور انھیں معجز و ب۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب و ساری اور آج کا کام اس طرح سے شروع کیا، جس سے کسی نئی یا مسند نہیں کرنا پڑا تھا۔ اور وہ اس کا مطلب نہ تھا تھا، اس لئے کہ مظلوم پروردگار انہیں ان قوموں کی معاشرتی سطح، زمانہ جاہلیت سے بہت جلد تھیں ان کے ہاؤز اور آٹھ خطبہ پہنچنے سے پہلے اس انھیں کہہ کر اس طرح تک پہنچا دیا جہاں تک کسی نئی کا عمل نہیں ہو پڑا تھا۔

آپ ﷺ نے اس طرح سے کام شروع کیا جہاں جو الیت کی اعتبار اور انسانیت کی ابتدا ہوئی تھی اور اس سطح تک پہنچا دیا جو انسانیت کی ابتدا کی منزل ہے اور اس کے بعد نبوت کے ہوا ہوئی اور جب نہیں اور کئے محمد ﷺ کے بعد ختم ہو گیا۔

والتحہ جو خیال و تصدیق سے نزدیک و دور نشانی ہے:

امت محمدیہ کا ہر فرد اپنی ذات سے ایک مستقل مجاہد و نبوت کی نشانیوں سے ایک نشانی، اس نے ابدی کارناموں میں سے ایک کا نام لیا اور انسانی کی شرف و انھیں ہونے کی ایک راہ ان میں ہے انہیں تصور کے اپنے نور کا ہونے کا قلم اور سنار زمین سے اس نے بہتر تصور نہیں بنایا ہو، جیسے کہ حقیقت واقعہ اور تاریخ کی شہادت کی روشنی میں وہ اوپر و مروجہ تھے۔

کسی شاعر نے بھی اپنے خفا میں نہیں مہربان طریقت اور شعری مساویات سے کام لے کر اپنے اصناف میں ایسی پائی کہ یہ تو اس اور ایسے مزید محاسن کا خیالی دیکھ نہیں سکتا کہ جو کہ جس کا تصور ان کی ذات میں موجود تھا اور ایک انہیں مہربان مع ہو کر انسانیت کا وہی بلکہ ترین نمونہ بن گیا۔ اس نے دیکھ کر ان کے خیال میں انہیں ایک نئی شکل میں نکلتا تھا جہاں تمام زمانہ کی میں وہ

اُنک موجد تھے جو آغوش نبوت کے پروردگار پر پست یافتہ تھے اور خود راہ گاہ گھڑی سے فارغ ہو کر اُنک تھے جسے ان کا قوی ایمان، ان کو محقق صمدان کا فیہ پسند دل ان کی تکلف اور یہ وہ تعلق ہے کہ زندگی، انانیت سے ان کی دوری ان کا خوف خدا ان کی صفت و پائیزی و انسان توانائی بننے کے حاساسات کی راستہ و اہانت ان کی مراد فی مشاجرات ان کا ذوق عبادت اور شوق عبادت ان کی دین کی شجہ سواری اور اتوار کی عبادت گزار کی متوجہ دنیا اور آرائش زندگی سے بے نیاز کی ان کی عدل گستری، مرما پناہی اور راقیوں کی نجات دہی اور پانی راستہ برکتی راستہ پر چننا ایسی چیزیں ہیں کہ انکی اتوی و تاراج میں ان کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔

فرد صالح مختلف پہلوؤں اور زندگی کے میدانوں میں:

مولانا محمد علی نے اپنی دہکوت و رسالت کے ذریعہ ایسا صالح فرد پیدا کیا جو خدا پر ایمان رکھنے والا، اللہ کی کجارت ڈرنے والا، دیندار و امانت دار و نیا پر خیرت کو ترغیب دینے والا، عبادت کے مقابلہ کو نظر نہارت، سے دیکھنے والا اور ان مادی طاقتوں پر اپنے ایمان اور دینی قوت سے فتح پانے والا تھا جس کا ایمان اس پر تھا کہ دنیا میں کے لئے پیدا کی گئی ہے اور وہ آخرت کے لئے بنائی گئی ہے۔ چنانچہ جب یہ فرج تجارت کے میدان میں آتا تو راستہ باز اور امانت دار و تجارت جواز دہا اور آراء کو نظر وفاق سے دیکھتا تھا تو وہ ایک شریف و محنتی انسان نظر آتا وہ جب بھی کسی معاملے کا حاکم ہوتا تو ایک فحشی اور بھی خواہ مخواہ ملتا ہوتا وہ جب مالدار ہوتا تو فیاض اور بخور و خندار ہوتا جب وہ مسند قضا اور عدالتی کرسی پر بیٹھا تو انصاف، عدالت اور عدل و ایمان کا طبق ہوتا وہ دو عالم پر ہوتا تو محض اور امانت دار نہ تھا نہ وہ اپنے سیادت و ریاست ملتی تو وہ تواضع اور شوق اور بخور و خندار حاکم اور سردار ہوتا اور جب وہ عوام کے مال کا امانت دار ہوتا تو محض انظار و صاحب فہم نہ رہتا ہوتا۔

بنیادیں، احسن پیرا اسلامی معاشرہ قائم ہوا:

انہی باتوں سے اسلامی معاشرہ کی صورت بنی تھی اور انہی حکومت انہی بنیادوں پر قائم ہوئی تھی یہ معاشرہ خصوصیت اپنی تھی کہ میں ان افراد کے مذاق ماننے کی بڑی صورتیں اور تصویریں تھیں اور ان افراد کی نظر میں ان سے بظاہر اور شہرہ جہی مدد، راستہ دار

حکمرانوں کا زبد اور ان کی ساؤنکی :

اس کی بہترین مثال یہ ہے کہ عیض السعدین ابو بکر صدیق کی زوجہ محترمہ نوایب بارہوی صحیحی بیڑے ماننے کی افواش ہوئی اور اس نے اسے اپنے روزانہ کے غرض سے چھوڑ دیا۔ اب حضرت صدیق اکبر کو اس کا صدمہ آتا ہے۔ اس نے وہ وقت بیت اللہ کو واپس کر لیا اور اپنے روزانہ کے وظیفہ سے بتدراس رقم کے لئے کرا دیا۔ انہوں نے کہا کہ تجرہ سے یہ ثابت ہو جائے کہ اتنی رقم زائد تھی اور اس سے تم میں ہو کر لے لے جانے کا کھڑا ہو سکتا ہے۔ صدائوں کا بیت اللہ اس کے نہیں کرا کر سے نہ دیکھتا ان جیش کی زندگی نہ کرے اور کھانے پینے میں تو اس نے کام لیا۔

یہاں جب دوسری کچھ تصویر بطور خداوت کی ہے، اور اپنے وقت کی سب سے بڑی محنت سے طے تو وہ کہتے ہیں کہ باری اور اس کی تفصیل پر مبنی ہے۔ جو سرکاری کاموں کے لئے ہوا ہے۔

یہ ایک باہر سے عام کا مقدمہ اس قاتلانہ کراؤں کے لئے رہا ہے۔ اور وہ قاتلانہ تھے۔ انہیں طرف کیان نقش کرتے ہیں۔ انہوں نے غیب فرما دیا ہے اور اس پر مبلغ اللہ اس میں بڑی بڑی ہے۔ ان کا کثرت طبعیت ہے۔

حضرت مرزا انقلاب بیت المقدس ہستے ہوئے ایک تہہ تہہ کی رنگ کی افواہی پر مبنی تھے۔ سوچ میں آپ کے سر پر کوئی کوئی اور قمار نہ تھا۔ یہ وہ دے دیوں عرف آپ یہ وہ ہونے والے تھے اس میں رکاب بھی نہ تھی۔ اونٹ پر ایک مونا کوئی کپڑا تھا۔ جسے آپ ان کے بچہ سے تھے۔ آپ کی گھڑی دو چار۔ یہ ہوا کی تھی جس میں پتہ پھر سے نہ تھا۔ سوار کی حالت میں اس پر ایک گھٹے نور اترنے کے بعد ان کا ٹکڑے جاتے تھے۔ آپ کی قمیض ایک پرانے لڑی کے پتے کی تھی۔ جو نقش کی مونسہ یعنی ہوئی تھی۔

آپ نے وہاں کے سرداروں کو بلایا۔ پھر وہاں کو بلاتے ہوئے اس نے بعد حضرت مرزا سے فرمایا کہ میرے کمرتا اور اس کے بچے ہونے جیسے میں بیٹھتا ہوں اور میرے لئے جاریہ کوئی پڑا ہوا کپڑا فرام کر دو۔ پھر چھاپ دیکھی کہ اس کا ٹکڑا کیا یہ آپ نے اسے دیکھ کر ریت سے

پہنچ کر کیا ہے، ان کو اس کے فرض کیا رہنمائی ہے۔ آپ نے پھر فرمایا، یہ شکر کیا ہوئے انہوں نے
 کہ آپ نے اپنے وقت کو اتنا کر گھس کر لیا، مگر آپ کا بیعت کا کام نہ تھا، یہ آپ کو آپ کے ان
 روشنی کو اتنا کر لیا، وہی کرتا رہتا ہے۔

فلپس نے ان سے مشورہ کیا کہ آپ پہلا اور چھپ میں، اور یہاں کے لوگوں میں، اس
 کی کوئی اہمیت نہیں اس لیے آپ ان کو بھی چھپا کر لیں اور گھڑے پر وہ لوگوں کو یہ اہل
 رہو، وہاں تک کہ گنگا، اس کے جواب میں آپ نے فرمایا، یہ وہ قوم ہیں جسے اللہ کے ارادے
 اور یہ عورتیں وہی جواب اللہ کے بدلے تم کی اور چھپ کو بھی لیتے ہیں، ان ایک تھوڑا سا لیا، اس
 پر آپ نے کوئی چاروہ الی الی اس پر ان کا کام استعمال کی اور نہ کاب و باندھیں بلکہ یہ بھی سوار ہو گئے
 لیکن تھوڑی سی دیر بعد فرمایا، وہ وہ وہ وہ اس نے اس سے پہلے لوگوں کو شیعہ ہاں پر سوار ہو گئے تھیں
 دیکھ تھا۔ چنانچہ آپ کا انتہا اس لیے اور آپ اس پر سوار ہو گئے۔

اسی طرح میں نے آپ کے ایک۔ غم کا منظر لکھا ہے۔

”ایک بار حضرت علیؓ حضرت علیؓ کو یہ میں اپنے چائیں، یہ کمر پر نظر آپ کے
 مقرر پھر سنا بھی تھے آپ مقام اہلہ کے متعلق بہت شے (جو غم کے سہل پر ہے)
 اس لیے اس کے قریب پہنچے تو راستے کے کنارے ہو گئے اور اپنے غامض پہنچے اور لیا، آپ نے اس
 مقام پر پہنچ کر استغاثا یا اور موت کرنا پہنچے غلامی سوار پر سوار ہو گئے (جس پر آپ نے ان کی فریاد کی
 ہوئی تھی) اور اپنی سواروں کو یہ کہ چھپا کر لیا، آپ نے مر تو اس نے
 آپ سے دریافت کیا کہ میرے دوستوں کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ تمہارے دوست ہیں،
 چنانچہ وہ آپ کو پھار کر لے کر بڑھ گئے، جب اللہ پہنچے تو ان کے والوں نے اس لیے کہا کہ
 میرے دوستوں لہجہ کافی تھے تو انہوں نے آپ کو چھپا کر لیا، آپ کی طرف سے۔

انسانیت کا مثالی نمونہ:

زہد و توہم، ایثار و بہادری، عدالت، فطرت، صداقت، کے یہ بہترین اور مثالی
 نمونے ظالموں، راہبروں اور دنیا پر قائم کے حالات میں اس قدر سے سے ملتے ہیں کہ اگر انہیں کو
 کی ساری تاریخ و انبیاء و اخلاق کا کوئی عالم جمع کرے اور ان سے ایک جامع اور منظم

شمس ان کی طرف جو تھوڑی سی دیر پہلے منسوب کی جاتی ہیں ان کا امت کے خلاف اسے دقتا بلند کیا ہے تو وہ بہت سی گمراہیوں کی طرف سبب امت کی دقتا بیان دہری قوموں کی دقتا میں اس کے مقابلے میں انھیں تو ان کا چند بھی ہکا بھکا توڑے کا اور جو یہ غلط بیانی کرتے ہیں وہ عین ایک سفید پیاز سے کھانے کا ایک کالے دھنسیے کو ان کے اٹھاتا ہے اور دوسری قوموں کے پاس سپاہ و لشکر، یقیناً جس میں سفیدی چند نقطوں کے برابر ہے اور اس طرح فیصلہ کر دیتا ہے انھیں اور جہالت ہے۔

رسالت محمدیہ کا اثر بعد کی فسلوں پر :

دعوت نبوی تعلیمات محمدیہ اور ان بلند پایہ شخصوں کی تاثیر و تفسیر آپ نے اپنی اور اپنے (صحابہ کرام) سے کی فکل میں پیش کیا اور بعد کے دنوں کو جس کی امت کی تعلیمات کی تھی اور آپ علیحدگی کی عظیم شخصیت (جو تمام احوال اور تمام امور کے لئے کامل مثال روشن ہے اور انسانی رہنمائی ہے) کا اثر اسی عہد تک موقوف نہ تھا جس میں آپ علیحدگی سے ہوئے تھے اور نہ اس معاشرے تک محمد و تھا جس نے آپ علیحدگی کا مبارک زمانہ پایا اور آپ علیحدگی کی صحبت سے استفادہ کیا تھا وہ تو اس یہ اعظم کی طرح تھا جس کی روشنی و تری میں امتیں اور پھل بہرہ مند ہوئے اور ہر جگہ میں پکے تھے اور جو اپنی بلندی سے اپنی تسکین و تری اور قوت و حیات سے بھری ہوئی تھیں دنیا کی طرف بھی بھجوا رہا ہے جس سے ہر دور و زمانہ ایک کی چیز مستفید ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان کے لئے آپ کی دعوت اللہ کی عمر وانی کا استخار اس کے فیضان و غصب کا خوف اس کے اجر و ثواب کی طمع، جہنم کا ڈر اور جنت کا شوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت سے بے رنجی اور آخرت کی طلب و زندگی میں سادگی لوگوں کو اپنے اور اپنی اولاد پر ترجیح دینا کے ساتھ ایثار اور خوشی و اقرار پر اس کو مقدم رکھنا اور قرہی اسرار کو جہاد و مشقت اور قربانی سے متوجہوں پر آگے جو حاکم و کارم و اخلاق اور ایسے نازک و لطیف و مسامحات و کفر و شر و عداوت جنہیں ذکی و ذہین لوگ سوچ بھی نہیں سکتے یہ سب چیزیں ایک ناگھیر ابدی اور ہمہ گیر ہر دہائی کی طرح تھیں جس سے کیے بعد و مگر کسی سلسلے فیض یا ب ہوتی ہیں اور ملنا و تقاضا دینا یا رشاہ اور حکام عابد و زام اس سے مستفید ہو کر نکلتے رہے سب نے اسی مثالی مدد سے میں اخلاق انسانیت کے پہلے سبق لئے اور پھر سب پر فائق ہو گئے اور اپنے اخلاق کا حاصل بلندی و عاقبت

[illegible][illegible]

ہم ان لوگوں کے پاس پہنچے کہ وہ مطابق ہندو مذہب میں اور ہندوؤں کی عبادت نے جو یہی چاہتی تھی وہاں تھی۔ یہاں تو ایک چھوٹا سا مسجد تعمیر ہو چکی تھی۔

یہاں آسانی شرف اور اعلائی امتیاز کا قیام اور انسانی صفت سامنے آتا ہے۔ حفاظت
مکتبہ کے قاضی کوئی عیشیہ دل کے لیے یہ مشورہ دیا کہ بادشاہ سے راز کیا اور نو بیسہ رات کے لیے
بسطہ کے رئیس کے خوشنما محلات کے مکتوبہ قلمدان اور پیرے ہونے لڑائی کی طرف
نہر مرزا غلام رضا شاہ کوئی مرتبہ کے فخر و شرف چاہتے تھے ہارنہ امتیاز میں کوئی امتیاز نہیں تھا۔ ان
کی حقیقی ترقی کے لیے بادشاہ کے اسے از سر نو ترقی کیا۔ اس سے اس کا حق ادا ہے
مکتبہ کو اسے مکتبہ کے قیام پر اسے اور شرف و اعلائی کی حالت میں ہے۔

۱۔ یوں کہ جب اس واقعے اور فوجیوں کی خواہش کا علم ہوتا تھا سلطان محمود کو شک نہ آیا کہ اس نے فوجیوں میں سے کسی کو شیر میں نہ ہانکا ہے۔ سلطان محمود نے اس سے قتال میں یہ جو شخص نے اور خانہ و میریوی حکومت کی زمینیں سلطان غفر نے یہ دعوت غفر نے اسے ساتھ لے کر لڑائی اور اپنی فوجوں کو اس کے ساتھ لے کر اپنے محل میں لے آیا اور محمود نے کہا کہ میں تو اس ملک میں صرف ہندو، عیسائی، سکھ اور اس کے ساتھ جو شخص میری فوجوں کے ساتھ تھا کہ

وان استعبرواكم في الدين فعليكم النصر

انہوں نے یہ بھی کہا کہ ان کے پاس کوئی دوسرا نسخہ نہیں ہے۔

والمسلمه: نحو الممنوع لا ينفع، ولا يحسنه

مسلمان محمد کا بیٹا ہوتا ہے جس کے دشمن کے لیے ہوتا ہے اور عامتہ مسلم کا ہے

اب میرا یہ قصہ چرائو لی، اور اللہ نے مجھے آپ کو، اور اسلام کو برقرار رکھا جس نے اپنے
ساتھیوں سے انکی باتیں نہیں سنیں، پھر میں مل سکتا تو میری باتیں راجا کاں اور میرا بیٹا صالح دوسرا
اور اس سے مل گیا میں میرا بیٹا لکھتا آپ کا احسان ہے کہ آپ نے اس حدوت کا مجھے موقع دیا،
اور میں کا جواب دینے، اب میں اپنے طلب و یکس بار یادوں، تم نے کہا اپنے قاتل کو جہنم
جیس جہنم پہ بتاؤ اور نہ انکی کے ساتھ جہنم کو ملانے چاہتا ہوں، یا شاہد سے یہ کہتے ہی اس کی موت
ظفر معین حرمت میں آگئی شہسواروں نے اللہ آگاہی صرف حدوت عزیمت مبارک لی، اور ایک
مٹا سا قاتل کرتے ہوئے، اپنے ملک کو لوٹ گئے۔

میں ہے۔

أدلة على الصدوقين اعرفه على الكافرين بعد هدوئهم في سبيل الله
ولا يحاولون لوجه لانه

اور دشمنوں کے سامنے ہر امر کا فروں کے مقابلے میں اعدائے راستے میں جہاد کرتے
ہیں اور انہی پرست کرتے ہائے نبیؐ کی خدمت میں پہنچاؤں کرتے۔
اور نہ ہی غیب پر سدا کوئی ہے کہ

فان يكفر بها هو لا، فقد وكما بها قوما ليسوا بها مكافرين
تو انہی یہ گونہ میں نہ انکار اور ان قوم کی دشمنی نہیں کی کہ ہم نے ان کے لئے یہی
قوم مقرر کر رکھی ہے۔ جو ان کو ایسا ہی کرتے ہیں۔

وما عسا الا ابلاغ الحبيب

شہ

ہدایت کے امام اور انسانیت کے قائد خود ساختہ رہنماؤں کا انسانیت کے ساتھ مذاق

الحمد لله وحده وسبحه وسبحه وبعوذا لله من شرور
نفسنا ومن سيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا
هادي له ومن يهده الله فلا اله الا الله ومن يضلله فلا هاد
الذي ارسله الله عالمي ابي كفاة الامم خيرا رجبيا وعاظما انبياء
مادنه وسراجا مسويا □

نوع انسانی یعنی مخلوق کا رخ میں ہمیشہ نورِ مانت رہنماؤں اور ہر مانتہ اور نصیحتوں کا
کھیل رہنماؤں اور بقانون سازوں اور حکمرانوں کے تجربات و فائنات بنی رہی ہے اور ان لوگوں نے
اپنے زمانے میں اور اپنے ہی جیسے انسانوں کے ساتھ وہی سوکھ چا جو آپ نے کا حکم کے کسی
یہ اس کے ساتھ رہا ہے۔ پھر بھی کا کہہ لو پینٹ، انھی پر بنا تا بھی لکھتا کسی پھر لکھ اور حسب
چاہے ہے۔ اور پھر اس کے۔

ان کے لئے انسانی تمدن، ان کی ترقی کے امکانات اور اس کے وسیع شہزاد کی کوئی
قیمت نہ تھی اللہ تعالیٰ نے انسان میں اخلاعت اور فرائض و عبادت اور انسانیت و دولت فرمائی ہے،
اور قہر میں پراگندہ اور ہر شے کی ذمہ داری کی ہے اس کے وسط میں انہوں نے نہ تھہری
نے کام لیا، ان حق و انصاف کے تھہرے پر اس کے، ان کی قسط اور مرداری کا لڑنے اور اس
انہوں نے اپنی خواہش و غش کا آلہ کار اور قیوت و سیرت اور عراض کا زور چڑھایا، ان کا تعزین
کی کہانہ ٹھہری، خطا کاری و گمراہی، اور غلط فہمی، غلط بیانی، نفس پرستی و دہلوی، انفرادی و اجتماعی
انیت توئی و وطنی عصیت سے بدقسمت انسان کے سر پر طویل بد بختی، مصیبت، آدھ کی ہے،

انہوں نے اپنے اخلاص، بصیرت، سزا کی دہائی اور انتہا پر امتیاز کے بارے میں مستحق شہادت پیدا کر رکھے اور میں بات کی اپنی وضاحت نہیں دیتی کہ انہیں ان کے زیر سر پہنچا پھونک سکتی ہے۔ تاریخوں کی ان انبیاء اور رسواہوں اور ایک ساتھ ہونے اور ان کے اپنے واقعات۔ یہ بھی ہوئی ہے اور مشرق و مغرب میں آئی بھی بہت سی تو میں انہیں طلاق دے رہا ہوں۔ ظریف قارئین کے رحم و کرم پر زندگی گزار رہی ہیں۔ جو ان سے خبیثہ اسے بیٹھنے کی طرف سے نکالتے اور اس پر ہر روز کے تجربے کرتے رہتے ہیں، اور پھر انہوں نے ان تجربات کی غلطی کا کافی کاغذ دیکھ بھی کر رہے ہیں اور انہیں ان سے اقتدار حاصل کرنے والا اور ان کا جائز نہیں انہیں رسوا کرنا اور ان کے کرتوتوں سے پردہ اٹھاتا ہے، اور انہیں انہیں محفوظ رکھتا ہے اور ان کے دانی تخلیوں ان سے واقف ہو جاتی ہیں۔

تخلیوں سے پاک انبیاء علیہ السلام کی ضرورت :

ان کامیاب تجربوں اور حالات کی زد سے عقائد و ایمانیات بھی محفوظ نہیں رہتے جن پر حسن انجام، دنیا کی سعادت اور آخرت کی نجات کا دار و مدار ہے، اور جو صحیح اخلاقی، سماجی، مذہبی، بشری کو خدا سے ملنے والی عبادت، اور بشریتوں کی تشکیل و تکمیل کرتے ہیں، اور جن میں کوئی غلطی کی جاتی بہت مشکل ملکہ ناممکن ہوتی ہے، اس لئے ایسے قوانین کی ضرورت پیدا ہوئی جو امانت دار نگہبانوں اور تخلیوں سے پاک، ہر لائق اور نفع اندوزی اور مادی معاوضہ کی خواہش سے بری ہوں، جو خواہشات سے مغلوب اور جذبات سے متاثر نہ ہوتے ہوں، جو اپنی رائے اور ناقص معلومات، محدود تجربوں اور ذاتی محسوساتوں سے ماتحت کوئی فیصلہ نہ کرتے ہوں اور یہ ان سے کبھی کوئی اجتہادی غلطی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی تعویذ کے بعد وہ ان تخلیوں پر قنہ اور حسرت نہ رہتے ہوں۔

امانت داری اور اخلاص :

اسی لئے آپ دیکھیں گے کہ یہ دعوت ہونے والا اپنی اپنی امانت کو اپنی امانت داری اور اخلاص سے غرضی کا پھر یقین دلاتا ہے، اور وہ اس میں ایک ایک نئی کی زبان سے دو وضاحت

فرمائی گئی ہے اور جو یقین والا یا گمیا ہے، اسے پڑھئے۔

(۱)۔ کذبت قوم نوح المرسلین اذ قال لهم اخوهم نوح الا تصفون، انی لکم رسول امین۔ فاتقوا الله واطيعون۔ وما استلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العالمین۔

قوم نوح نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا جب ان سے ان کے بھائی نوح نے کہا کہ تم ڈرتے کیوں نہیں، میں تو تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں تو خدا سے ڈرو اور میرا کہا مانو اور اس کا اجر کا تم سے کچھ صلہ نہیں مانگا میرا صلہ تو رب العالمین ہی پر ہے۔

۲۔ کذبت عاد ن المرسلین۔ اذ قال لهم اخوهم هود لا تصفون، انی لکم رسول امین۔ فاتقوا الله واطيعون۔ وما استلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العلمین۔

عاد نے بھی رسولوں کو جھٹلایا جب ان سے ان کے بھائی ہود علیہ السلام نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں میں تو تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں، کیوں نہیں؟ میں تمہارے لئے ایک امانت دار رسول ہوں تو خدا سے ڈرو اور میری بات مانو۔ اور میں اس خدمت کا تم سے کوئی معاوضہ نہیں چاہتا، میرا معاوضہ تو جہانوں کے پروردگار کے پاس ہے۔

(۳)۔ کذبت لوط ن المرسلین۔ اذ قال لهم اخوهم صالح الا تصفون، انی لکم رسول امین۔ فاتقوا الله واطيعون۔ وما استلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العلمین۔

قوم ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا جب ان سے ان کے بھائی صالح نے کہا کہ تم ڈرتے کیوں نہیں؟ میں تمہارے لئے ایک امانت دار رسول ہوں تو خدا سے ڈرو اور میری بات مانو اور میں اس خدمت کا تم سے کوئی معاوضہ نہیں چاہتا میرا معاوضہ تو جہانوں کے پروردگار کے پاس ہے۔

(۴)۔ کذبت قوم لوط ن المرسلین۔ اذ قال لهم اخوهم لوط الا تصفون، انی لکم رسول امین۔ فاتقوا الله واطيعون۔ وما استلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العلمین۔

قوم لوط نے رسولوں کی کذب کی جب ان سے ان کے بھائی لوط نے کہا کہ تم تصوفی

کیوں نہیں اٹھتے اُترتے، میں تمہارے، تے ایک امامت اور رسول ہوں تو تمہارے ذرا وار میرا
کہا، نہ اور میں تم سے اپنے اس کام کا کوئی معاوضہ نہیں مانگا میرا وعدہ تو ہیں تم سے
پالنہ باری کے ہے۔

(۵) کہدیت اصحاب الا یکتہ انہر سبیل ذوال لہم تعجب الا
تغفون اسی لکم رسول آمین لا تقوا اللہ واطیعون وعا اسئلکم عنہ من احرا
اجری الا علی رب العلیہ

یہ باتیں نے، سو وہی فی تقدیر ہی وہی ان سے شریعہ ہے اسامہ نہا کرنا۔
کیوں نہیں میں تمہارے لئے ایک۔ ات شہ رسول ہوں تو تمہارے ذرا وار میری یہ نہیں مانو
میں تمہارے کام کا کوئی معاوضہ نہیں چاہتا میرا وعدہ تو ہیں تم سے پنے سے ہے۔

یہ قصود و صحت جو مختلف اتواں اور مختلف زمانوں کے انبیاء نے، ہر سے میں مشتاک
ہے اپنے اندر بڑے ممکن تھیں رکھتی ہے۔ نہ امانے "ایسا جاسن بخت ہے، جو صداقت و فی خدا ہونے کی
صحت کے ساتھ قبول کرتے، صحت کے ساتھ امت نہیں پہنچانے کے، معافی پر مستحسن اور
ربانیت و نبوت کے لئے مہمان رہتی ہے، عربی زبان میں اس مقام کے لئے اس سے بڑے
کو کوئی اور جامع و فیض عطا نہیں۔

یہ حکمت الہی کو محض تمہارے میں ملی سب سے اہم نے نبوت سے پہلے ہی میں
حضرت کے ساتھ شہادت پائی، اور اللہ نے میوں کے دل میں خود بخود یہ بات آئی کہ وہ
آنحضرت سے وہ حق راہیں سے عزت قلب سے پھر یہ۔

ایک طرح انہماک، اب غرضی، یہ قسم کی لائی ہو کر قسم کے شہید، الا انکار اب کو انہماک
ان کے لئے حق سے پنے پنے انہماک کا شہید ہے۔ یہ حضرت سلیم اور مقل مستقیم کا حق ہے کہ
اپنے یہ غرض و نیت خود امیوں سے بہت اُترے ای لئے حضرت سائر علیہ السلام نے انہماک
عجب سے کہا تھا۔

یا قوم لقد ابلغکم رسالہ ربی و نصحت لکم و اکمل لا تحبون
الناصحین۔

اسے قوم میں نے ترک کیا اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا اور تمہاری خیر خواہی کرتا رہا لیکن اس کا کیا علاج کہ تم خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے۔
اور اس فرستادہ نے کہا جو شیر کے کندھے سے آیا تھا۔

بمخرج تبعوا النمرسلین تبعوا من لا یستلکم اجرا و هم مهتدون
اے قوم رسولوں کی اتباع کرو ان کی اتباع کرو ہو تم سے کوئی معاوضہ نہیں چاہتے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔

اسی معنی کی وضاحت حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے سامنے کی تھی۔

وقال موسیٰ یا فرعون نبی رسول من رب العلین حقیق علی ان لا
اقول علی الله الا الحق قد جئتکم ببیۃ من ربکم فازسل معی بنی اسرائیل
موسیٰ نے کہا اے فرعون میں رب العالمین کا رسول ہوں (اس لئے) خبر دے اے یہ
ضروری ہے کہ میں خدا کے بارے میں حق بتاؤں میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف
سے کھلی دلیل لے کر آیا ہوں اس لئے میرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دو۔

امت کے لئے تحفظ اور ضمانت:

انبیاء کی عصمت، امانت، اور بے لوثی ان کی امتوں کے مذاہب و عقائد کی حفاظت و
دیانت کی ضمانت اور غیر قوموں کی لڑائی جھگڑائی کے متبادل میں ایک پناہ گاہ ثابت ہوئی
جس کے سبب دو شہادت میں جتا ہونے اور انبیاء کے کارناموں اور ان کے نتائج کے بارے
میں شک و تحیرت سے بچ گئے۔

عصمت انبیاء کی حقیقت:

تیسرا: اسلام حضرت شاد دہلی اللہ دہلوی (متوفی ۱۰۸۵ھ) نے نظیر کتاب حجت اللہ الباطن
میں باریان طریقت و بانیان مت تہی انبیاء کے ضروری صفات کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے
ہیں۔

”پھر اس دنیا میں نبی کے لئے ضروری ہے کہ وہ برسر عام یہ بہت کرے کہ وہ نبوت کا درجہ

آشنا ہے اور وہ جو تعلیم دے رہا ہے اس میں غلطی اور کھراچی سے پاک ہے۔ اور اس سے بھی بڑی ہے کہ اصلاحی کام کا پیچھا نہ لے لے اور پوچھ نہ دہی نہ کرے نہ کہ کسی کی وجہ سے نہیں۔ ایک یہ کہ وہ اپنی اپنے سے ساجھی فی کاروباری جو جس نے کی نہ اس صحت پر وہ متعلق ہوں اور یہ روایت اس قوم میں محفوظ ہو تو اس طرح سے وہ اپنی اپنی قوم کے عقائد است پر ہاوندہ کر سکتا ان پر حجت قائم اور انیس۔ اور جواب نہ کر سکتا ہے کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے ان کے متعلق علیہ بھی فی فی طرف سے کہہ رہا ہے۔

بہر حال انہوں نے لئے ایک معصوم اور متعلق علیہ شخص کی ضرورت ہے۔ یہ وہاں میں سوچو ہو یا نہ اس کی روایت محفوظ ہو اور ایمان و انقیاد اس کی تعلیمات اور منافع اور اسی طرح گنہوں اور انکساریت کا علم دیکھیں وہ رہاں اور اس دنیاوی عقل کے ذریعہ (جس سے روزمرہ کی زندگی کا کام چلایا جاتا ہے) اور وہ اس سے نہیں ہوتا بلکہ ان امور کی حقیقت اور جان ہی پر غلطی ہے، جیسے بھوک، پیاس، گرم یا غلطی دو اوزں کا اور اک اجدان ہی سے ہوتا ہے۔ ایسے ہی روح کی مداخلت اور مداخلت چیز کا غلط وقت تسلیم سے ہوتا ہے۔

اور انبیاء کا خطا سے معصوم ہونا اللہ تعالیٰ کے دیکھنے ہوئے ضروری علم و یقین کی وجہ سے ہوتا ہے جس کے سبب نہیں سمجھتا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے جو چیز چاہا ہے اور سمجھ رہا ہے وہ حقیقت کے عین مطابق ہے اور اسے ایسا نہیں ہوتا ہے گویا کوئی حقائق کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اور دیکھتے وقت اپنی آنکھوں کو نلہ میں نہیں سمجھ رہا ہے یہ نبی کا سفر ہی وہ رہاں کے کسی لفظ نے متعین معنی کو سمجھنے سے مشہ بہ ہوتا ہے مثلاً ایک عرب کو بھی یہ شک نہیں ہوگا کہ "انہ" یا "یا" یا "ی" کے لئے ما ہے اور "انہ" "انہ" زمین کے لئے حالانکہ اس سلسلے میں زبیر نے پاس کوئی دلیل دیتی ہے۔ مثلاً وہ معنی میں کوئی عقلی لازم ہی ہوتا ہے اس کے باوجود اسے یہ مشہور کی حاصل ہوتا ہے اور اکثر حقائق کے بارے میں نبی و ائمہ فطری بلکہ حاصل ہو جاتا ہے جس کے ذریعہ اسے ہمیشہ صحیح طریقے سے غم و جدائی حاصل ہوتا ہے اور اسے اپنے و جدائی تجربے فی صداقت کا مشاہدہ آخر ہوتا رہتا ہے۔

اور انہوں کو اس کی عصمت کا یقین ہی فی عقل اور خطائی دلیلوں سے ہوتا ہے کہ اس کی دعوت اور اس کی سیرت ایسی سادہ ہے، جہاں کدرب کا نذر نہیں اور کبھی اس کے خدا کے قریب

ہونے کا بھی مشاہدہ نہیں محض اس کی دعاؤں کی مقبولیت سے ہو جاتا ہے، یہ اس لئے ہوتا ہے تاکہ انہیں نبی کی عظیم دعوت کی عظمت کا احساس ہو جائے اور وہ یہ جان لیں کہ وہ ملائکہ سے رابطہ رکھنے والے نفوسِ قدسیہ میں سے ہیں، اور یہ کہ ان جیسا شخص اللہ کے بارے میں جھوٹ نہیں کہہ سکتا، اور نہ کوئی گناہ کر سکتا ہے، پھر اس کے بعد کچھ باتوں سے اور اعتقاد پیدا ہوتا ہے اور وہ انہیں اور قریب لے آتی ہیں اور نبی کو قوم کے مال وادارہ اور پناہ سے بچانے کے لئے یاد دلا دیا، عزیز ہوتا ہے۔

اور یہ سب باتیں وہ ہیں جن کے بغیر کوئی امت کسی نبی کے مخصوص رنگ میں نہیں رنگ سکتی، اسی لئے انہیں عبادتوں میں مشغول انتظام ایسے سے تعلق پیدا کرتے ہیں جن میں یہ باتیں پاتے ہیں۔

انبیاء اطاعت کے حقدار ہوتے ہیں:

وہ مبارک جماعت جس کی عصمت اور صحتِ علم کی یہ شان اور جس کی امانت و اخلاص اور بے غرضی کا یہ مقام ہو، اور اسے اللہ تعالیٰ نے اعتدال و سلامت دے دی ہے ایسے قالب میں ڈھال ہو اور اس کی تعلیم و تربیت کا بہترین انتظام کیا ہو، صحت یعنی صحت کو تو میرے سامنے تیار کیا جائے (انا اخلصنا ہم بخلصة ذکرى الدار و انهم عندنا من المصطفين لا حیار) انہیں ہم نے اپنے گھر کے ذکر کے لئے مخصوص کر دیا اور وہ ہمارے نزدیک برگزیدہ اور پسندیدہ لوگوں میں تھے، جس کے بارے میں یہ کہا گیا ہو وہ حق و سچ ہر لحاظ سے جامعیت و اقتدار، اور تقلید و جہل کی مستحق نہیں ہے، اسی سے اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور ان کی صلاحیت و جہت اور ان کے دنیا کے مقابلے پر فضیلت، کتاب و سلطنت اور نبوت دے دیئے جانے کا ذکر کرنے کے بعد کیا۔

اولئک الذین ہدی اللہ فیہدنا ہم ائمہ

یعنی وہ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی ہے تو آپ ان کی ہر بات کی اتباع کیجئے۔

لطف و عنایت کے مرکز اور :

انبیاء علیہم السلام مورد عنایات الہی اور مرکز اللطف و وجہات ہوتے ہیں، ان کے اخلاق و عادات، اور ان کی زندگی کے طور طریق سب خدا کی نظر میں محبوب زندگی کے طریقوں سے ان کا طریقہ حیات لوگوں کے اخلاقی میں ان کا اخلاق، اور لوگوں کی گونا گوں عادتوں میں ان کی عادتیں اللہ کے نزدیک پسندیدہ بن جاتی ہیں۔

ایک منزل کو مختلف راستے جاتے ہیں وہ سب راستے ایک ہی جگہ پہنچتے ہیں لیکن انبیاء جس راستہ کو اختیار کرتے ہیں وہ راستہ خدا کے یہاں محبوب بن جاتا ہے اور اس کو دوسرے راستوں پر ترجیح حاصل ہو جاتی ہے صرف اس وجہ سے کہ انبیاء کے قدم اس راستہ پر چلتے ہیں (۱) ان کی تمام پسندیدہ چیزوں اور شعائر اور ان سے نسبت رکھنے والی چیزوں سے اللہ کی محبت و پسندیدگی متعلق ہو جاتی ہے، اور ان کی تقلید و اتباع اور ان کے شعائر اور خصوصیات کو اپنانا اور ان جیسا اخلاق پیدا کرنا، اللہ کی محبت کو پانے کا مضبوط طریقہ اور قریب و آسان راستہ ہو جاتا ہے، اور جو ان کی اتباع کرتا اور ان جیسا بنتا ہے، وہ خدا کے محبوب ہی نہیں بلکہ محبوبوں میں ہو جاتا ہے، اس لئے کہ دوست کا دوست، دوست اور دشمن کا دوست دشمن سمجھا جاتا ہے، یہ دشمن و عداوت ایسے میں سے ہے، جو زمان و مکان کے اقتدابات سے بدلے نہیں، اور جن کی دغا مانیہ وی گئی ہے، چنانچہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے کہلایا گیا۔

قل ان کنتم فحیوں اللہ فاتہبونہی یحبکم اللہ ویضرب لکم ذنوبکم واللہ

غفور ورحیم

کہہ دیجئے کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، خدا تم سے محبت کرے گا اور تمہارے حق میں تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ بڑا ہی بخشنے والا اور غیر معمولی رحمت والا ہے۔

(۱) انہی شاعروں میں مضمون کو رسولی منہ اس خطاب کر کے بڑے خوبی سے لکھا ہے مرکز سیرۃ، جوڑا ہمارا جو علم ہے جس طرح کے تھے وہاں وہ۔

ذہنی اور جسمانی چیز اسی سے کیوں متعلق ہے، اور دنیا میں ہاتھ، سنجہ اور دماغی، انیس چیز ہیں۔ ان کے لیے آدمی کی محسوس ہے "ان کا تعلق دماغ سے ہی ہے۔" اُسے ہاتھ ہیں، اور دماغوں ہی خدا کی مخلوق اور ان کی عظمت ہیں، اور بہت سی چیزیں قومیں اور انبیاء کی تعلیم و تربیت سے بنے ہوئے ہیں۔ دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کہ جس اور اس واقعہ کی پائیداری میں ایک دوسرے کے کام کرنے کے استعمال کی جاتی رہتی ہیں۔

اس کا حجب اس کے عوام کی ہر قسم کی حیثیت، ماسطور پر اور رسول اللہ سے ملے ہوئے ہیں۔ خاص طور پر اس کے معنی اللہ کے ساتھ باقی قوت کے طور کے ساتھ ہے۔ اس کے نتیجے میں وہ اپنے پندہ میں طلاق، اجازت کے مطابق، اور ان کے ذہن کا ایک نوعیت اور اپنے سے شرمناک اور اس کے نتیجے میں قابل احترام اور عزت کے مطابق اور اعلیٰ تہذیب کی خصوصیات کیوں ہے؟ اس کے لیے کہ یہ انبیاء اور رسول اللہ سے ملے ہوئے تعلیم کی علت تھی۔ پندہ کی عظمت کا حجب سے مراد ہے کہ ان سے ملے ہوئے تعلیم و حکمت کی ایک تمام کاموں میں ثابت ہے۔ شروع کرتا ہے خداوند تعالیٰ نے یا رسول اللہ کی طرف سے اس کے وجود پر پختہ ہے۔

كان السبي عيسى الله عليه وسلم يحجب النصارى ما اسطاع من كنهه في ظهوره وتوحيده ونعله

یہ آرم سے اللہ ہے، یہ اللہ کی ایک کون ہر کام میں اپنی ہر چیز سے شروع کرتے ہوئے پندہ کرتے ہوئے یہ بالکل ایک طہارت کا معنی ہے۔ اس کا ہونا ہے جس میں کسی۔

اس پر سہارے اور ان تمام انسانی حالتوں کو قیاس کیا جا سکتا ہے اور حدیث میں یہ بتا رہا ہے کہ اس کی طرف سے وہ اپنی ہی ہے۔

انبیاء، ایک خاص تہذیب و طرز حیات کے بانی:

انبیاء نے صرف مقید و شریعت اور سب سے ایک نے دیے۔ اسلام۔ جس کی وجہ سے انہوں نے دنیا و متمدن اور کے طرز حیات کے بھی کوئی ہوتے ہیں جو ان کی تہذیب کو بدلنے کی مستحق ہوتی ہے۔ اس تہذیب کے اکثر مقصدوں میں اصول و یکن اور بعض اوقات علامات ہیں۔ ان کے ذہنی اور جسمانی تہذیبوں اور باہمی تعلیموں سے نمایاں طور سے متاثر ہو جاتی ہے۔ یہ اعتبار

روح اور اعمال ۱۴ ماہ میں کبھی نماز پڑھنا نہ اور نہ ہی صلاۃ و مصلحت پڑھیں گے۔

ابراہیم کی محمدی تہذیب:

حضرت ابراہیم علیہ السلام خدا پرست تھے۔ سب کے ہائی والہ اس وقت جس کی بنیادیں خدا کی توحید میں پائی گئیں۔ اور اس نئے مہرِ مہبط مستقیم ابراہیم علیہ السلام نے اپنے لفظِ حق کی کوٹ وندہ کی برسرِ ہر وقتِ تعلیم پر رکھی تھی۔

جس کے بارے میں کہا گیا ہے۔

ان پیر اہیہ لعلیہ واہ میب

ابراہیم پڑا شریف عالم خرمی اور تہ اے رجوع کرنے کا اہم

ان ابراهيم لاه حلبه

از ایام پیشین در روز جمعه و اول ماه رجب الشریف و میرد یادگها۔

حضرت ابراہیمؑ ایک طرف اس تہذیب کے باقی بوسے تھے اور دوسری طرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ان کے خلی و رشتہ بھی تھے، اس تہذیب کے مجدد اور مکمل تھے۔ جنہوں نے اس تہذیب میں از سر نو جان ڈال دی اور اس میں نئے دوام کا، نیک پیرا اور اس کے اصول و ارکان اس طرح مضبوط کئے کہ اسے ایک دائمی و عظیم تہذیب کی شکل دے دی۔

اسی تہذیب کی خصوصیت و اعتبارات :

یہ اہل ایمان مجھ ہی تہذیب و ملت پر حق سے قطعاً آگاہ ہے مگر اسے کسی ایک میں اور کسی مقام پر اور زمانے میں اپنے لئے لے کر آیا نہیں ہے۔ پھر مانجھ حضرت ہر ایمانی ایک جیسی ہے اور ان کی آرزو یہی ہے۔

واجبہ نبی ان بعد لا حد

اور اب خدا مجھے بہر پرہیز اور پاکوئی سے بچا کر تم بتوں کو پہنچے ٹھیکس اور ان کی خاموشی

وہیست اور اتوں اور افراتوں یہ دعوت تھی کہ

فاحتسبوا النثر جس من الاوثان واجتنبوا اهل الميوز حفظاء لله غير

مسترجعین

گندنی یعنی دعوت سے بچنے والا اور دعوت کہنے سے بچا خدا کے لئے جائز ہے مگر
اور اس کے ساتھ ہی کوثر ایک لکھنؤ کے رہنے والے تھے۔

یہ تہذیب نظامی اور خواہشات نفسانی پر مبنی تھی جو کہ اس کے لئے ایک نیا دور
تھا۔ اور وہ کے عروار پر تھیں جن کی طرف سے اور تھیں اور یہ دونوں کے لئے
نئے مہرے کہ نہ نہیں باقی رہتے وہ دعوت ہے کہ اس کا نتیجہ دیا ہے کہ

تمک النار الا حریہ سحعلہا للذین لا یوبدون علوا فی الارض ولا

فسادا والعاقۃ للمتقین

یہ آخرت کا گم ہے جسے ہم نہیں دے دیتے ہیں جو زمین میں براہ راست کی کوشش نہیں کرتے
نہ نہ اس پر تے ہیں اور انہیں تہذیبوں کی کاہتا ہے۔

یہ تہذیب انسان، انسان میں فرق کرنا نہیں باقی اور نہ کہ اس کو اس کا پیچیدہ فریاد
کرتی ہے۔

فانہ من کلہم اذہم و اذہم من توامہ لافضل لغربی عسی عجمی ولا

لعجمی عسی عربی الا بالتقویٰ یا ایہا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثی
و جعلکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عندنا اتقاکم

یہ قول آفریقہ اور افریقہ کے لئے ہے۔ تھے عربی اور عجمی اور عربی اور عجمی
تھیں اور تقویٰ کے لحاظ سے۔ اب انہوں نے ہمیں ایک مہرہ اور اس سے پیدا کیا اور ہمیں
نہروں اور قبیروں میں بانٹ کر ایک دور کے پہلے انہوں میں سے خدا کے لئے ایک مہرہ ہمیں کہ
پیش کرتے ہیں۔

یہ تہذیب کا تمام اثر ملنے لگا ہے فرمایا۔

نیس منامن دعاء الی عصیہ ولس منامن قاتل علی عصیہ ولس

صامن مات علی عصیہ

وہ ہم میں سے نہیں جس نے جاہلی، مستحبابی کی جلوت دی، اور جو جاہلی جہتہ بندی کے لئے نثار اور جوہلی تہہ بندی کے پیچھے رہا۔

اور انصار و مہاجرین کی دہائی، بے داخل و سرکش فرمائی۔

دَعُوها فَاَنْهَیْہَا مَعْنٰی

اس مصیبت کو ترک کرو، یہ گندی اور مردار ہے

یہ وہ تہذیب ہے جس کا شعار اور شعار اے امتیاز عقائد تے و امر و میں و تو حید مع شریعت کے میدان میں مساوات انسانی اور برتر اسم آدمیت، اخلاق کے بارے میں خدا کا خوف، اس سے دین، اور تواضع و انکسار ہے میدانِ عمل میں آخرت کی جدوجہد اور اللہ کے راستے میں جہاد، میدانِ جنگ میں رزم کا جذبہ اور وحدہ دینی پابندی اس کی بھروسہ ہے۔

یہ تہذیب حکومت کے طور و طریق اور حکمِ امت میں مافی الخواص و دینی مفاد و تحصیلِ اصول اور اضافی آمدنی پر عدالت و دفع افسانے سے زیادہ غور کیا کرتی ہے، خدمت لینے سے زیادہ خدمت کرنے سے اصول کو ترجیح دیتی ہے، یہ تہذیب تاریخ میں اپنی خلافتِ انسانی خدمت اور انسانیت و مہمیت کے جنگل اور سرکش و غمراہ و گھوٹوں سے نجات دلانے اور صحنی عالم پر اپنی جگہ یار و نگراں اور اپنی پھیلائی ہوئی برکتوں کے لئے نیک نام اور زندہ جاوید ہے۔

یہ تہذیب اللہ کے نام اور اس کے ذکر و فکر کے ضمیر سے تیر ہوئی ہے، اور خدائی رنگ میں رنگی ہوئی اور ایمان کی بنیادوں پر تعمیر ہوئی ہے اس لئے اس کے وحی رنگ سے ہٹ کر کسی طرح ممکن نہیں اور نہ باقی رنگ اور ایمانی آجکب سے اس کی طینت ممکن ہے۔

انبیاء کی اطاعت و تقلید پر قرآن کا زور:

قرآن مجید جگہ جگہ انبیاء کی اتباع اور ان کی سیرت کو اپنانے اور ان کے طریق پر زندگی گزارنے اور حتی الامکان ان کی متابعت اختیار کرنے پر زور دیتا اور کہتا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي اسْوَةِ حَمٰةٍ لِّنَّ كَانِ يَرْوٰی اللّٰہُ الْیَوْمَ

الاعتر و ذکر اللہ کثیر!

بے شک تمہارے لئے رسول اللہ کی امت میں بہترین نمونہ عمل ہے اس شخص کے لئے

نواہ اور پھر آخرت سے پر امید ہے۔ ملاحظہ فرمائیے کہ یہ ہے۔
وہ اسلحوں کو جہاد میں لے کر رہتا ہے کہ وہ برابر دعا مانگتے رہیں گے:

اٰھننا الصراط المستقیم، صراط السلفین انعمت علیہم غیر
المنصوب علیہم ولا الضالین

اے خدا ہمیں سیدھی راہ دے۔ ان آیتوں کی راہنمائی پر تو نے انہیں لایا ہے کہ ان کی راہ جو
تیرے منسوب ہیں اور نہ گمراہوں کی راہ۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ خدا کے احکام سے سرفراز بندوں کے سرگرمیہ نبیہ اور رسول
ہی ہیں۔ اس دعا کو تیار رکھیں بھی شامل کردیہ نبیہ حسب کی انسان اس دعا کے قوانین کی پیروی اور
ان انعام یافتہ بندوں کی سیرت و صورت میں مشابہت کرنے کا تو خدا سے فریب اور اس کے
ازلیہ معزز رہا۔

نبیہ کا احترام اور ان سے محبت:

قرآن نبیہ کے لئے اس عزت و احترام اور توقیر کا کلام کا طالب ہے جو قلب کی گہر
انیوں کی پیدائش اور عزت و شان سے جڑ جاتی ہوگا اور محبت پیدا کرنا چاہتا ہے اور صرف ان کی اس
احسان پر راضی نہیں جو جذبات محبت اور تقسیم سے خالی نہ ہو جیت کر دعا یا کلمہ کے ساتھ ہر
دوسرے کو بھی و سیاقی بندوں کے کلام کا ایک ہی تعلق دیتا ہے قرآن کو اس سے ذکر کا
اصدقات کے محض فروغ کی اس شکل اور حکام کی مضبوطی قبول کو کافی نہیں بلکہ اس کا طالب ہے
بھی ہے۔

لنؤمن بالله ورسوله و نعزروه و نتوقروه

اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور اس کی مدد کرنا اور اس کی عزت کا تحفظ کرو۔

فالذین امنوا به و عزموا

جو اس رسول پر ایمان لائے اور عزم سے اس کی مدد کریں۔

اس لئے اس نے ہمیں چنے کا ضم، یہ جس میں ان کی عزت و حرمت کی حفاظت ہوتی ہو
اور ہر چیز کے منہج کیا جس سے ان کی بے ادبی ہوتی ہو اور جس سے ان کی عزت و تجر و حان

کی شان کھنٹی اور ان پر قیام ہوئی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا صَوْتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْطُوا عَمَلَكُمْ وَأَن تَلْعَنُوا ۚ إِنَّ الَّذِينَ يُفْتَضِلُونَ صَوْتَهُمْ عَلَىٰ صَوْتِ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُمْ مَذْهَبٌ عَظِيمٌ

اے ایمان والو! آپ کی آواز کے مقابلے پر بلند نہ کرو اور نہ اسے اس طرح پکارو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو یا انہیں اعلیٰ شائع ہو جائیں اور تمہیں خود بھی نہ ہو۔
ہوگئے رسول اللہ کی مجلس میں آپ کی آواز پرست نہ رکھتے ہیں۔ وہی وہ ہیں جن کے دل اللہ سے تقویٰ کے لئے پرکھ لئے ہیں انہیں کے لئے مغفرت و بڑا ثواب ہے۔
لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۚ

اپنے درمیان رسول کے لئے نہ کوئی دوسرے کے بلائے کی طرح مت بنانا۔
اسی لئے نبی کی وفات کے بعد امت پر ان کی آواز نہ نہ کر دی گئی۔

وَمَا كَانَ لَكُمْ أَن تُؤْثِرُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَعْيُنِكُمْ وَلَا تَبْرَحُوا دُونَهُ ۚ وَأَن تَكُونُوا كَالْعُشْبِ الْهَبْلِ ۚ

تمہیں اس کی اجازت نہیں کہ تم رسول اللہ کو تکلیف دو اور نہ یہ کہ تم ان کی پیروی سے اس کے جدا کرنا کرو یہ بات خدا کے نزدیک بہت ہی اہم ہے۔

اس کے علاوہ بہت سے صریح انصوص میں رسول کی محبت اور اپنی جان و مال و اولاد کے مقابلے پر ترجیح کا مطالبہ کیا ہے ائمہ میں سے ہے۔

لَا يُوْثِرُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ

اجمعین

تم میں سے کوئی نہ کوئی نہیں یہ کہہ سکتا کہ میں اس کے لئے اس کے پاس سے لڑنے کے لئے اور تمام لوگوں کے ساتھ ہے پر نہ دیکھو یہ نہ ہو۔

ظہرائی عجمیہ راویوں کے ہاں اس میں "میں نے" کے الفاظ کا اضافہ ہے، یعنی اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہوں۔

تو اس سے مکالمہ نہیں کیا گیا اور اس نے اپنے پر سوار ہو کر اس قدر زور دیا کہ ایک کچھن سے اعلیٰ ہو کر وہاں تک پہنچ گیا جہاں ایک شخص ایک کھڑکی پر بیٹھا تھا۔ اس نے اس شخص سے کہا کہ اس شخص کو اس کھڑکی سے اُتار دیا جائے۔ اس شخص نے کہا کہ اس شخص کو اس کھڑکی سے اُتار دیا جائے۔ اس شخص نے کہا کہ اس شخص کو اس کھڑکی سے اُتار دیا جائے۔

ان الله عسى ان لا اذوق طعمها ولا اتمتع بمنزله اوتى رسول الله صلى الله عليه وسلم.

مجھے خدائی قسم ہے کہ میں اس وقت تک کلمے نے چلی کو باوجود دعاؤں و بکتوں کے دوسرے خدا کے لیے... سے اپنی آنکھیں روٹیں نہ کر لوں۔

ایسے ہی جانوروں و درختوں میں وہ انفرادی حیاتیاتی خصوصیات کے مجموعے پر اس کے قریب تین عریضوں (باب) بھائی اور مشہور طبی تہذیب کی تشریحی باقی رہی مگر اس نے اس باب کے اندر اس کے اصولی انداز پر عمل کی طبیعت پر بھی اور لوگوں نے آپ کی طبیعت پر بھی تو اس نے طبیعت کے جو کچھ بھی مصدقہ جملہ - یہ لکھتے ہوئے موت پر مہرست لکھی ہے۔

یہاں خدا کیوں میں عبادت میں بی تھے مگر انہوں نے اپنے والد کو یہ کہتے سنا کہ ان کے بچے کو تو معجزات کی باتیں ہوتی ہیں۔ ان کے والد نے ان کے باپ کے وقت سے پتہ چلا کہ ان کے والد نے ان کے لیے تمہاری فریاد کیا تھا۔ انہیں انہیں معلوم ہوئے کہ ان کے عزت مند رہے۔ ان کے لیے رسول اللہ ﷺ کے لئے تمہاری فریاد کے لیے ان کے والد اور ان کے والد کی جہازت کے بغیر جانتے تھے۔ پتا چلا انہوں نے اس وقت تک انہاں سے نہیں دیکھی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے ان کی عزت مند کی۔

یہ اسی جذبہ کا نتیجہ تھا کہ وہ اپنی جائیں اور اپنے سر تعمیل پر گئے اور زندگی انہیں
 ان کے لیے نصیب اعز اور امن کو چھوڑ کر اور اللہ کے راستے میں شہادت خرشوارہ بخشی اور اس وجہ سے وہ
 غزوہ بدر کے موقع پر یہ قربان ہو گئے۔

ان امرنا مع الامرک فی اللہ فی سرت حتی نبلغ الیک من عمدان

لنسیرون معک والہ للہ اس عرضت بنا هذا الجور غفناہ معک

ہمارا معاملہ آپ کے حکم کے تابع ہے، بخدا اگر آپ ﷺ برک غمہ ان تک چلیں تو ہم آپ کے ساتھ چلیں گے اور بخدا اگر آپ ﷺ فرمائیں گے تو ہم اس مسند میں آپ ﷺ کے ساتھ کھڑے ہیں گے۔

عالم اسلامی میں محبت کے فقدان کا نتیجہ اور زندگی پر اس کا اثر:

آج عالم اسلامی میں شریعت پر عمل کو تابی اور طاعات سے غفلت اور نفس پر ہرگز نہیں گزرنے والی چیز سے وحشت ہو رہی ہے کی سنتوں کے معاملے میں نئے تعلیم یافتہ طبقہ کی غفلت، سب اسی عظمت رسول ﷺ کا احساس نہ ہونے کا نتیجہ ہے جس پر قرآن زور دیتا ہے، اس کے ساتھ ہی رسول ﷺ سے محبت کی کمی کو بھی اس میں بہت غل ہے، یہ وہی جذبہ ہے جو پہلے اور اب بھی حیرت انگیز قوت کا سرچشمہ اور تاریخ میں عجائبات و معجزات کے لئے مشہور رہا ہے اور اس جذبہ کی کمی عقل، مزاج، نظام کی بڑی سے بڑی مقدار سے بھی پوری نہیں ہو سکتی اور یہ ایسا نقصان ہے جس کی تلافی کسی طرح ممکن نہیں۔

نبی ﷺ کی اطاعت و محبت ہی میں قوم کی فلاح ہے:

امتوں کی تقدیریں، ان میں بھیجے گئے رسولوں کی اتباع و اقتدار ان کے جھنڈے سے ملے جمع ہونے، ان کی ہرست کو اپنانے اور عزت و ذلت ہر حالت میں ان کی روکاب سے وابستہ رہنے سے متعلق ہوتی ہیں چنانچہ کوئی امت تمام طاقتوں عقل و وسائل کے ساتھ زمانے، تہذیب، فلسفوں اور حالات و حوادث کے تمام ترقیوں کے باوجود کامیاب نہیں ہو سکتی، جب تک کہ وہ نبی ﷺ کی اتباع، اس سے محبت اور اس کی دعوت کے لئے ہر حال میں جدوجہد نہ کرے، اور جو امت بھی اس طریقے سے بہت کر عزت، سیادت، اور قوت و اہمیت کے حصول کے لئے اپنی دانشمندی سیاست یا کسی بڑی طاقت کی پشت پناہی پر بھروسہ کرتی ہے، تو اس کا انجام ذلت و ناکامی و اظہار و اشتہار اور برسرِ سودائی کے سوا کچھ نہیں۔

عالم اسلام اور محمدا لک عمریہ کے حوالہ اور اسباب :

عالم اسلام عام طور پر اور عرب دنیا خاص طور پر اس حقیقت کے بہترین واقفین ہیں کہ کب میں جب نبی مکی کی ابتداء شروع ہوئی تھی اور یہ مکی ایڈروں کے مظاہرات میں نبی ﷺ کے منہ لگتے سے زیادہ دلچسپی سے بڑھتی اور نبی ﷺ کی طرف نسبت سے اور ان کی نمازی، ہجرت، کھانے سے ان کو گریز ہونے لگا اور نبی ﷺ کے آئینہ ان کے دکھاموں کی تجدید سے بہت ترانہ کے اکثر میں مذکور قومیت و وطنیت، شتر، نسبت اور دوسرے جہاد فتنوں کو اپنانے لگے تو کوئی کامیابی نہ حاصل کر سکے اور نہ اپنے کوئی مسئلہ حل کر سکے بلکہ کسی معذرت کے مقابلہ میں یہی مشاغل پیش آکر وہ اپنی وعدت کو پورا پورا کر چکے ہیں وہ ایک فلسفین کا مسہلاتی طویل مدت میں بھی نہ مگر سکے اور عالم اسلام کی یہ حالت میں کوئی باعزت مقام بھی نہیں حاصل کر سکے جہاں ان کے لئے کوئی مشغلہ نہ رہا سنا لے کر رہی آتا ہے۔ امیر المومنین حضرت عمرؓ نے شام میں اپنے عرب ساتھیوں سے کچھ کہا تھا (جو بڑے مخایہ اور فحش اسراہی کے قائد تھے۔ اور جنہوں نے انہیں ایک بڑی حکومت کے سربراہ کی شان اختیار کرنے کو کہا تھا) **اَسْكُم كُنْكُمْ اَذِلَّ النَّاسَ وَهَزَلَكُمْ اللهُ بِالْإِسْلَامِ فَهَيْمًا تَطْلُو الْعَرَبَ بَعْدَ لَكُمْ اللهُ** (۱) تم سب سے زیادہ ذلیل ہو گئے اور تمہیں اسلام سے ہیمہ لگ گیا اور تم عرب کو ذلیل کر دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس لئے بھیجا ہے کہ ہم جس کو وہ چاہتے ہوں کی بندگی سے نکال کر ایک نئی بندگی پر آمادہ کریں اور دنیا کی شغلی سے اس کی وسعت کی طرف اور مذہب کے عقلم سے بچا کر اسلام کے سایہ رحمت میں لائیں۔

تمدن و معاشرہ کی سطح پر صالح انقلاب کی ضرورت!

اس نقطہ نظر سے انسانیت کے مستقبل کو بھید ستا کر دیا، اور یہ لوگوں کے لئے خدا کا عہد و پیمان اور امتحانات کی تاریخ میں ایک نئے تجربے کی حیثیت رکھتا تھا، جس نے تاریخ میں ایک انقلاب برپا کر دیا، اس لئے کہ چھٹی صدی مسیحی عالمی صورت حال (جو تقریباً ہزارہات میں رہی) اب ایسی تھی کہ اس پر چند صالح افراد اثر انداز ہوتے، چنانچہ قرآن مجید خدا کی تعظیم کے کارپردازوں کے درمیان بھی کچھ صالح افراد کی موجودگی کی گواہی دیتا ہے۔

لیسوا! مواعن اهل الكتاب صفة قائمة بطلون آیت اللہ اننا، الیل وہم یجدون۔ یؤمنون بالله والیوم الآخر ویعلمون بالمعروف وینبہون عن المنکر ویسارعون فی الخیرات واولئک من الصالحین۔ (آل عمران، ۱۱۳، ۱۱۴)

سب (اہل کتاب) کیساں نہیں (ان ہی) اہل کتاب میں ایک جماعت قائم ہے یہ لوگ اللہ کی آجیوں کو اوقات شب میں پڑھتے ہیں اور عہد کرتے ہیں، یا اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، اور بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور بدی سے روکتے ہیں۔ اور انہی باتوں کی طرف دوزخ سے بچنے کی لوگ نیکوکاروں میں سے ہیں۔

مگر ان صالح افراد کا انسانی معاشرہ اور انسانی عمل پر کوئی اثر نہ تھا، کیونکہ وہ صرف چند افراد تھے، اور قومیں، افراد کو خاطر میں نہیں لائیں، چنانچہ ہر دور و دیار میں ایسے صالح افراد رہے ہیں، اور اب بھی ہیں، جو اپنے کچھ انفرادی اخلاق اور عبادات میں دوسرے لوگوں سے ممتاز ہوتے ہیں، لیکن جو ظلم اور مستحق قوموں اور نسلوں و تمدن و معاشرہ کی سطح پر ہر دور و اس وقت تک پر نہیں ہوتا، جب تک کہ وہ خیر و صلاح اسوہ حسنہ اور عملی نمونہ بھی امت اور انسانی معاشرہ کی سطح کا جو بلند ترین نبوی تعلیمات، طریقہ انصاف و اخلاق اور مثالی انفرادی و اجتماعی عمل کی نمائندگی حکومت و سیاست، تجارت و معاملات انفرادی و اجتماعی زندگی، افراد اور جماعتوں کے

گو قمریت کے ذریعہ اسی ذمہ دار کی کیا انتہائی میں کوشاں رہتا رہتا ہے وہ بے

بِأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَحْرِمَكُمُ
ضَمَانُ قَوْمٍ عَلَى الْآخَرِينَ عَمَلُوا صِحًّا فَلا يَحْزَبَ الَّذِينَ يَأْتُونَ اللَّهَ بِنُحُسْنٍ
تَعْمَلُونَ (النحل: ٩٨)

اب ایسا نہ ہو گا کہ جس نے اپنی یاہد کی گارنٹی والے اور بدلے سے ساتھ شہادت دینے والے ریوڈوں کی جہاد میں اپنی اپنی جگہ پر آکر دیکھ کر کہہ کر (اس نے ساتھ) انصاف ہی نہ کرو، انصاف نہ کرتے ہو لو کہ ان کو قانون سے بہت قریب ہے اور اللہ سے دور ہے۔
ہو، نہ شک کہ اللہ یا اس کی (پوری) فتح نے کریم یا کریم کے لئے ہے۔ جہ ۱۴۔

اور میں اسے کو اپنے دل میں لے آئی تھی اور اس کی اسٹوڈیو میں جا کر وہی پرستش کرتی تھی۔ جس نے مجھے پھر
اس وقت سے میری زندگی میں چھوڑ کر رکھی ہے۔ اور وہ نے میری پرستش و فحشاء اور انسانی کجیوں میں
بے چارہ پن اور چھوٹے سے انسانی جنمو کو (جو یہ کہانی انسانی زندگی میں تھا) اور اس کی ابتدا
چند روز سے زائد نہیں تھی (مختار صاحب نے کہے ہوئے اور اسے دعوت و تشہید کی بجائے) اور مجھے انوقت
تاکثر کرنے کی تائید کرتے ہوئے قلم و کلام ..

الآن نعلمونكم فضة في الارض والحديد كثيرا (الانجيل ٤٣)

انہوں نے کہا کہ قارئین میں سے بہت سے لوگ ان کی کتابیں پڑھیں گے۔

[illegible]

قرآن میں اس مسئلہ پر جو احکامات، تاکیدات و نظام، اصلاح کی ضرورتیں اور ہدایات دی گئی ہیں، ان کی روشنی میں یہ بات کہی جائے کہ اگرچہ ہم نے ان احکامات کو اپنے دل و جان سے تسلیم کیا ہے، مگر ہم ان کو عمل میں لانے میں کوتاہی کر رہے ہیں۔

ولم يكن من المقرون من فسخكم اولو بقية يهود عن النساء في الارض

اس کے خلاف طور پر دو سوپ جیب، ایک تو یہ کہ تمام ممبرانِ ماسک کے لئے اور جھنڈا، عرصہ کے تابع اور ان سے متاثر ہوتی رہتی ہیں۔ اور زندگی، ہم رواں دواں ہے، اور اس کا کارواں نہیں اور کبھی ٹھہرنا نہیں، اس لئے تھوڑے تھوڑے وقفہ سے اس کی سمت و رفت کو دیکھتے رہنا اور اس کی نئی ضرورتوں کو پورا کرنا نہ کرنا ہی ہوتا ہے، افسوس کا مقام ہے کہ اس مہمِ اخیر میں تجزیہ، و مفہم، تحریکوں، و لفظوں کے زیرِ اثر آ کر ملت اسما حید، حاشی قیامت نے میدان سے اٹک ہو کر نہ اپنے گول میں بند ہو کر رہ گئی ہے!

اسرا سبب یہ ہے کہ امتِ اسلام، یہی آخری آدنی بیخامی کی حالت ایک ابدی امت اور انسانیت کی مرکزِ امید ہے، اس لئے اس نے اپنے پیغامِ نبوت کے لئے رہنا چاہئے، اور قافلہ انسانیت کی قیادت اور دنیا کی نگرانی اور حقائق، اخلاق، اور انفرادی و عین الاحوال تعلقات پر نظر رکھنی چاہئے، اس لئے کہ تو میں صرف تاریخ کے سہارے یا اپنی عظمت و رفعت اور گزشتہ کامرانیوں کی بدولت نہیں، بلکہ چند مسلسل، دائمی، تاریخی، مستقل اساس و مدار کی ہمدردی و قربانی کے لئے آمادگی، جدت و ندرت اور اپنی تازہ و ہم اور تازہ و کاقوت، قادیات و صدامیت کے بل پر زندہ و ندرت رہتی ہیں، اور جب اپنے منصب و مقام کو چھوڑ کر گوشِ طافیت میں چلی جاتی ہیں تو تاریخ کے دفتر پارینہ کا حصہ بن جاتی ہیں، اور زمانہ آئینہ طاقِ نسیان پر رکھ دیتا ہے، اس لئے مست محمدیہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ از سر نو اپنے دعوئی، تہذیبی اور فکرائیہ کردار کے ساتھ سرگرم و غریب رہے۔

(موجود الزمان تہذیب و تمدن پر اسلام کے اثرات و اقسام)

وہا علیہ الا الیلاخ

ایک بامقصد اجتماع

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد

فاعدوا لله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم

حضرات! یہ ایک بامقصد اور عالم اسلامی کے لئے بین الاقوامی حیثیت کا اجتماع بہت مناسب جگہ پر اور ایسے وقت میں ہو رہا ہے جس میں اس کی اشد ضرورت تھی جہاں تک مناسب جگہ کا تعلق ہے تو اس سے زیادہ مناسب دوسری جگہ نہیں ہو سکتی مگر عرمہ مقدسہ سر زمین ہے جہاں سے انسانیت کا مہرباں طلوع ہوا اور بشریت کو مسیح صلیب پر لٹکی ہوئی زمین سے نکلتوں کے پرے چاک کئے اور انسانیت کو بلاست کے صیب غار میں گرنے سے بچا لیا اور اس وقت بچا یا جب کہ وہ بلاست کے غار میں گرنے کے لئے بالکل کنارے تک پہنچ چکی تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وكتبتم على شفا حفرة من النار فانقذكم منها . (آل عمران ۱۰۳)

اور تم لوگ دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر تھے سو اس سے اللہ تعالیٰ نے تمہاری جان

بچائی۔

اور ہلاکت کے اس گڑھے تک پہنچانے والی جاہلیت ہر طرف اپنے ہال بچھلا چکی تھی اور عام بشریت کے طول و عرض کو اپنی لپیٹ میں لے چکی تھی سیرت نگاروں نے لفظ جاہلیت کو مصر ف عربوں کے ساتھ محدود کر دیا ہے جو زمانہ رسالت سے پہلے گزرے تھے لیکن حقیقت میں وہ جاہلیت صرف عربوں کے لئے مخصوص تھی وہ ایک عمومی جاہلیت تھی ہر طرف اور ہر سو چھائی ہوئی جاہلیت تھی وہ جاہلیت و عقلیت پر ظاہری تھی، فکر و خیال پر ستر اس تھی عقیدہ عمل پر حاوی تھی اس کی اثرات گہرے اور اس کی جڑیں مضبوط تھیں۔

ایسے وقت میں اسلام کی روشنی نمودار ہوئی جو عالم بشریت کے لئے صبح صادق تھی جس

وقت اور یہ عمل سمجھنا ہوسکتا ہے کہ اس وقت متقاضی ہے کہ ہم دشمنوں کی جانوں کا اور اپنی دولت
عمل کا صحیح انداز دیکھیں۔ شیعہ مذہب اور بلاد سے نکلنے والوں کا کافریت ہے اور وقت کا تقاضا ہے
کہ وہ جو وہ مسلم عمل کو اور ان کے انہی انسانوں کی سازشوں کا شکار نہ ہوں گے۔ یہ جاب اور اسلام پر
وہ تمام اعمال کیا جائے اسلام کے متعلق ان کا عقیدہ وہی قوت کے ساتھ ہے۔ یہ ایمان ہے کہ یہ زمین دینی
ہے۔ ملک کے لیے ہے اور ہر خطہ روشنی کے لیے سازگار ہے اور ان کے لیے ان سب کی ثبوت
ممکن ہے اور نہ صرف یہ کہ اسلام کے ماننے والے ایسے ایمان و عقیدہ گیر تصور کردہ ہیں بلکہ وہ
آگے بڑھ کر دنیا کی قیادت و سیادت کا حوصلہ پیدا کریں اور سمجھیں کہ ان کا سب سے بڑا دشمن
ہو ہے جو ان کو اسلام سے دور کرنا چاہتا ہے اور ان کو ایسا ہے جان ہے عمل مشک دھمکتے
نہ سب سے بڑا ہے جس نے وقت کے جن فطرت کی طرف اشارہ کیا ہے وہ کوئی فرضی یا رسمی
بات نہیں ہے بلکہ اسے تجربات و مشاہدات حوالہ دینا ہے کہ یہ فطرت کو سمجھنے اور اس کے رخ کو الحمد للہ
پہچاننے کے بعد عرض کیا ہے بہتر اجتماعات کا نظرسوں موقوفات میں شرکت اور اہل علم و فہم
حضرات سے اس کے در حالات کو سن کر اور دیکھ کر یہ رائے قائم کی ہے کہ یورپ، امریکا اور اسرائیل
کو انہی سے فخر ہے تو وہ صرف اسلام سے ہے وہ اپنی جہانگیرانی قائم کرنے اور انسانیت و موز
اور ظالمین و مظلومین کے درمیان میں صرف اسلام اور مسلمانوں کو موز قائم کرتے ہیں۔

میرے کہ وہ مطالعہ کی روشنی میں جو متنوع اقسام کا رشتہ و علم الہی ہے مشتمل ہے اسلام
کے لئے اس سے زیادہ سخت زمانہ بھی نہیں آیا۔ سب کہ مشرق و مغرب دونوں جانب سے ہلائی
اور مہلک سازشوں کا خوف ان میں رہا ہے اور یہ مخالف اسلام کی قوت و نفوذ سے اس کی اثر انگیزی
سے اور اس کے فکر ساز اثرات سے خائف بلکہ لرزہ میں ہیں۔

پہلے کبھی اس درجہ اسلام کو صریح و کھربا نہ تھیں سمجھ گیا تھا وہ حقائق جو دین بھر کے
دور میں کو اپنی بھی میں بند کرنے چاہتی ہیں ان کو سب سے زیادہ فخر و اہم سے ہے یہ وقت ہے
سب بھر کی کھنٹی جیسے شیر تر وہی ہے یہ وقت ہے کہ ہم بیدار ہوں خطرات کا مقابلہ کرنے
کی لیے اس درجہ میں تیار ہوں جس درجہ کے یہ خطرات ہیں۔

حضرات میں معذرت چاہتا ہوں کہ اس پر تقاریر میں اس میں عالم اسلام کے
مکمل اور اہل علم و فکر اور ذخیرہ حضرات جمع ہیں میں نے تم کو کوشاں ہے دیا اور اس کا

مسیحہ ہیں ہے جو ابھی عرض کیا تھا کہ ہم آپ فرائض کی اندیشوں کا سامنا کر رہے ہیں یہ کسی آئندہ وی فرائض کی طرح کی یلغار کا سامنا ہے دوسرے طرف وہ طاقتیں ہیں جن کے پاس وقت کے تمام اسلحے جمع ہیں وہ آواز ادا ہے ہا کاند آتے بڑھ رہے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے توفیق کے طالب ہیں کہ ہمیں اپنے آپ کو متاثر نہ ہونے کی طاقت تو سمجھنے کی توفیق دے اور فرائض کی سرگرمیوں میں حیرانگی کی توفیق ارزانی فرمائے۔

آخر میں ہم اس ملک اور اس ملک کی حکومت جو شریعت اسلام کا پاس و لحاظ رکھتی ہے اور شریعت کی سر بلندی جس کا مدد اور سبب المبین ہے کلام اللہ کی عظمت جس کا شعار ہے سنت نبویہ و وہ مقام و سینے کا جہ پر تھکتی ہے جو اس کا حق ہے اس ملک کے ساتھ ہیں ہم اللہ سے امید کرتے ہیں کہ یہاں سے ہمارا قدم صحیح راست پر بھی منزل کی طرف متوازن انداز میں اٹھے گا اور اللہ تعالیٰ سے دست پاء عا ہیں کہ ہم سب کو مطلوب نیت اور اخلاص عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

وہاذا لک علی اللہ بعزیز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرزمین ہند کے دو عظیم کردار

۳- جون ۱۹۹۷ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء دہلی مسجد میں طلبہ، اہل تہذیب و ملت

کی ٹی ایف شایگانہ تقریر

المحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين
وخاتم النبيين محمد وآله وصحبه اجمعين، ومن تبعهم باحسان
ودعا يدعونهم الى يوم الدين، انا بعد!

میرے عزیز و اقرباؤں! ملی بات، مختصاً مشورہ، ہدایت اور نصیحت انفرادی طور پر کی جاتی ہے تو اس کی قدر و قیمت بڑھ جاتی ہے اور اثر بھی زیادہ ہوتا ہے لیکن انریکی باتیں جلسہ عام میں کی جاتی ہیں تو جتنا مجمع زیادہ ہوتا ہے۔ اسی اعتبار سے صدر ہند کی تم ہو جاتا ہے، اندیشہ ہے کہ آپ لوگ یہ سمجھیں کہ یہ ایک عام تقریر ہے جو جلسہ عام میں کی جا سکتی تھی، کسی چلک ہنر میں کی جا سکتی تھی، ہم آپ سے سے درخواست کریں گے کہ آپ یہ نہ سمجھیں، بلکہ یہ سمجھیں کہ جیسے آپ پانچ، سات، دس، اسی ہزار سے پاس آئے اور کہا کہ آپ ہمیں مشورہ دیجئے کہ ہم دارالعلوم کے نظام تعلیم، اس کے نصاب درس، یہاں کے اساتذہ و اور علمی ماحول سے کیسے فائدہ اٹھائیں، ہم اپنی زندگی کو کسی رخ پر ڈالیں اور کن مقاصد کو ہمیں اپنانا چاہئے، دارالعلوم کے مطالبات اور تقاضے کیا ہیں، ہم اپنی استعداد کیسے پختہ کریں تاکہ دور جدید کے فتنوں کا مقابلہ کر سکیں۔ آپ نے ہم سے عزیزان، سیدانہ اور فردانہ طریقہ پر سوال کیا، جیسے آپ رائے بریلی یا بیان کے مہمان خانہ میں ہم سے سوالات کرتے ہیں، ہم بھی آپ سے اسی طرح باتیں کریں گے، آپ بھی ان باتوں کو اسی طرح سنئے گا، اسی کان سے سنئے گا، اسی دل سے قبول کیجئے گا۔

دارالعلوم کی بنیاد اور اس کی علمی و فکری ترقی کا معیار کیا ہے:

عزیزو! حقیقت بات آپ کو یہ معلوم ہوتی چاہئے کہ آپ جس دارالعلوم میں پڑھ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے جس ادارہ میں آپ کو پڑھنے کا موقع دیا، اور شرف بخشا ہے اس کی بنیاد کیا ہے، اس کی علمی و فکری ترقی کا معیار کیا ہے؟

تاریخ کے ایک مستند دور دارالعلوم ندوۃ العلماء سے تعلیمی، فکری ہی نہیں بلکہ خاندانی تعلق کی بنیاد پر کہتا ہوں اور اس بناء پر کہتا ہوں کہ ندوۃ العلماء کے بانیوں کے حالات سے ٹکرائنگ واقف ہوں، دیکھ ایک کے مسکن، ایک ایک کے مقاصد اور ایک ایک کی فکر سے واقف ہوں، آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ دارالعلوم ندوۃ العلماء (دوسرے صحیح انگلو والی اعتقاد مدارس) ہندوستان کی دو عہد ساز شخصیتوں کے مدبر سے فکر پر قائم ہوا ہے، ایک حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (م ۱۰۳۳ھ) دوسرے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۶۲ھ) یہ دو اس کے اصل بانی، اس کے مدبر و رواں، اس کے رہبر اور معیار ہیں، اس کی علمی ترقی کا بھی معیار ہیں اور اس کے فکری ارتقاء کا بھی معیار ہیں اور اس فکری اشاعت اور جدوجہد کا بھی معیار ہیں۔

اس دارالعلوم کے اصل بانی دو شخصیتیں ہیں۔ ایک مجدد الف ثانی دوسرے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی۔

سچے رواں کے مدبر و رواں ہیں، رہبر اور معیار ہیں، اس کی علمی اور فکری ارتقاء کا معیار بھی یہی دونوں ہیں۔

۱۱۔ ہند میں سرمایہ طست کا ٹھکانہ:

حضرت مجدد و خلف ثانی وہ ہیں جنہوں نے پورے برصغیر میں انقلاب برپا کر دیا۔ جن کے مکتب آپ کو پڑھنا چاہئے، ہم آپ کو خلمنا نہ شوروں دیتے ہیں کہ یہی کیا یہاں سے نکلنے کے بعد ان کے مکتوبات پڑھیں، اب ہندوستان میں بہت کم لوگ وہ گئے ہیں جو ان کے مکتوبات پڑھیں، اب ہندوستان میں بہت کم لوگ وہ گئے ہیں جو ان کے مکتوبات سے فائدہ اٹھاتے ہیں، خدا آپ کو اس کی توفیق دے کہ آپ ان کے مکتوبات پڑھیں یا کم از کم یہاں کے

زمانہ قیام میں "تاریخ دعوت و عمریت" ہو چکا تھا جس پر ہمیں، انہوں نے کے حالات کے ساتھ
مخصوص ہے، اقبال نے بہت کچھ ان کا رد فرمایا ہے۔

وہ بند میں سر یہ ملت کا ٹھکان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خیر دار
نرون نے بھل جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس مرم سے ہے کرنی ار

یہ وہ مجدد صاحب ہیں جو بدعت دہ کے بھی کامل نہیں، اس آپ کو ان کے ایک مکتوب
کا اقتباس ملتا ہے۔ "جس میں دین کی مہیت اور شریعت کے بارے میں ان کی غیرت و
حسبیت صاف نظر آتی ہے۔

ایک معاصر نے اپنے خط میں شیخ عبدالمکبر بخاری (جو نہایت شیخ محمد بن ابی الدین ابن عربی اور
بعض مشائخ تصوف سے متاثر تھے) ایک ایسی تحقیق لکھی جو اہل سنت و الجماعت اور اہل
امت کے خلاف تھی، حضرت مجدد صاحب نے اس کے جواب میں جو طاقو رکھ کر لکھا اس کی
نکلی نہیں ملتی۔

فرماتے ہیں:

"مخدوہ! اوین فقیر تاب استماع
نہیں کلمات نہ ارادہ ہے اتھار وک
فار و قیم در حرکت می آید۔ شیخ
عبدالمکبر بخاری ہاشدہ می مدین بن
عربی، ہارا محمد عربی درکار ست
نہا بن عربی، فتوحات مدینہ از
فتوحات مدینہ مستغنی سائناتہ اند، ہارہ
نہیں کا درست نہ ہے نص"

شیخ محمد بن ابی عربی جن کے از مدینہ وجود کا عقیدہ تمام دنیا میں پھیل اور بڑے
بڑے عارفین ہند اور بڑے پادشہ مشائخ اس کے کامل شی نہیں رہے، وہی بلکہ اس پر مصر

تھے۔ ان کی دو کتابیں ایک فتوحاتِ کبریٰ ہے جس میں انہوں نے وحدۃ الوجود کے حقیقہ و صاف صاف تبلیغ کی ہے اور اس کو پیش کیا ہے۔ دوسرے قصصِ محمدیہ ہے۔

محمد صاحب فرماتے ہیں

خود دانا اس ضرب کی باتوں کے سننے کی میرے اندر تپ بھی نہیں، اب اختیار میری زلزلہ فراق کی حرمت میں آجاتی ہے اور وہاں تو بیس کا وہ قلع نہیں، جتنی ایسی باتوں کے حقائق سن کر میری کئی ہوں یہ سن کر آج بھی نہیں خود مجھ میں وہی آل انصوفہ و السیاحہ درکار ہے۔ یہ کہ کاہجی اندرین بن مرثیہ، صدر الدین قونوی، صدر الشریعہ، راقی کاشی، محمد کوئٹہ سے کام لے کر یہ قصے سے فتوحاتِ کبریٰ کے لغزعات کا یہ نئے مستغنی بنا دیا۔

یہ سب محمد صاحب کا فیض ہے:

جس وقت سندھوستان کے تحت پر ۹۶۳ھ میں جلال الدین آج پڑھا ہے، اسلام کی آمد کو ایک ہزار سال دور ہے تھے۔ اسی وقتوں کی ایک جہمت نے ایک کبریٰ سازش کی کہ پوری دنیا کو یہ دہرا کر لیا۔ اسلام اور دین محمدی کا دور ختم ہو گیا، اس جہمت نے یہ اصول دہرا کر کے دینِ محمدی کو کرب و محنت میں لے کر ایک ہزار سال دور لے گیا ہے۔ یہ دہرا کر لیا، پھر فتنہ ہو گئی، یہ ساریت ختم ہو گئی، چھرا سرا آ گیا، اب اس کو ایک ہزار برس دور لے گیا۔

اس جہمت نے اپنی قیادت سے جہاں کہیں اس بات کو قبول کرنے اور اس کو پوری طاقت سے نافذ کرنے اور وہ طاقت ہے جو دنیا میں چھوڑ دیا اور شمشیر سے دھواں لے کر اس کے کرب کا انتخاب کیا جس کی محنت میں اس کی یہ بات آگئی اور وہاں سے راستہ پر چلنے والے اور یہاں سے پہنچنے والے، جہاں پہنچ کر انہیں بھٹ کر دیا تاکہ پھر ادریت کو تسلیم کیا جائے۔

ایسے نازک وقت میں محمد صاحب اور ان کا خاندان سامنے آئے، ان خاندان نے اس ملک میں خطہ جہمت کو ختم کر دیا کہ یہاں ادریت کا دور دورہ نہ ہو سکے، اسلام کا رشتہ اس ملک سے نہ منقطع ہو جائے اور یہی جس ختم ہو جائے۔

نواب محمد یار بیک مولانا صاحب الرحمن خان شیروانی نے تقریر کرتے ہوئے ایک بار فرمایا کہ لوگ اس تاریخی حقیقت پر غور نہیں کرتے، ہمارے خاندان میں لڑ جاتے ہیں کہ ہم طلبہ و طلبہ بادشاہ و پادشاہ، جو ملک میں ہیں، اس میں کوئی خرابی نہ ہو تو اس نے بعد اس کا جو یہ نہیں آتا

ہے، وہ اس سے بدتر ہوتا ہے، وہ اس میں اپنی سعادت سمجھتا ہے کہ اپنے والد اور باپ کو شہادۂ کبریٰ کے طور پر قہر قائم کرے، لیکن ان کی نیامدی ہے، اس لیے کہ بعد جب چٹا نکیر ہوا تو وہ اس سے بہتر ہوا، دین پر قائم رہا اور بعد میں حضرت مجدد صلب کا معتقد بھی ہو گیا تھا، پھر جب نکیر کے بعد شہ جہان ہوا تو اس سے بہتر تھا، وہ جب تخت طاؤس پر بیٹھا جو بڑے فخر کی بات تھی تو وہ اتر کر، نماز پڑھی اور بچہ کیا اور کہا کہ فرعون بڑا کلم عقل اور کلم ظرف تھا کہ مصر کے تخت پر بیٹھا اور خدا کی دعوتی نہ بیٹھا، میں تخت طاؤس پر بیٹھ کر بچہ کرتا ہوں، شاہ و بیاس کے بعد اور غریب کا نکیر ہوا (جن کو بعد سے لے لے چلے دوست، ادیب شیخ علی الطحطاوی جیسے ضیاء شامیے تعبیر کرتے ہیں، ان کے نزدیک حضرت محمد بن عبد العزیز کے بعد چلے گئے، علم اسلام میں، نکیر جیسے قبیح صفت، صاحب تہیت اور اسلامی قانون اور اسلامی شریعت کا جاری کرنے والے پیدا نہیں ہوا) اس میں جو راز ہے وہ یہ کہ حضرت مجدد الف ثانی اور ان کا خاندان اندر اندر کام کر رہا تھا، اور ساتھ شکر کر رہا تھا، حضرت خواجہ محمد مصوم سرہندی جو حضرت مجدد صلب کے ممتاز ترین فرائد تھے، اور جن سے ان کا سلسلہ پیچھا ہے، وہ نکیر کو شکر دینی کے اندر میں جب خط لکھتے تو انہیں "شہزادہ و دین" نہ دے دے خط نہ کرتے۔

اب میں آپ کو بتانا ہوں کہ یہ دارالعلوم ندوۃ العلماء اور مسیحی ائمہ و سائنس دعوت مدارس و مراکز باقی رہیں گے اور سرخداؤں کی حفاظت، طلب اور محبوب ہے جو حضرت مجدد داف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے راست پر ہیں گے، اُسے دارالعلوم و نوس کے راستے سے ہٹا تو یہ دارالعلوم و دارالعلوم نہیں ہوگا جس کی بنیاد حضرت مولانا سید محمد رفیع مودودی، مولانا سید عبدالکلام، الزماہری، فتح پوری، سید محمد رفیع داسے بریلوی، مولانا قلیس الرحمن صاحب بہار پوری، مثنوی، اصغر علی کا کوروی اور مولانا باغی ٹھٹھانی کے ذہن تھی، یہ بات یاد رکھنے کہ یہ دارالعلوم حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ کے راستے پر ہے۔

اگر کسی شخص نے عبادت

عزیز ہوا یہ دم معصوم ہوتا چہ ہے کہ ان دونوں کے طریق غلطی مان کی بدولت، مان کی تحریک اور ان کی وجہ کی پیدا ہوا کی خصوصیات ہیں۔

(۱) عقیدہ اسلام:

سب سے پہلے اس اسلامی عقیدہ کو چارے طور پر قبول کر لینا جو صحابہ کرام کا عقیدہ تھا، جو تابعین و خلفاء ائمہ اربعہ اور مجددین و مصلحین کا عقیدہ تھا۔

(۲) دوسری بات ہے اشاعت دین، یعنی اس دین کی اشاعت و تبلیغ کی جائے۔

(۳) اور تیسری بات جو ان دونوں حضرات کا خاصہ ہے وہ "حیث دین" بلکہ "حیث دین ہے۔"

بہت سے ایسے حضرات ہیں، ہم ان کی قدر کرتے ہیں، احترام کے ساتھ ان کا نام لیتے ہیں، ان کے یہاں شاعت دین کا جذبہ تھا، لیکن وہ چیز جس کو دینی غیرت اور حسیت کہتے ہیں وہ ان کے یہاں یا کم از کم ان کے حالات میں زیادہ نمایاں نہیں معلوم ہوتی، ان دونوں حضرات کی خصوصیت یہ ہے کہ اشاعت دین کے ساتھ حیثیت بھی تھی، یہ بہت اہم چیز ہے کہ دین مخالف اور اس کے مرتفی کوئی چیز براہ راست نہ ہو، اس کی تیندڑ نہ جائے، کھانا پینا بھول جائے اور اس کو ایک سخت کرب اور شدید درد لاحق ہو جائے، یہ بات اور حضرات میں تھی لیکن ان دونوں حضرات میں سب سے نمایاں تھی۔

شاہ ولی اللہ کی خصوصیات اور ان کے کارنامے:

حضرت شاہ صاحبؒ نے ہماری معلومات کے مطابق سب سے پہلے ہندوستان میں حدیث شریف کی تدوین کا سلسلہ شروع کیا، وہ جو ترجمے اور وہاں عربی اساتذہ ستائیسویں صدی سے پہلے اور اس کی سند حاصل کی، پھر یہاں آ کر انہوں نے حدیث کا اردو شروع کیا، ہماری محدث و معلومات کی حد تک صحاح ستہ کی تدوین کا رواج اس سے پہلے ہندوستان میں نہیں تھا، یہ کام حضرت شاہ صاحبؒ نے شروع کیا، آپ کسی عالم سے حدیث پڑھنے اور سند نیچے تو یہ سلسلہ شاہ ولی اللہ تک پہنچا ہے، پھر اور بھی چلائی سلسلہ ہے، خاص طور سے مصلحین کا درس، پھر ان کی شرح و تفسیر کا کام اور ان کی خدمت۔

ان کا دوسرا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے قرآن مجید کے تراجم کا سلسلہ شروع کیا، یہ بات شاید بہت سے لوگوں کے لئے کشاف ہوگی کہ یہاں کے بہت سے علماء قرآن مجید کا دوسری زبانوں میں ترجمے کو خطرناک سمجھتے تھے، اس کی وجہ تھی، ایک تو یہ کہ وہ جوائن دینی و

ہوئے تھے وہ سمجھتے تھے کہ اس سے ہماری فرمان روائی پٹی جائے گی، اور وہی سرداری اور رہا سے مطاع ہو۔ نے کی جو حیثیت ہے اور ہماری بات کو اللہ و رسول کی بات کی طرح لوگ سمجھتے ہیں، ہماری یہ حیثیت قسم ہو جائے گی، ہماری خیریت اسی میں ہے کہ قرآن مجید کا ترجمہ یہاں کی زبانوں میں نہ ہو، ایسے کو دنیا پرست علماء قرآن مجید کے ترجمے کو بدعت بتاتے ہیں، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔

شاہ صاحب نے اس کی طرف توجہ کی، ان کے وہ صاحبزادوں نے اردو میں ترجمے کئے، ایک شاہ فریح الدین کا ترجمہ جو غرضی ہے، اور ایک شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ جو بے نظیر ہے، اس میں خاص اللہ تعالیٰ کی مدد، علوم ہوتی ہے، اور وقت ہوتا تو میں تحصیل سے آپ کو مشالیں دے کر بتاتا۔

یہاں صرف دو مشالیں دیتے ہوں قرآن مجید میں ہے۔ "فَاللَّهُ بِعِزَّةِ لَهِوَعُونَ اِنَّا لَنُحِبُّونَ الْغَافِلِينَ" دشمنی جیسے ادیب مفسر کو بھی "غاف" کا مفہوم یاد کرنے میں دشواری پیش آتی ہے، عام طور پر اس کا ترجمہ "فرعون کی عزت" "فرعون کا غلبہ" کے الفاظ لڑا کر دیا جاتا ہے، شاہ صاحب جو پہلی کے رہنے والے تھے وہ درباری زبان سے واقف تھے اور غلاموں کو بھی جانتے تھے وہ خود فرماتے تھے کہ جب کسی آیت کا ترجمہ سمجھ میں نہیں آتا تو بار بار دہرایا جاتا تھا، لوگوں کی باتیں سننا کہ وہ کس طرح اس مفہوم کو یاد کرتے ہیں، شاہ صاحب نے عزت فرعون کا ترجمہ اس طرح کیا ہے "فرعون کے اقبال سے ہمیں غالب ہوں" اور باریوں اور خوش ہادیوں کی زبان ایسی کن آتی ہے۔

شاہ صاحب نے اپنے ترجمہ میں صوفی آئینک کا بھی خیال رکھا ہے، "فَقَصْرُ نَاقِصٍ" (سورۃ ناس) کا ترجمہ کیا ہے، جب کہ ان کا تفسیر ابراہیم بن علی نے تو حیدہ خانی پر

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا تفسیر بڑا کرنا یہ ہے کہ انہوں نے تو حیدہ خانی پر بہت زیادہ زور دیا، ان کے پوتے حضرت شاہ محمد انیس شہید نے کتاب "تقویۃ الایمان" لکھی جس سے زیادہ صاف، واضح اور طاقتور کتاب تو حیدہ کے موضوع پر ہمارے ہم میں نہیں، اس کتاب کے بارے میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی فرماتے تھے کہ اس سے بزرگوں نہیں لکھیں اور گویا کو بدعت ثانی ہے، حضرات علمائے دیوبند و مغاہر علوم اور علمائے تہذیب سب اس کے

نچے سلطان شہید کا بھی روحانی تعلق حضرت سید احمد شہید اور ان کے خانوادہ سے تھا۔ انگریزوں کے حقیقی خطرہ کا ادراک سلطان نچے نے کیا، اس کے خاندان کا تعلق روحانی حضرت سید احمد شہید کے شاہ ابو سعید حقیقی چچا سید نعمان خاص طور سے شاہ ابو الیث سے تھا۔ جو سید صاحب کے حقیقی ماموں تھے۔

عزیزو! ایک جسمانی نسب نامہ ہوتا ہے، ایک علمی و دینی نسب نامہ ہوتا ہے اور ایک اعتقادی نسب نامہ ہوتا ہے، آپ اس علمی و فکری نسب نامہ کو بیٹھ یاد رکھئے، اس نسب نامہ کو آپ نہ بھاریں بھولنے اور نہ اپنے ٹکڑے کر بھولنے کہ ہم سب حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی اور ان کے خاندان کے فیض یافتہ اور ان کے تربیت یافتہ ہیں۔

نئے دور کے فتنوں کے مقابلہ میں تدوۃ العلماء کا کارنامہ:

عزیزو! تدوۃ العلماء نے اپنے قیام کے بعد سے وقت کے فتنوں کو نہ صرف پہچان لیا تھا۔ ان فتنوں میں قادیانیت اور عیسائیت کے فتنے تھے، جن کا مقابلہ تدوۃ کے صدر سید محمد علی موٹگیری نے کیا۔ ہم نے خود یہ اقدام موٹگیری میں سنا کہ جب قادیانیوں کا بہار میں خطرہ محسوس ہوا تو مولانا سید محمد علی موٹگیری نے مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری کو قادیانیوں سے مناظرہ کے لئے مدعو کیا، وہ بھر مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری قادیانیوں سے مناظرہ کر رہے تھے، ادھر مولانا سید محمد علی موٹگیری کچھ دیر بعد اودھریہ زمری میں مصروف تھے۔ یہاں تک کہ کسی نے آکر سنایا کہ قادیانیوں کو شکست ہوئی اور وہ جوتے پھوڑ پھوڑ کر بھاگ رہے ہیں، جب جانر مولانا سید محمد علی موٹگیری نے کچھ دیر سے سر اٹھایا۔

دوسرا فتنہ ”روشن خیالوں“ کا تھا جنہوں نے ایک بڑا ادارہ قائم کیا، اس نہایت کے لکھنے والوں نے دین کے حقائق کو بدل کر پیش کیا، اس کی وجہ سے اسلامی عقیدہ میں ایک زلزلہ اور خطرہ پیدا ہوا، ان روشن خیالوں کا سب سے بڑا نشانہ نبی حقائق اور معجزات تھے، وہ معجزات کی ایک تاویل کرتے کہ وہ معجزہ حق نہ معلوم ہوتا، اپنی تفسیروں میں انہوں نے خاص طور پر اس پر زور دیا۔

تدوۃ العلماء نے اس طبقہ کو راہ راست پر لانے کے لئے اپنے نصاب میں انگریزی کا اضافہ کیا، اس کے ساتھ اس نے بات پر بھی زور دیا کہ نئے امالیہ بیان اور نئے طرز فکر سے

طلبہ واقف ہوں اور کونسا فقہ کتب انھوں پر ہے اور کیوں یہ فقہ لکھ رہے ہیں اور کس زبان اور اسلوب میں لکھ رہے ہیں ان سے واقف ہوں۔

ان دانش خیلوں کے مقابلے کے لئے مدارس شیلی کا قہر چلا، پھر تالانہ سید علیہ السلام ندوی اور مولانا عبد الباقی ندوی کا قہر چلا، پھر تالانہ ندوی مفتی صاحب نے ان انھوں کا بھی تعاقب پر جو مدرسہ ملی میں قومیت پر یہ اور ”تجدد“ اور ”تجدد“ سے لکھے تھے۔

مدرسہ العلماء کے بانیوں اور منتظمین نے ہمیشہ حساب کو ”سید“ سمجھا ”نیت“ نہیں، غایت و مقصد میں ترمیم نہیں ہوتی لیکن سید میں ترمیم ہوتی ہے، درس نظامی میں بھی ترمیم ہوتی رہی، ہمارے والد صاحب مولانا خلیفہ سید عبدالغنی کا لائسنس تھا، تالانہ ہندوستان کا نصاب درس اور عہدہ نبضہ اس کے تعمیرات کا آپ مصنف تھے تو معلوم ہوگا کہ اس مدرسہ میں کون سی کتاب پڑھائی جاتی تھی اور کب اس میں تبدیلیاں ہوئیں۔ اس مدرسہ مدرسہ العلماء کے اپنے نصاب میں تاریخ و جغرافیہ کا بھی اضافہ کیا۔

عربی زبان کی تدریس ایک زمرہ زبان کی حیثیت سے:

حاضرہ! مذکورہ انھوں کے ہائیں اور اس کے بچپن خیر کاروں نے اس وقت یہ محسوس کر لیا کہ اب تک اپنی مدارس میں عربی زبان اس حد تک پڑھائی جا رہی ہے کہ تحفہ و حدیث و قرآن کی ساری سمجھ نہیں (اللہ تعالیٰ ان مدارس کے بانیوں کی غفلتوں و کوتاہیوں کو قہل فرمائے) لیکن اب جو دورہ آئے وہاں اس میں اس سے کام نہ لیا، اب یہ عربی زبان کو ایک زمرہ زبان کی حیثیت سے کہہ دیا، اس وقت اور اسلئے تقریری بھی زبان ہے، پڑھایا جاتا ہے، صرف زبان کی اجازت ہے، اس زمانہ میں ہندوستان کا عالم عربی سے زیادہ تعلق بھی نہیں تھا، صرف تجارتی اجازت آمد و رفت دیا کرتی تھی، حیرت ہوتی ہے کہ مولانا سید محمد علی منٹو کی نے نیاز کے دوران قیام میں ہمارے والد صاحب کو خط لکھا تھا کہ یہاں ایک ماسٹر تھے جو عربی پر بڑی قدرت ہے، عربی میں ابھی تقریر کرتے ہیں، میں ان کو کہہ رہی ہوں کہ اگر انھوں یہ نہیں دیکھیں تو وہ عربی زبان کو دور کر دیں، آپ اس کا نہیں دیکھتے کہ طلبہ عربی زبان میں بہت زیادہ اور اس میں وہ تفریق کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بعد ازاں صاحب ذرا ترمیم مولوی سید عبدالغنی صاحب کی تحریر

ہدایت پر تدوینِ احکامہ نے عربی کی ابتدائی نصاب کی ترتیب کا کام شروع کیا جو اس کے بنیادی مقاصد میں سے ایک تھا، اور دو عالم عربی میں بھی مقبول اور کہیں کہیں رائج ہوا۔

اپنی استعداد کیسے مضبوط بنائیں:

عزیز و دنیا کی تمام زبانوں میں عربی زبان سب سے زیادہ حساس، ذکی، انکس اور غیرت مند زبان ہے، ایک وجہ تو یہ ہے کہ وقرآن کی زبان ہے، پیغامِ الٰہی کی زبان ہے، تعلیماتِ نبوی ﷺ کی زبان ہے، اس کے علاوہ: وجہ یہ ہے کہ عربی میں ایک اعراب جو کسی اور زبان میں نہیں، دوسرے مختلف الفجہ اور مختلف الاصوات حروفِ نو دو عربی زبان میں نہیں، ذرا سی غلطی سے نہ کہ زبرد اور منصب و پھر اور پڑھنے اور نہ کوئی کی طرح پڑھنے سے سب پر پانی پھر جوتے گا، آپ ایسی استعداد دیتے کہ صحیح اعراب پڑھیں، اور صحیح مخارج سے حروف کو ادا کر سکیں۔

ایک بار میں جامعہ دمشق میں جس کا وائس چانسلر ایک عیسائی فاضل تھا اور جس کے جلسہ میں فضلاء دمشق اور ممبرانِ پارلیمنٹ شریک ہونے والے تھے۔ فلسطین کے قضیہ پر مقالہ پیش کرنے کی دعوت دی گئی، ہم ”العوالم الاسلامیہ“ کا ریڈ قلمسین (الایہ فلسطین کے بنیادی اسباب) کے موضوع پر مقالہ لکھا، اس کو جلسہ میں پڑھنے سے پہلے احتیاط کے طور پر علامہ بیہ العیاض کی خدمت میں گئے، اور عرض کیا کہ آپ ہمارے استاد و والد سید سلیمان ندوی کے دوست ہیں، براہِ کرم آپ ہمارا یہ مقابلہ سن لیجئے کہ شاید کوئی غلطی ہو، مقبول نہ فرمایا کہ میں تم کو اس کی کوئی ضرورت نہیں، تم ماڈرٹن عالم کے مصنف ہو، پھر بھی ہم نے ان کو اپنا پورا مقالہ سنایا، انہوں نے کہیں نہیں ٹوکا، پھر سے کہا کہ آپ مل کے استعمال کرنے میں بہت محتاط ہیں۔ ہندوستانی سننا، جاوے باالف لام استعمال کرتے ہیں۔ پھر انہوں نے لہجہ سنائی کہ ایک ہندوستانی عالم ایک عرب عالم کے پاس آئے اور کہا کہ انڈیا میں اس کے الی مسند تھل لک حاجی، اس جملہ کو سن کر ان عرب عالم نے کہا کہ حاجتی الوحیدۃ ان فاحد الانف واللام من مکة وتضعهما علی المصلیۃ الف لام ان عالم صاحب نے مکہ پر لکھا، یا جبکہ اس پر الف لام نہیں آتا۔

ہم سے بعض عربوں نے شکایت کی کہ ہندوستانی عالم وائی آتے ہیں، مساجد میں ان کی تقریر کا اعلان ہوتا ہے، ہم بیٹھ جاتے ہیں، لیکن چند ہی جملوں کے بعد بیٹھ نہ سکتے ہو جاتا ہے۔

اسلام کے مردان باوقا

جہاں اہل سنت سے انہوں نے اپنا تعلیم کا کالج بنوایا، جہاں وہ علوم سے اپنے وقت کے بہترین قیام پذیر بن گئے، انہوں نے اپنے وقت میں اپنے علم کا فائدہ لیا، انہوں نے اپنے وقت میں اپنے مسیحی قریبیوں کو اپنے علم سے متاثر کیا، انہوں نے اپنے وقت میں اپنے مسیحی قریبیوں کو اپنے علم سے متاثر کیا۔

الحمد لله رب العلمين والصلاة والسلام على سيد
المرسلين محمد وآله وصحبه اجمعين ' من المؤمنين رجال
صدقوا امانا عند رب الله عليه فمنهم من قضى نحبه، ومنهم من نظر.
وعاهدوا لوالد لعلنا

حضرات! انسان کی فطرت، عادات، باتوں اور تاریخی واقعات کا یہ اثر ہوتا ہے کہ
آپ کسی جگہ جاتا یا کسی سے ملتا ہے تو اس کی فطرت، عادات، باتوں اور تاریخی واقعات کے ساتھ آپ کو ایک
"تعلق" پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے آپ کو اس کے بارے میں ایک خاصہ علم پیدا ہوتا ہے،
یہ سید جو قافلہ والی مسجد کے نام سے مشہور ہے، یہاں آ کر بے اختیار میرے سامنے قرآن
شریف کی آیت آگئی جو بالکل حسب حال ہے، یہ صرف مسجد کا قافلہ والی مسجد ہے، یہاں آ کر بے اختیار
بلکہ ایک عہد، ایک نسل، ایک تحریک، ایک دعوت، ایک صداقت، ایک اہل علمت، وفاداری اور
اسلام و ایک صحیح شکل میں پیش کرنے پر آمادہ رہنے کے لئے ہر چیز کو قربان کر دینے پر آمادہ رہنے کی پوری
تاریخ مجسم رہی ہے میرے سامنے آگئی ہے اور یہ بالکل منظر دی نگاہ پر ہوا ہے، اس میں
میرے نور و فکر کو کوئی دھن نہیں ہے، یہ جیسے ممکن ہے کہ قافلہ کی مسجد میں میں قدم رکھوں، بلکہ
نوبت کی سرزمین پر قدم رکھوں اور مجھے حجابین یاد آئے۔

جماعت مجاہدین کے کارنامے کی طرف اس آیت سے متحرک نہیں جاسکتی۔ یہ آیت نہ
صرف اس عہد کو یاد دلاتی ہے بلکہ قیامت تک کے لئے مسلمانوں کے سامنے ایک نمونہ پیش
کرتی ہے، اور بتاتی ہے کہ مسلمان کا قیام کیا ہے، وہ یہ مسلمان کا اپنے اپنے عہد میں کیا فریضہ

ہے اور وہ اس چیز کا مظاہر ہے، اسے تجاویز اقلی کی طرف سے قبولیت کا انتہائی پس چیز میں پیدا کرتی ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت مسلمانوں کے سامنے اسلام کا معیاری نمونہ بننے لگتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”مَنْ الْمُؤْمِنِينَ رَحَالٌ صَدَقُوا عَاهِدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ“

(اے ایمان کی ہر امت تو بہت بڑی ہے، اور... اقیہ ہزاروں ہے، اس کے اندر بھی تنوع ہے کہ فرمایا جا رہا ہے کہ اہل ایمان میں جو مردان کا اور اہل عزت و اجل ہیں) پاکہ اس کا ترجمہ یوں کر کیجئے کہ اہل ایمان تو بہت ہیں، خوش نصیب ہیں، اللہ کے وعدے پر یقین رکھتے ہیں، اور اللہ کے اسیت میں مردانہ راجحہ ہمت اور ہر نوبت لوگ ہیں۔

”صدقوا عاہدوا اللہ علیہ“۔ انھوں نے اللہ سے جو عہد اور جو وعدہ دیا ہے، سچ کر اٹھایا۔

”فصلیہ میں غرضی مجاہد اور ان میں سے یاد دہش جو وقت پر اثر پڑے اور اللہ نے اس پر بااختیار اللہ کے یہاں ان کو انعام ملے (والا خوف خیر و ابغی) آخرت کا تو کہنا ہی کیا، و منہ میں بے منتظر“ وہ جس کا بھی وقت نہیں آیا، و آخرت میں ہیں، اور اپنے عہد پر قائم ہیں، اور عہد کو تبدیل کیا، اور انہوں نے کوئی عہد نہیں کیا۔

میں عرض کر رہا تھا: اس آیت میں امام کی تعریف کی گئی ہے، قرآن اول نے مسلمانوں کے لئے یہ ایک معیاری چیز ہے، اور کیا امت تک پہنچا دے، ہاں اس کے لئے ایک مسلمان ہے، اولیٰ میں ہر طرف سے ایک ہے، مسلمان اصل میں نفس زبان سے عہد نہ چھوڑے گا، ہمیں ہے، اس کو ہم مسلمان نہیں لے، ہم اس کے اسلام میں شک نہیں کریں گے، بلکہ پڑھیں گے، ہم اس کو ہر ام اور قہ رقی نگاہ سے دیکھیں گے، لیکن اسلام اس پر ختم نہیں ہوگا، کہ ہم نہ چھوڑیں گے، مسلمان نہ کمان میں کوئی پچھلے اسلام نے، پھر عہد ہے، پھر اس عہد کو، اور وہ تو ہمیں اپنے کو مسلمان کہنے پر کالی نہیں بلکہ ”مَنْ الْمُؤْمِنِينَ رَحَالٌ صَدَقُوا عَاهِدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ“ اس نے اللہ سے عہد کوئی عہد کیا، یہ اللہ کے ساتھ ایک عہد ہے، اور عہد سے کہ ہم اللہ کے احکام کے مطابق زندگی گذاریں گے، اس دنیا کا خالق اور رازق، مطلق اور خادوی ہے، اس کی عہد اور قہمت ہے، ہاں ہے، اور کارساز حقیقی ہر زمانہ

الحکم ہم اسی کو سمجھیں گے بھلا۔ لہذا اللہ محمد رسول اللہؐ بھی ایک عہد اور ایک اعلان ہے کہ ہم اس بات کا اعلان کرتے ہیں: ہاں قال سے بھی اور زبانِ ذات سے بھی کہ اس دنیا کو پیدا کرنے والی اور چلانے والی تہا خدا کی ایک ذات ہے۔ "الاله الخلق والا مر" (پیدا رکھنے والی کا کام ہے پیدا کرنا اور اس کا کام ہے نظم چلانا) وہ اس کا خالق بھی ہے اور نظم بھی ہے۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کیا اور اس کو اپنے حال پر چھوڑ دیا۔ یہ دوسروں کے حوالہ کر دیا۔ کہ اب جو کچھ ہو تو رقی کی کوششیں ہیں، نتائج ہیں، بد واقع ہیں، اور اشیاء میں قطع و منقطع صلاحیت ہے، نہیں ایسا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ایک ایک ذرہ کا ملک ہے، کوئی پتہ بغیر اس کی اجازت کے مل نہیں سکتا، اور نہ ہی کوئی ذرہ و پچی جگہ سے ہٹ سکتا ہے، کوئی کام اور کوئی تبدیلی دنیا میں آ نہیں سکتی، نہ شمس بدل سکتی ہیں، نہ حالات بدلتے ہیں۔ جب تک انکی مرضی اور حکم نہ ہو، اصل میں اسلام ایک عہد ہے۔ اب اس عہد کو دیکھنا ہے، وہ عہد یہ ہے کہ ہم اس دنیا کا پیدا کرنا والا، چلانے والا، خدا کو سمجھیں گے، اس کو بالکل حقیقی، نہیں گئے اور اپنی قسمت اسی کے ہاتھ سمجھیں گے، اور نافع و مضار اسی کو مانیں گے، اس کو سوا کسی کے سامنے نہ سر جھکائیں گے اور نہ کسی کے سامنے احتیاج اور التجا کا ہاتھ اور اسن پھلائیں گے۔ یہ ایک عہد ہے۔ چہرہ اسلام ایک عہد معاہدہ کا نام ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ کتنے لوگ ہیں جو اس عہد کو پورا کرتے ہیں اور کتنے لوگ ہیں جو عہد کو بھول جاتے ہیں۔ ہم بھی عہد کو بھول گئے، اس میں سنا بہ گرامی کی مثالیں ہمارے سامنے آتی ہیں، جب کلمہ پڑھا تو اس کو سنا پل جان کی پرواہ نہ تھی، اور نہ مال کی رشتہ، لکل و صیال کی پرواہ نہ عزت و دولت کی پرواہ تھی، اور نہ تعریف اور نہ سب کی، کسی چیز کی انھیں پروا نہیں رہی۔

یہ دو بات ہے جو مسلمانوں کو سمجھنی چاہئے خاص طور پر اس اعتبار اور آزمائش کے دور میں سمجھنا چاہیے، اور خصوصاً اس قافلہ کی مسجد میں یہ بات سمجھنی چاہیے جو حضرات یہاں جمع ہوئے ہیں اور اللہ نے جن کو توفیق دی ہے ان کو سمجھنا چاہئے، کہ ان کے سامنے ایک مثال اللہ کے ان بندوں کی ہے، جو بلا کثرت کی شہادت گاہ سے یہاں بلائے گئے، اللہ کے یہاں جہاد بھی تھا اور اسباب بھی پیدا ہوئے کہ نواب وزیر الدولہ مرحوم (اللہ ان کی تربت کو بخشے اور اللہ اپنی نعمتوں اور سرفرازیوں سے مال مال کرے) انھوں نے ہمدرد کر کے نہیں بلکہ کہا جاتا ہے اور کہنے والوں نے کہا ہے کہ خوشامد کر کے اس قافلہ کو بلایا کہ اس قافلہ کا روز و باعث برکت یہ قافلہ

کے رسول کی طرف سے حکم دیا جائے گا رسول اس کی تشریح فرمائیں گے، جو اللہ کا حکم ہو گا اور جو رسول کی تشریح ہوگی یا جو اس کا رسول ہو گا یا جو رسول کا نموت ہو گا، ہم اس پر عمل کریں گے، اگر ہمیں اپنی جائداد اپنی مالی منتفعت اور تمام سہولتوں سے دست بردار ہونا بلند نشا سے ملاست ہونا پڑے، عمارت کے لئے زمین، گھڑا، وہاں دشوار ہو جائے، پھر آخری وجہ کی چیز یہ ہے کہ پھر ہی ملک میں (جہاں حالات مختلف ہوتے رہتے ہیں) ہم نگاہ پر چڑھ جائیں، بلکہ نگاہ پر چڑھنا نہیں ہم چھانسی کے تحت پر چڑھادیے جائیں، عمارت ساتھ بالکل ایک مخالف قوم یا ایک بے وقار اور ایک نڈر قوم کا حاملوک ہونے لگے، تارے۔ لے ساز ستوں کے دروازے بند ہو جائیں، عمارت بچوس کی تعلیم مشکل بلکہ بنیادی معاشی ذرائع کا حصہ حاصل کرنا بھی مشکل ہو جائے، پھر بھی ہم یہی کریں گے جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہے۔

"اللہ فرماتا ہے" "مَنْ آمَنَ بِنَبِيِّهِ فَلَا رُكُوبَ لَهُ فِي سُنُوبِ الْأُمَمِ" میں وہ شیر مرد و لوٹ ہیں، وہ جہاز فوٹ ہیں، جنہوں نے "صدقاً" عہد کے سچے ہونے کا نمونہ دکھا یا قرآن مجید "صدقاً" کا لفظ بولے تو اس کی عمویت، اس کا عمیق اور اس کی طاقت کا کوئی شمار نہیں، ذرا سچے کا کوئی پیمانہ نہیں ہے اور جب "صدقاً" کا لفظ ہے تو اس کا مطلب ہے کہ سو فیصد سچ کر دکھایا، اس میں مداحیت تھی، مذاقات تھانہ مصلحت اندیشی تھی، مذاقات تھی، سچو بھی نہیں، سب سے بڑے عزت والے کی طرف سے عزت کی جو سب سے بڑی سند دی جاسکتی ہے، اور جو تو میں کہ جاسکتی ہے وہ ان الفاظ میں موجود ہے، جن لوگوں پر یہ آیت نازل ہوئی تھی، ان پر اُمر و ہدیٰ کی بغیرت ظاہر ہو جاتی تو کوئی تعجب کی بات نہیں تھی، اگر اپنا گھر بار لٹا دیتے اور ساری انھوں نے، اللہ تعالیٰ شہادت دیتا ہے: "صدقاً" صدقہ اللہ تعالیٰ انھوں نے سچ کر دکھایا، جس کے لئے انھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا اور ذرا بھی وہ اپنی جگہ سے ہٹے نہیں۔

آج ہم مسلمانوں کی حالت یہ ہے، ہم مسلمان دیکھتے ہیں کہ اس بات کی کتنی منجاکش ہے، اس میں نفع و نقصان کا کیا توازن ہے، نفع کتنا ہے، نقصان کتنا ہے، ٹیک ناک ہے یا بدنامی ہے، سیاسی بدنامیوں اور اقتصادی پریشانیوں میں توازن کیا ہو جائیں گی، بیماریوں اور خاندان کا مستقبل تو نہیں مشکل ہو جائے گا، جہاں ملے میں تو نہیں چڑ جائیں گے، یہاں تک کہ آخری درجہ یہ ہے کہ ہم انکیشن جیت نہیں گے یا نہیں جیت سکیں گے، ہم کوئی عہدہ پاسکیں گے یا نہیں پاسکیں گے۔

[illegible]

[illegible]

اس میں وہ عام قاعداں ہیں جو ہمیں بنیاد پر فراہم کرتی ہیں۔ ان میں سے
ہر معاشرہ کا اختیار ہے کہ وہ ان میں سے جو بھی چاہے اپنی اپنی بنائے۔
اس میں اب اس علاقہ کے تمام ممالک کو ایک مشترکہ جاتی اور مجموعی
شریعت ملتی ہے۔ اس میں ہم وہی پریم شریعت کو اپنی بنائے، جس کی بنیاد
اس میں پہلے چھ ممالک کے اس میں بنی ہوئی ہے۔

آٹھ برس کی تعلیم میں لیا۔ سات، انیس و ستر میل۔ تاکہ کئی جگہ پا میں، انجمن
مراست سے، ان کو موافقہ دے، کیا، بطور معافی، جس سے، وہاں، ان کے لئے، اور
تک، خدا کی صفات کو، بدلے، ایک لفظ ان کے بیان میں نہیں پاتا، اور، اس کے سلسلے، اور، علم
جو، محبوب، بہادری، میں، ان کی، سوانح، و سیرت سے، با کمال، واقف، اور، دو، ہم، ان کے، سے، ہر وقت
ایک شخص، خدا سے، نہیں، آپ، (تجربہ، ہے، انہوں نے، جہاں کہ، جہاں، یونیورسٹی، میں، ان کے، ہاں، لکھا
میں، اب، نہیں، لکھتا، ۱۹۰۰ء، اور، ۱۹۰۱ء، کے، وقت، میں، وہ اپنے، و سر، میں، ان کی، میں، ۱۹۰۲ء
لکھتے، ہیں، ان کا، تو، نہیں، کچھ، ہوا، کہ، نہیں، ایک، زمانہ، میں، تھا، معذور، ہی، تھی، نہ، اس کی، وجہ سے،

[illegible]

حضرات! اگر یہ نذرِ سفوفوں کی نہ مت بھرتے ہو تو ہے مسعہ نوبوں میں اخلاقی معیہ پر ہوتے

سمند انزہ حسن الرحیم

عورت اقبال کے کلام میں

جدید شاعری میں غالباً خالی اور اقبال ہی وہ ایسے شاعر ہیں جن کے یہاں عورتوں میں
صنعتی، مدرن، روایت اور عظمت کی تصویریں نے روحانیت عورت کے مقام و احترام اور
اس کی حیثیت عرفی و معاشی کے مسائل و مسائل اور ساتھ ظلمت اور

اقبال عورتوں کے لئے وہی سرایات پرست تھے جو صمد، امداد میں پڑ پڑتے تھے
ان میں عورتیں مرہب برقعہ بند ہوتے تھے انہی شرم و حیا اور احساسِ شہمت و حسرت میں آج
کے نہیں رہا، تو جس۔ اور شہابی پردے کے استہمام نے ساتھ ساتھ زندگی کی تمام سرگرمیوں میں
حصہ لے لیا تھا۔

۱۹۱۴ء میں طرہ میں نئی جہت میں جب انھوں نے انیس سو نو دیکھنے والے یعنی ایک مرہب ترکی
نیا لب بست میدانہ غازیوں کو پائی پایا۔ جس کے شادیہ ہوئی تو انہوں نے اس کا زوردار مقرر کیا۔

فاطمہ تر آ رہے آہستہ سرخوش ہے
نار و آروغی بیشت خاک کا معصوم ہے۔
یہ سعادت اور سعادت تری قسمت میں بھی
خاترات دین کی۔ خاترات تری قسمت میں بھی
یہ جہاد اللہ کے رستے میں ہے اتنی وسیع
ہے جہاد توفیق شوق شہادت اس قدر
یہ گل بھی اس کھستانِ حزن سنہ میں تھی
اسکی چنگاری بھی و رب اپنی ناکستہ میں تھی
اپنے صحرے میں انہی بہت قزو پوشیدہ ہیں
جھلیں بہتے ہوئے ہاتھ میں بھی خواہ یہ دین

_____ سے _____ کے _____

ہمارے ہاتھوں میں آج بھی ہے
 کھلے ہاتھ میں آپ کے ہاتھ میں ہے
 جسے تیری زبان کا کلمہ دیا ہے
 اور وہ دہرائی ہے ہمارے ہاتھ میں
 ہے کھلی ہوئی تیری آنکھ میں
 ہے ہاتھ میں ہے عینہ قوم کا دھن آواز میں

انہیں سہارا دے گا یہ فاضل جہاں سے نکلتے ہیں۔ وہ دے گا
 انہیں دے گا یہ فاضل جہاں سے نکلتے ہیں۔ وہ دے گا
 میں ہے ہیں۔

پہلے ہمارے ہاتھ میں ہے
 ہاتھ میں ہے ہمارے ہاتھ میں ہے

ہمارے ہاتھ میں ہے ہمارے ہاتھ میں ہے
 ہمارے ہاتھ میں ہے ہمارے ہاتھ میں ہے
 ہمارے ہاتھ میں ہے ہمارے ہاتھ میں ہے

ہمارے ہاتھ میں ہے ہمارے ہاتھ میں ہے
 ہمارے ہاتھ میں ہے ہمارے ہاتھ میں ہے

ہمارے ہاتھ میں ہے ہمارے ہاتھ میں ہے
 ہمارے ہاتھ میں ہے ہمارے ہاتھ میں ہے
 ہمارے ہاتھ میں ہے ہمارے ہاتھ میں ہے

ہمارے ہاتھ میں ہے ہمارے ہاتھ میں ہے
 ہمارے ہاتھ میں ہے ہمارے ہاتھ میں ہے
 ہمارے ہاتھ میں ہے ہمارے ہاتھ میں ہے

وہ دنیا کی ہر زبان کی اصل ماں کی ذات و قدر ہے۔ یہ ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کی ذات
 زمین و آسمان ہے اور ان کو اب ان کی عظمت کی حد ہے۔ جو جو میں ماں کی قدر نہیں کرتا
 کلامِ ہند کی ہتھیوں میں لٹکا

جہاں تجلوی از ابرہات است

نہا شای امین صحنات است

اگر ایں تختہ را تو سے نہاد

کلام کا را بارش ہے ثبات است

موجودی جہاں میں وہ دنیا کی ماں کی عظمت کا نقش نگاہات میں ہے۔ اور کہتے ہیں کہ
 وہ اب ماں کی تعلیم کاوس سے لکھ ماں کی جو سے صحت ہوتی ہے۔

مراں قرد پور

نکاح ہاور پاک المردوں

دکلب چارہ والی ستواں گزشتہ

کہ کتب نیست جز اور و قسوس

وہ قسوس کی تاریخ اور ان کے ماضی و حال۔ ان کی ماں کی پیشانیوں کا نقش قلم دیتے
 ہیں کہ ماں کی پیشانی پر وہ کلمات ہیں۔ ان کی قوم کی تقدیر دیتی ہے۔

خلف آس سے کڑ ہار وارش

قیامت پایا ہونہ ہاننا

چہ پیش آید پیش افتاد اور

تواں دید از آئین امپراتور

وہ ملت کی قوم کی دعوت ہے۔ یہ ہیں کہ ملت کی تقدیر سازی کا کام کریں اور ملت کی شان
 اہم نسخہ بدر سے بدل دیں اور وہ اس طرح کہ کھوس میں قرآن کا فیض عام کریں جیسے کہ
 حضرت عمر کی ہمشیرہ نے اپنی قرآن خوانی سے ان کی شان بدل دی اور اپنے سن و بچہ کے جز
 و ماں سے ان کے دل کو خدا کر دیا تھا۔

جیو یہ فوگنی ہے نورِ صفتِ اوست
 ہے حضرتِ وارث کے لئے اس کا شرمِ موت
 اس علم کی تہِ حیم سے زن ہوئی ہے تارن
 لہتے ہیں اس صم کو اسبابِ نظرِ موت
 پچھتا رہے ہیں اس سے نورِ عارفان
 ہے عشقِ محبت کے لئے مہر و بزمِ موت
 صم او بارِ اوست ہے تہِ حیم
 بر سرِ عشق کے ہے اخترِ ملکوت
 اس کل از بستانِ ما نارسد
 باغش و از امانِ ملت شست

قبیل کے خیال میرا زردی فصولِ دیوانہ بازی، جہاں یہ دونوں مٹی کی گیس رہتے ہیں۔
 مرد و زن کا ربط باہمی ایسا اور تقاضا ہے ایک دوسرے کے لئے کہ وہ مٹی ہے زندگی کا یہ جو لاکھ
 دونوں کو مل کر اچھا کام روزِ زندگی کو لے کر جاتا ہے ایک دوسرے سے مل کر اچھا کام لے کر
 جو کام اور اور اس کی رونق بخشنے کے لئے اور باقی طرحیوں کی زندگی کا نقصان ہو گا۔

مرد و زن و اوست یہ دیکھ کر اند
 کائناتِ عشق کا صورتِ نراند
 زن و مرد و اوست یہ دیکھ کر اند
 صورتِ او مومن و اوست یہ دیکھ کر اند
 آتشِ دل و جانِ نراند
 جوہر او خائب و اوست یہ دیکھ کر اند
 در ضمیرِ دل و اوست یہ دیکھ کر اند
 از لب و زبانِ شہادتِ زندگ
 درجِ ما زورِ جہدِ بائے
 باہر و در کشیدگیِ بائے

انہوں نے فرماتے ہیں کہ حکومت نے ممبرانِ اسمبلی کی باہمی عزائم کو حل کرنے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی، مگر اس کمیٹی کا راجہ نے قیام نہ کیا۔ اس کے علاوہ ان کے خلاف ایک مقدمہ بھی چل رہا ہے۔

[illegible]

میرا ہی احساس ملی تحریک ہے۔ ہر مذہب کا دعویٰ اس طرح ٹھوس اور اس سے بڑے حقائق سے جاننے کے قابل کی نظر میں اس کی ذمہ داری ہے۔ یہ ہر مذہب کے لئے ہے۔

[illegible]

مقابلہ پر اس کی صورت میں نئے ہیں کہ وہ صورت کے لئے کافی ہمارے نہیں۔

ہوا کیا اس دور اور جلوت کی باتیں نے
 روشن ہے نگاہ قیام الیٰ ہر قدر
 یاد دہان ہے آپ زماں کی اپنی جدول سے
 نہ ہوتے ہیں دور ہاں ۔ ۔ ۔
 قحط سہل نہ اس کے تیروں میں نہیں نے
 وہ تھوڑے تیروں کبھی ہوتا نہیں کہہ
 غلوٹ میں تھوڑی ہوئی ہے قواں ہر دکان
 غلوٹ نہیں اب ایذا جز میں بھی ہر

ایک بڑا معاشرتی سوانہ رہا ہے کہ مرد و زن کے تعلق میں ہر ادنیٰ نیچے حاصل ہوا اس
 لئے ان دنیا کا کوئی بھی تعلق اس میں کوئی ایک فنی شریک غائب کی حیثیت نہ رہتا ہے
 یہ ان کا ذاتی حقیقت پر مبنی ہے کہ اس میں ہر انسان ایک دوسرے کا حقائق ہے۔ ایک
 ایک دوسرے کی تکمیل برکت ہے۔ جس سے مرد و زن کے تعلقات میں چند چیزوں میں عورت کو
 پر فضیلت اور اون کے سلسلے اور یہ بھی کسی نسلی اور نسلی تفریق کی بنا پر نہیں۔ بلکہ عورت کے
 حیاتیاتی، نفسیاتی، لسانی، و فطرت کے حقائق کے ساتھ اس کے حقوق و مسائمت کی حمایت نے
 پیش نہ ہے۔ تعریف اور قومیت کی چیزیں نہیں جو مرد و عورت دونوں کے ہر ادنیٰ باقی۔ یا
 صرف عورت کو۔ یہی چاہی اقبال نے مغرب نے "امریکا" آزادی مساوی" کی راہ سے اعلیٰ
 عورت کے بارے میں اسلامی تعلیمات کی پر زور و کامت کی ہر حرکت کی مخالفت نے عنوان
 ہے۔

ان کے زعم و حقیقت میرے سینے میں ہے۔ قوہ
 کیا مجھے کا وہ جس کی رنگوں میں ہے لہو مرد
 نے پروہ۔ نے تعلیم، نئی ہو پرانی،
 مساوات زن کا ٹھکانا ہے فقہ مرا
 جس قوم نے اس زعم و حقیقت کو نہ یاد
 اس قوم کا خوشید بہت جلد ہوا زرد

یہ کلمہ حقیقت ہے یہ شریف "میں بھلی قوم دعو علیہم امر" کی آسانی ہے۔
انہوں نے اپنی قوم کی انہیں فرمایا

توڑ مراد میں۔ دکان کے سب منت ہے
خیر کے ساتھ میں۔ نہ جو بہ عورت و نمود
راز ہے اس کے کہ تم جو ملکی لڑ شوق
آتشیں لہر تھیں سے ہے اس کا جو
نہیں جاتے ہیں اسی آنکھ کے مار حیات
ازم سے آنکھ کے سے معرکہ بود۔ نمود
میں بھی غلطی آواہ سے ان قضا کے بہت
نہیں تھیں لہذا ان مقدر غفلت کی تشویر

اتہاں نے اپنے بار میں آتش سے سخی اندھیلہ علم کے دو بلند ارشادات بھی آئے ہیں
انہیں میں کہ یہ ہے کہ

حب الی من دنیا کہ الطب والساء وجعلت قرة عیسیٰ فیہ العسلو
ہر جگہ دنیا کی چیزوں میں خوشہ اور عورتیں پسند کرانی کہیں اور میری "تھکوں کی جگہ"۔ ہمار
میں رہی ہے۔ ۱

اتہاں نے اس حدیث کا بھی "الہ دیا کہ دانت ہاؤں کے قدموں سے ہے۔ انہوں
کی اموں کو روتے کہ ہے ہمارے نبوت سے تشبیہ کی ہے۔ اس کی شفقت کو وہ غمخیز کی شفقت
قرار دیتے ہیں اس لئے اس سے بھی اتم کی سیرت سازی ہوتی ہے اور ایک ملت ہو۔ میں
آتی ہے

آن	کے	شبستان	جبر
حائلا	جمعیت	خیر	الہم
سیرت	فرزند	با	از
جوہر	صدق	دست	ازا

فطرت تو جذبہ ہا دارد بلکہ
چشمِ ہش از اسوۃ زیرِ بلکہ
۲ جسے شاخ تو بار آورد
سوم پیشیں ہ گلزار آورد
دو مسلمان خاتون کو وصیت کرتے ہیں کہ:

اگر پند ز رویشے چربی
بزار امت ببرد تو نہ میری
بتولِ ہاش و پناہ شد ازیں عصر
کہ در آغوشِ شیرے ٹہیری

ایک مثالی شخصیت شیخ حسن البناء شہید

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ○
 مُحَمَّدٌ وَآلِ مُحَمَّدٍ عَلَى رُسُلِهِ الْكَرِيمِ ○
 اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ ○

[illegible]

والے "ارہم رم" "المعظم" "المصلیٰ" "ہوز" "المصہر" کے آئینہ میں دیکھے، پھر ان کتابوں میں اس کا مشاہدہ کرے جو مصر کی ادب و سماجی پیش آمد ہے تھے۔ وہ ادب و سماجی جن پر مصری نوجوان خرافیت اور جن کا ان کے دل و دماغ پر بوجوہ تھا۔ پھر وہ شخص میں پوری صورت حال کا صحیح خد و خال اور پورہ عکس مصر کی پرستہ تفریبات اور جشن کی محفلوں اور محلوں میں دیکھے، نوجوانوں، اور یوتھ سٹیوٹ کے طالب کتبہ وقت، نوجوان کا ان کی محفلوں اور مجلسوں میں مشاہدہ کرے۔ وہ دیکھ کر یہ دیکھے کہ ساحل کے حیا سوز مناظر دیکھے، اس نے اس کا دنوں کے ساتھ ساتھ وقت نہ ارا ہو۔ کھیل و ورزش کے میدانوں میں رہے، سینما گھر وں میں مقامی و بیرونی فلموں کو دیکھا ہو۔ ان تحریک افلاکی افسانوں کو پڑھا ہو جو مصری پرستہ سے سینما کی طرح اہل دے تھے، اور نوجوان ان پر وائوں کی طرح کرتے تھے اس نے زندگی کے میدان میں لوگوں سے کھل کر وقت نہ ارا ہو وہاں پیش آنے والی چیزوں کو دیکھا ہو، زندگی سے الگ تھلک رہ کر خیالی، دنیا میں وقت نہ ارا نے والا نہ ہو تو اس پر یہ حقیقت حیا ہو جائے گی کہ مسلمان ان پر آشوب گھڑیوں میں کسی زبوں حالی کا شکار تھے اور عالم اسلام کی اس ناہم خطہ میں جس کو عالم عربی کا قہار اور رہبر ہونا چاہئے تھا۔ جو صدیوں سے اسلام کے لئے سینہ سپر اور علوم اسلامیہ کا مرکز رہا۔ جس نے ہمیشہ عالم عربی کی مدد کی تھی اور اس کو سہارا دیا تھا، وہ اسلامی تاریخ کی نازک و مشکل ترین گھڑیوں میں اس کو بچا تھا، جس میں سب سے بڑا پرانا اسلامی وثقافتی مرکز "جامعہ ازبیر" اب بھی موجود ہے دعوت اسلامی کس زبوں حالی کا شکار تھی۔

اس پر آشوب دور کو کتابوں کے ذریعہ نہیں بلکہ قریب رہ کر دیکھا ہو وہی اس شخصیت کی عظمت و افراہیت کو سمجھ سکتا ہے، جو ایک پردہ کے پیچھے سے باہر آگئی، اور پہلے مصر پھر پورے عالم عربی کو اپنی دعوت و تربیت، جہاد و طاقت و شخصیت کے ذریعہ اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس دہل و رشید اور فرزند فرید میں ایسی قوتیں، صلاحیتیں جمع فرمادی تھیں جو انسانی انذابات اور اہم الاخلاق کے ماہرین اور مشہور نقاد و مؤرخین کے نزدیک متضاد تھیں۔ بے مثال و تابان عقل اعلیٰ و جب کی فہم و ذکاوت، ابدتا ہر جوش و دہول، ایمان و یقین سے نیریز دہل، قومی روحانیت، فصیح و بلیغ زبان، انفرادی زندگی میں خود تعصب سے پاک زہد و عبادت، جو علم مندی و ملی ہمتی جوش و شوق فراوان سے بھر پور دہل، بلند پرواز عقابانہ روح رکھنے والی بہت، بحر آفریں

دور میں نگاہ اپنی دعوت کی روح و حرارت کی حفاظت کا انتہائی ذوق و محاطات میں صد درجہ قائم رہا۔
خاکساروں اور اقبال کے اس شعر کو صحیح مصداق۔

مگر بلند سخن دل نواز بیان پر سوز

جی ہے رشتہ سحر میر کا وہاں کے لئے

بہ خوش بیان بہت محبوب اور ہر دل فریاد مجھ سے بہت سے لوگوں نے بیان کیا کہ وہ
پیشانی سے بچنے پر فو کی طرح تھے اس میں نہ تا کہ وہی و تہی نہ ہوتی تھے نہ سایہ ادا کر سکتے۔ من اہل
مہمات۔ خدا اور مسلمانوں نے قیام لکھی دینی و اجتماعی قیادت کی تفہیم میں ان کی مدد کی جس
سے نریا و ہر شریعت اور تہذیب نے اپنی وہاں ہی قیادت مدت و زمانہ سے عالم عربی میں وجود میں
نہیں آئی تھی ان صفات نے ایک ایسی دینی و اجتماعی تحریک پیدا کر دی جس سے نریا و ہر گھر
و فعال تحریک خصوصاً عرب میں ایک میں عمرہ سے دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔ یوں تو قدرتی
مسلمانیوں سے ملا مال یہ دعا جامع کمالات تھا، مگر وہ صفتیں اس میں ایسی تھیں جو بہت کم
داعیوں میں اور قاعدین میں پائی جاتی تھیں۔ ۱۱

یہی صفت اپنی دعوت و تحریک سے غیر معمولی شغف اور اس پر کمال اطمینان و اشتیاق اور
اس کے لئے پوری قربانیات اور اپنی ساری صلاحیتوں و توانائیوں و مسائل و طاقتوں کے ساتھ اس
میں ہمہ تن مشغول رہنا۔ ان داعیوں اور قاعدین کے لئے جن سے اللہ تعالیٰ کوئی بڑا کام لیتا ہے
نہ شوق نہ وہ پہنچاتا ہے یہ وہ امور و جہاد کی شرط ہے۔

ان کی دوسری اہم خصوصیت وہ وقت تربیت و مردم شناسی کے کام میں ان کی حیرت انگیز
کامیابی ہے انہوں نے ایک نئی نسل تیار کی، وہ ایک پوری قوم کے سربراہ تھے۔ وہ ایک علمی، فکری
اور اخلاقی مکتبہ فکر کے بانی تھے۔ چھ لکھے دلوں اور اہل منصب میں جو بھی ان کے ساتھ کچھ
ان۔ ہ ان کے فکر و رجحان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔ اپنے ہم نشینوں پر ان کا اثر ایسا گہرا
تھا کہ عرصہ گذر جانے اور طرح طرح کے انقلابات و تغیرات پیش آنے کے باوجود بھی ان میں
کوئی تبدیلی نہیں ہوئی یہ اثر ایسا شعاع و مہمات میں لیا ہے کہ زمان و مکان کی تبدیلی کے باوجود

(۱) ان حضرات نے انہوں میں ایک سادہ و سادہ لہجہ اپنی مہمات تبلیغی اور دینی کے ادنیٰ و علویہ فرقہ و
مذہب و مذہب و مذہب سے سب سے سادہ و سادہ لہجہ اپنی مہمات تبلیغی اور دینی کے ادنیٰ و علویہ فرقہ و

وہ ان سے ہنسے پیچھے نہ جاتے ہیں۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ مصر پر وہ مصر مجھے ان سے ملاقات کی سعادت نہ حاصل ہو سکتی۔ پہلا سال جس میں اللہ تعالیٰ نے میرے لئے فتح و زبانت مقدمہ فرمایا تھی اور میں پہلی بار ہندوستان سے باہر نکلا تو وہ ۱۹۴۲ء تھی جس میں شیخ حسن ابنہ تھانہ مقدس شہر برف نہلائے تھے۔ پکارا وہ اس سال مصر سے باہر نہیں نکلا تھے۔ حالانکہ مصر میں ۲۰۰۰ کے وہ اپنی دعوت و تحریک کے لئے رہا تھا، نے سرحدوں کے موقوف پر چڑھتے تھے جس دورانہ دعوت و پھیلائے اور سچے کے لئے باہر سے آئے ہوئے اور دوسرے ملکی خاص پوشش نہ کرتے تھے۔

جواز میں مجھے ان کے بعض شاگردوں اور نگاروں نے ملنے کا موقع ملا اور میں نے ان کے اندر ایک زبردست کامدہم بنی کے اثرات نمایاں ضرور محسوس کئے۔ جب ۱۹۵۱ء میں مجھے مصر پر بے کا موقع ملا تو جام شہادت نوش کر چکا تھے۔ ان کی عمر ابھی صرف پچیس سال تھی۔ اس میں شک نہیں کہ ان کی شہادت نے انھوں مسلمانوں کو سونوار دل کر فائدہ دیا۔ اور عالم اسلام اس شاندار شہادت سے محروم ہو گیا۔ ان سے ملاقات نہ کرنے کا فہم بیشک رہے گا کہ ہم مصر میں ہجرت کے شائقوں سے ملنے کا انھیں ضرورت واقع ملا وہ ان کے ایمان میں ایک فرد قائدانہ کی طرف رہا مصر کے زمانہ قیام میں نے ان سے ملنے بڑا خواہش مند ارتمان الہنا سے ملاقات کی اور ان سے شیخ عبد الرحمن عبد الحید کے بارے میں بہرہ افکار معلومات حاصل کیں اور پھر اپنی کتاب "شرق وسطیٰ" کی ڈائری میں اس ملاقات کا حوالہ دیا یہ قیمتی حوث ہے ناچیں۔ میں ان کے رفیق اور ارکان بننا سے سے بھی ملے اور ان ملاقاتوں اور مصہبات سے ان حکومت کے کامدہم اس مایہ فہم کے پانی نہ پوری تصویر یہ۔ مہرے کوئی اور مجھے یقین ہے کہ یہ بھی اور طریق حال تصویر ہے۔

مصر کے اسی سفر میں ان کی کتاب "مہرے المہجۃ والدہم" میں میرے ہاتھ لگی ان کی غمخیزت و دعوت کو مختصر سے لئے میں نے اس کتاب کو ان کی ایک بنیادی کتاب اور ان کی شخصیت کی سب سے بڑی کلیہ پایا۔ اس کتاب کو پڑھنے والے ہر شخص کو ان کی شخصیت و طاقت کے بہرہ شہد ان کی کامیابی اور دلوں پر ان کے اثر و نفوذ کے اسباب کا چہرہ آسانی لگے ہائے جا۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ ان کی طاقت و قوت کا اصل سرچشمہ اسطے مسلمہ ان کی

پہنچائی۔ زمین کی پالیسی، اپنی قیمت و اہمیت، اسلام کے لئے خطرہ و بے چینی، اس
 زمانے کے فاسد و حول پران کی بے چینی، مروجہ پیش و منظر و فتنے و مہمات کا اوق و ملوثی،
 اس لئے تاریخی کو نکر و دعا، توبہ و استغفار اور آخر کجی کے سلسلے سے ہر جہات میں ان
 انصافیت و احسانات کے ساتھ قوم کے افر و اور عوام کے لئے۔ ان کی محنتوں اور شہادت
 کی جلیبوں میں شہداء و فتنے کے افر و ان سے ملاقات کرنا، اور فتنے و فتنے کے تصور
 و پھر بے حیرتے ان کی تربیت کرنا، جس وقت تک اور کام میں مشغول رہنا ان کا شیوہ تھا۔ اور
 یہی ساری صفات، اسلامی و رہائی دعوت اور یہی، جسے قریش کی بیان دہائی میں جو سوشل سٹری
 قیہ کی واحد ہی افکار و اناج تھی ہے، اور فتنے کے سلسلے۔ اور ان کے لئے وہ ضرور ناچا تھی
 ہے۔ اس لحاظ سے دعوت و احسان کے لئے یہ ان میں کھانے والے ہر شخص۔ اس کتاب کا
 مطالعہ کرنا اور اس پر غور سے غور سے وقت سے خود کھانے والے رہنا نہایت مفید ہے۔

اس کتاب کی دوبارہ حیاتیات اور کوکوں میں اس کو پھیلانے اور عام کرنے پر توجہ کی گئی۔
 قابل تعجب یہ بات ہے کہ مسلمانوں کا کوئی کتاب نہ اس کتاب سے نکلے جو اس اہم دعوت
 کے اثرات و فتنے کرنے کی کوشش کرنا جس نے، لہذا یہی کی گئی اسل میں اسلام کی صدا و بار
 صلاحیت اور اس کے لئے دہائی ہوئے کا امتیاز کیا، جس نے جدید اسل کے دہائی میں ایمان کی
 نئی پیکاری روشن کی، ان کے احساس فتنے و فتنے اور ان کے حق جذبہ، اس سے باخبر و ملی
 فکر و فتنے کے دہائی میں دعوت کے فتنے و فتنے کی بے وفائی، ان کی اندرونی کھانسی اور وہ
 سوس کے چھپنے و دہائی کے فتنے کا مطالعہ اور اس کے لئے نازک میں جان و مال کی ادا و اقبال
 کے اللہ اعلم۔

”کہتے ہیں نازک میں شامین کا چلہ پیدائش“

ان کی اس دعوت سے یہ جدید اسل نازک ہو گئی، ان کی اس میں نازک و خون و دہائی کا
 اور اس نے شہادت و جوانمردی و صبر و عبادت و فتنے کا حق و اہمیت۔ لہذا دیکھا۔ اس تحریک کے
 اثرات و فتنے کرنے اور اس کے فتنے کوہنے کی کوشش، اور اس نے چلانے والوں کو قید و بند اور
 جلا وطنی کی سزا میں اور وہ نکلے کھانے والے فتنے و فتنے، یہ اس کے فتنے و فتنے
 انہی خوف میں نہ گئی۔ یہ وہ ایسے فتنے کو کام و کام و کام میں نہ گئی۔ یہ لہذا

کے ساتھ آتا ہوا فخر ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی اور فخر نہیں ہو سکتا۔ اس فخر کا انکار و جحد ہے
 حق پرستی ہے جو حق پرستی و سید کی خدمت سے نہیں ہو سکتا۔ یہ خدمت ہے جس میں
 نے جس کو مثال سے لے کر میں نے خدمت و پرہیزگاریت یا قدیم حق پرستی کے دور کا سب
 میں جاتی ہے۔

وما علیہ الا البلاغ لعنیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وقت کی سب سے نایاب جنس مروان کا راور مخلص عظیمین

خطیبِ عظیم اور سیدِ اہلسنی علی نبوی نے مولانا سید محمد مرسل سے سب سے جادو کا وقت پر سوال کیا
وہ ان کے جوابات پر فرمایا کہ جس میں مولانا سید محمد مرسل سے جادو کا زمانہ ہے وہ وقتِ عشق ہے اور
عشق اور محبت نے ان کا دل بھی لے لیا ہے اور ان کا دل بھی لے لیا ہے اور ان کا دل بھی لے لیا ہے
تو یہ مثال دیکھ کر کہتی ہے

المحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى وما بعد
فاعد بالله من الشيطان الرجيم ۞ بسم الله الرحمن الرحيم ۞

میرے وقت کا راور عظیم

آپ کو معلوم ہے کہ کتنی شخصیات نے دنیا کی ان اہلِ اہل اور اہلِ اہل سے تعلق کی بنیاد پر مجھے مختلف
موضوعات پر تقریریں کرنی پڑی ہیں۔ لیکن میں آپ سے بات میں بات کا اعتراف کرتا ہوں
کہ سب سے مشکل موضوع تقریریت کا موضوع ہے اس کا تعلق ہے کہ ان کے تعلقات سے ہے
قلب سے ہے۔ اور ان کی سب سے قریب سے بھی ہے اور خاص طور پر تقریریت بھی ایک ایسی
شخصیت کی جس سے مراد ہے کہ وہ مانی اور خدا کی تعلق ہو، اور حق بھی ایک وہ ہیں جس
پس کا کائنات کا وہ زمانہ کی سب سے قریب سے آپ میں اس وقت میں کہ وہ معلوم ہو کہ کہ وہ اس
شخص صاحب (اللہ ان کی معرفت فرما) اور درجہ ہند ہے کہ ان کی تعلق مولانا سید محمد مرسل
سے آپ تقویٰ بختمی کے خاندان سے تعلق ہے ان کے خاندان سے ہے۔

مولانا سید محمد مرسل صاحب حضرت سید احمد عظیمی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص رفقاء و موثق اور

زور کی صفات تھے۔ ادیب صاحب نے سید صاحب سے یہ بات کہی تھی۔ یہ بیان بہت سے ادیبوں
 کا ہے۔ وہاں آئے ادیبوں نے ان سے درخواست کی کہ آپ کو کب ملاقات ہو گئی تھی۔
 حضرت اور ان کے ہمارے مابین معدومت بیان کر رہے۔ اول ان کا یہ بیان ایک جمعہ صبح آٹھ بجے
 کو تھا۔ یہی ہوا میں گئے تھے۔ اتفاقاً محمدی ہو تو وہاں تک پہنچ گئے تھے۔ اور ہر روز
 صاحب کی انجمنی اور ان کی داخلگی کی وجہ سے وہ بھی کتب خانہ میں آ گئے۔ یہ وہی خانہ
 میں موجود تھا۔ ہر باکس کمر کی چوبلی جاتی تھی۔ یہ تعلق تھا۔ کتب خانہ میں ان کا آنا تھا۔
 یہ وہاں کا انداز ہی نہیں کہ کتب خانہ میں سید صاحب سے رشتہ روم تھا۔ اور متعدد کتب خانوں میں
 نہ انداز وہی تھا۔ انھیں نہیں کرتا تھا۔ آج پہنچ گئے۔ ان کو کتب خانہ میں نہیں آئے۔ ان کو سید
 صاحب نے باوجود میں ہاتھ دینے کی کوشش کی تھی۔ اور ان کے دکان سے واپس ہونے کا ان کی
 حالت یہ تھی کہ وہ شمع کے پودے بن گئے۔ اور وہ اپنے وقت تک ہاتھ دینے کی کوشش
 نہیں کیا۔ ان کا ہم ہم کرتے رہے اور اس پر غور کرتے رہے اور اسے اپنی جوت سے لایا۔ مزید
 سمجھتے رہے۔

مولانا مرتضیٰ صاحب سے ہوا تعلق اس وقت ہوا جب وہ ملازم ہجوم میں پڑھتے تھے اور
 بہار کے گزرتے ہوئے بلوچی کھانا مراد (جو کتب خانہ) اور ہجوم مولانا محمد رفیع کے ہاتھ میں تھے
 یہ بیان کے ہم بھی تھے یا ہم زمانہ تھے۔ ہر حال ہم نے ان کو ساما جو دیکھا اور دونوں میں
 روحانی اور نہادانی تعلق کی بناء پر ان سے یہ بات کہی تھی۔ ایک علیحدہ سے علیحدہ تعلق پیدا ہوا یا تھا۔
 پھر اس نے جد و جہد میں آگے اور آگے۔ اس تعلق و ادیبوں کے قائم رکھ رہے ہیں۔ کتب خانہ
 انہ تعلق کے اس کا تعلق و ادیبوں کی تعلق کی بناء پر ان کی ادیبوں آراہنی زندگی میں
 کے لئے ہاتھ لگائے۔ اور یہ آگے اور آگے۔ اور ان میں مدد ملے۔ پھر کتب خانہ کے لئے ان کا
 انتخاب ہوا۔ اور جو یہاں مولانا محمد رفیع کے بھی ہوتے تھے اور ان کی تعلق کے لئے میں
 تھا۔ یہ ہے جس نے کتب خانہ کے لئے تعلق کتب خانہ کا نہیں تھا۔ یہ بھی تھا۔ ایک علیحدہ
 اور تعلق تھا۔ یہ ہے۔ ہر روز ہر روز آگے اور آگے۔ اور ان میں تعلق تھا۔ یہ بھی تھا۔ اور ان میں
 تعلق تھا۔ اور ان میں تعلق تھا۔ اور ان میں تعلق تھا۔ اور ان میں تعلق تھا۔ اور ان میں تعلق تھا۔
 ان کا اس میں تعلق تھا۔ اور ان میں تعلق تھا۔ اور ان میں تعلق تھا۔ اور ان میں تعلق تھا۔ اور ان میں تعلق تھا۔

ہوئی انہیں کے زمانہ میں یہ عمارت بنی۔

سب مہربوں نے کتب خانہ کی ذمہ داری سنبھالی اس وقت سے اس کتاب کا جہازیں
کثرت کے لحاظ سے بھی اور کیفیت کے لحاظ سے بھی تو آپ بہت بڑی فوج معلوم ہوئے۔ نہ پہلے
کتب خانہ کی رسمت کی تھی۔ اس میں کتابوں کی تعداد کیا تھی اور اب تعداد کیا ہے اور صرف
تعداد بتی نہیں بلکہ وہ بنیادی کتابیں جن کا کتب خانہ میں ہونا بہت ضروری تھا اور بعض کتابیں
تو ایسی ہیں۔ مثلاً عہدستان میں ان کا جس قسم ہی نہ تھا کسی نے دیکھا بھی نہیں تھا ان میں سے
ایک ایسی شے ہے جو کہ تھے تحقیق۔ مہارجلو اور انہیں کے ساتھ اور تعلق کے ساتھ اس کتاب نے
کے لئے مہیا کیا اور ان کا منتہی سے رخصت تاکہ ساتھ دہرے میں چھ نظر باریاں ان سے فارغ ہو
کیں۔

اسی کتاب خانہ کی کمی ذخیرہ کتب کے لئے سب سے زیادہ پیش قیمت اور سب سے
زیادہ ضروری چیز یہ ہے کہ وہ اس کتاب میں جو مآخذ کا بیج لگتی ہیں اور وہاں مہیا ہوں اس
سے بڑھ کر کتب خانہ کے لئے جلد کا ہونا اور اس کے لئے بڑی مہارت کا ہونا اور نہ ہونے کا انتظام
ہونا۔ اس کا انتظام کوئی چیز اتنی اہم نہیں جتنی یہ بات اور یہ بات دینی سرتا ہے جس کو اللہ سے ہم
بھی دیا ہو اور ہمارے ہوش بھی وہی ہو اور اس کا احساس بھی دیا ہو۔ اس دہرے کا احساس دینا ہو
مہارجلو اس کتاب نے کتب خانہ کو دیا۔ اس کا بیج لگا دیا اور پونہ لگے احمد داران شیشہ سے بھی
یکے تعلق تھا اس لئے معلومات ہوتی رہتی تھی کہ اب انہوں نے کیا کیا۔ اس کتاب میں معلوماتی ہیں
اب انہوں نے کیا کیا ہے فرزند سزا راجہ سے یا اندوہ کے فضلہ کے ذریعہ سے انہوں نے
کتابیں مہیا کیں۔

پھر اس کے بعد ان کے اندر ملنے والی نے واضح ہونے والی اور یہ خانہ کی خصوصیت ہوتی
ہیں حالی نسبی کی جو خصوصیات ہیں۔ جو وہی۔ وہ سب ان کے اندر ہی آ رہی تھیں۔ زمین کی
خدمت کا ایک شوق اور بھی مقدمے کے لئے نہایت اور جوشی۔

بھی کجرات میں مسٹر پرستل کی پوری کا جلسہ ہوا۔ پورے گاؤں کے لوگ اجلاس ہوئے پوری
تاریخ میں سب سے زیادہ کامیاب اور پانچ ماہ اس میں بہت بڑا حصہ اور بڑا
جواہر انہی صاحب کی کوشش کا تھا دو تین مہینوں نے کجرات کا سفر کیا اور کجرات کے لوگ

[illegible][illegible]

ان کی محنت اور کوشش کا حصہ ہی ہوا اور مواصلاتی نظام، مدین صاحب جو مسلم پینٹل (ایڈیٹر) کے اہل ذہن و شہر فہمی ہیں۔ انہیں اس کا بہت احساس ہے۔ یہ سید سے رابطہ میں رہے اور سید نے ان کو کچھ چھپے چھپے خبریں یاد دلایں تھیں اور انہیں اندازہ ہے کہ ان کی فون کی ایک کڑی جانچ ہوا اور سید سے یہ خبریں دینی ان کو بہت افسوس ہوا۔ ان کے دل میں اس کا شہینہ تھا۔ ان کے لئے یہ سب

پہرہ پہنے اور عطر لگا کر جلسہ کی کامیابی مولانا مرتضیٰ عسکری کا بڑا حصہ تھی۔

ایک تقریر ہے کہ سب سے بڑی نایاب چیز ہے وہ اس وقت مرادھن کار کی ۔ مائیں کی اور فلسفین کی ۔ سب کچھ مہیا ہو سکتا ہے آپ انہیں بتائیں یہ جین تو پانچ سو سو ہو جائیں آپ چاہیں تو ہزار دو ہزار اور چہتر ہزار اس کے کعبہ نہ ہو جائیں ۔ یہ تین ہی ہزار ہوں اور بہت ساری ترجمان ہیں کہ ان کو مجبور حاصل کرنے میں کوئی وقت نہیں نہیں لگے اور جو کسی ایسی مقدمہ کسی مسئلہ پر اس کی مخالفت اور داعی نہ منصوبہ کر دے اور کسی چاہ میں نہیں تو جس کی وجہ سے وہ اور ان کے دل و دماغ پر چیز سوار ہو سکتے ہو جائے وہ بالکل ایک ایسا چیز ہیں کہ جیسے عطا کا ملنا ضرور ممکن نہ کیا ہے ۔ اس طرح ویسے لوگوں کا ملنا ہے ۔

تو اللہ تعالیٰ نے عطا کی صورت میں ہمیں ایک مرد کو مرد و کمال ، مخلص سرکار کا عطا کیا تھا ۔ اللہ کی چیز تھی اس نے دی تھی اس نے عطا کیا ۔ اللہ تعالیٰ مالک ہے اور قادر ہے اور حقیقی مالک دہی ہے اور ہر حال میں کا فیصلہ ہر چیز سے قیمتی ہے اب اس سے زیادہ ہم کیا کہیں ۔ کہ ہمارے چھوٹے سے خلیفہ و دینی خاندان کا ایک عزیز فرد مالک دکن ، ایک دفعہ دکن ہم سے جدا ہو گیا ۔ ہم اس پر ہونے سے خود تعزیرت کرتے ہیں آپ سے بھی تعزیرت کرتے ہیں اور ایک طرح سے ہم دینی کاموں سے اور دینی عبادتوں سے تعزیرت کرتے ہیں اور اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ آپ سے ہماری فکر سے درخواست ہے کہ آپ ان کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں ایصالِ ثواب بھی کریں اور ان کو یہاں سے جانے کے بعد بھی یاد رکھیں جب بھی یاد آ جائیں دعا کر لیا کریں اور ایصالِ ثواب کر لیا کریں کہ یہی ایک مسلمان کا حق دوسرے کے لئے ہے ۔ اس سے بڑھ کر تعزیرت ہے نہ شاعر ہی ہے اور نہ کسی اور طرح سے اس کا اعتراف ہے اور ان کا شکر یہ ہے کہ سب سے قیمتی چیز یہی ہے کہ آپ ان کے لئے دعا کریں اور ایصالِ ثواب کریں ۔ اس سے خود آپ کو بھی فائدہ ہوگا ۔ اللہ آپ کو اس کی توفیق دے گا تو آپ کی توفیق میں اضافہ کرے گا ۔ اور آپ سے کام بھی لے لے ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین